اشاعت خاص

اسدُاللہِ الغالب، غالبِ علیٰ کُلِّ غالب

بابِ مدینۃُ العلم مظہرُ العجائب خلیفہ راشد قاسمِ ولایت امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین سیّدنا

عَلِی ابنِ اَبی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں ارمغانِ محبّت

مولودِ کعبہ نمبر

- عہدِ رفتہ اور عہدِ رواں کے اہلِ علم کی نگارشات
- اہلِ محبّت کے لیے منظوم و منثور علمی مواد
- مُنکرین کے اِعتراضات کے عِلمی و تحقیقی جوابات

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملّی اقدار کا محافظ

سہ ماہی انوارِ رضا رجسٹرڈ جوہر آباد

چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری

2011 کا تیسرا شمارہ

انٹر نیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری جوہر آباد

اسد اللہ الغالب، غالبٌ علیٰ کلِّ غالب

باب مدینۃ العلم مظہر العجائب خلیفۂ راشد قاسم ولایت امام المشارق والمغارب امیر المومنین سیدنا

عَلی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں ارمغانِ محبت

مولودِ کعبہ نمبر

- عہدِ رفتہ اور عہدِ رواں کے اہلِ علم کی نگارشات
- اہلِ محبت کے لیے منظوم و منثور علمی مواد
- منکرین کے اعتراضات کے علمی و تحقیقی جوابات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری جوہرآباد

03219429027 0300 9429027

mahboobqadri787@gmail.com

اشاعت خاص

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مولودِ کعبہ نمبر

قیمت فی شمارہ

400 روپے

سالانہ رکنیت فیس

1000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۱۴ جوہر آباد ضلع خوشاب
0300 / 0321-9429027
Ph: 0454-721787

مولود کعبہ نمبر
سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد
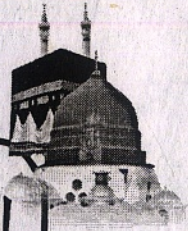
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین ایاک نعبد وایاک
نستعین اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین
انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین

برائے ایصال ثواب

حضرت پیر سیّد محمد عالم حسین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (کاظم آباد، کھوئی رٹہ)

حضرت پیر سیّد محمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بہارہ شریف)

حضرت چوہدری محمد فیروز دین رحمۃ اللہ علیہ (بیریاں کلاں)

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (جوہر آباد)

حُسنِ ترتیب

پیغامات

آوازِ دوست

باب مدحت و توصیف

مناقب

مولودِ کعبہ...... تحقیقی مقالات

سیّدنا مولودِ کعبہ...... حقائق، معلومات، تحقیقات

مولودِ کعبہ...... شخصیت و مقام

مولودِ کعبہ کے حضور منظوم خراج

اپنی بات

اے گرفتارِ ابوبکر و علی ہوشیار باش

الحمد للہ اہل سنت روزِ اوّل سے اپنے ربّ کی رضا کے حصول اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اطاعت کی روش پر گامزن ہیں۔ اہل بیت نبوت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو وجودِ ایمان کی دو آنکھیں خیال کرتے ہیں اور اولیاء علماء و صلحا کی تعظیم کو اپنا معمول بنائے ہوئے ہیں۔

بدقسمتی سے گزشتہ کچھ عرصہ سے خارجیوں، ناصبیوں اور رافضیوں کی دیکھا دیکھی باہم منافرت، قبولِ حق سے انکار، "ہم چوما دیگرے نیست" کی نعرہ بازی، من پسند اعتقادات کا اظہار و ابلاغ اور تحقیق کے نام پر گمراہی پھیلانے کے کچھ جراثیم بعض اہل سنت کہلانے والوں میں بھی در آئے ہیں...... بعض "محققین" نے اس سلسلہ میں ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حوالے سے عجیب و غریب "تحقیقات" پیش کر دی ہیں کبھی عرصۂ نبوت موضوعِ بحث ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے برس نبی تھے کتنے برس (معاذ اللہ) نبی نہ تھے کتنی عمر میں نبوت ملی؟ نور معنوی ہیں حسی طور پر نور نہیں ہیں...... وغیرہ وغیرہ...... بلکہ اس سے بھی پہلے اگر کسی نے اپنے ربّ سے مانگنے کا کی ضرورت و اہمیت پر بات کر دی تو اس پر تیر و نشتر لے کر چڑھ دوڑے کہ "ہمارا" ہوتے ہوئے "خدا کی توحید" کی بات کرتا ہے؟ معاذ اللہ جیسے عقیدۂ توحید سے "تمہارا" کوئی تعلق نہیں۔ بالکل اسی طرح اب کسی نے ضرورت محسوس کی کہ اہل بیت نبوت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ مقدسہ کو "تحقیقات" کی "روشنی" میں متنازعہ بنایا جائے...... اس مقصد کے لئے کئی "کتب" معرضِ وجود میں آئیں۔ نوبت مناظروں کے چیلنج سے بڑھ کر مناظروں تک پہنچی۔............ "سچی بات" کہنے والوں کو سچ کہنے کی سزا دی گئی۔ .... اور اب اس سے بھی آگے "مباہلوں" کی تیاریاں ہو رہی ہیں...... اسی طرح اہل سنت کو "راہِ اعتدال" پر لانے کے لئے مولائے کائنات امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصائص کا انکار کر دیا گیا تاکہ وہ کسی گمراہ فرقے سے متاثر نہ ہوں...... آپ کی کعبۃ اللہ میں ولادت سے انکار زبانی کلامی نہیں کتابیں چھاپ کر کر دیا گیا...... ماہِ رجب المرجب میں یہ "کارنامہ" دکھایا گیا انصاف و دیانت کا تقاضے کے مطابق ایسے "محققین" کو ہوش سے کام لیتے ہوئے ترجیحات بنانی چاہیں۔

ہم تو "بوترابی" ہیں اور مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقام کے تحفظ کے لیے آواز حق بلند کرنا ہمارا فریضہ ہے...... انوارِ رضا کے پیشِ نظر "مولودِ کعبہ نمبر" میں ہم نے منتشر مواد کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے اور کچھ اسکالرز سے مضامین لکھوائے ہیں ہمیں امید ہے کہ معزز

قارئین اس خصوصی اشاعت کو اپنے ایمان کی تازگی کا باعث پائیں گے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ جانشین رسول راکبِ دوشِ مصطفےٰ حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، سمیت پانچوں خلفائے راشدین والیٔ کربلا شہزادۂ رسول حضرت سیّدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی یاد منانے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور عالم نسواں حضرت خاتونِ قیامت و جنت سیّدہ طیبہ طاہرہ بنت رسول اللہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور تمام امہات المومنین کی روشن زندگیوں اور تعلیمات سے اکتسابِ فیض کرلے بچوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ اہل بیت نبوت علیہم السلام کی مقدس ہستیوں کے اسمائے مبارکہ سے موسوم کریں...... مساجد اور مدارس کے نام بھی اہل بیت نبوت کے بزرگوں کے ناموں پر رکھے جائیں اور ان کے اسوۂ کو اپنایا جائے کہ یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی خیر کا راستہ ہے۔ ہم اس نمبر کی اشاعت میں علمی و عملی طور پر حصے لینے والے تمام احباب کے لئے دُعا گو ہیں خصوصاً عظیم علمی و روحانی شخصیت حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری، حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری، مفکر اسلام علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری، تاج العلماء حضرت پیر سیّد محمد انور حسین شاہ کاظمی، حضرت زینت السادات پیر سیّد فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)، علامہ سیّد عظمت علی شاہ گیلانی، حضرت شیخ الحدیث پیر سیّد زبیر علی شاہ صاحب (کہوٹہ) کے شکرگزار ہیں عزیز گرامی پروفیسر مرزا مجاہد احمد نے بڑی محنت سے اس کی پروف ریڈنگ کی اور علمی معاونت کی اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ اشتہارات اور خریداری کی صورت میں تعاون کرنے والے احباب کے لئے بھی ہم دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو مولائے مرتضیٰ سیّدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا حقیقی فیض عطا فرمائے...... ہم بارگاہِ مرتضوی میں استغاثہ عرض کرتے ہیں کہ موجودہ گئے گزرے علم سے دوری کے دور میں ہماری دستگیری فرمائی جائے تاکہ ملت وامت کا وقار بحال ہو اور امت مسلمہ پھر سے عزت و تکریم کی بلندیوں پر سرفراز ہو جائے۔ آمین

اقبال کی ہمنوائی میں دُعا گو ہوں کہ۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر — حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشا ہے تو نے — انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے — دلِ مرتضیٰ، سوزِ صدیق دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر — تمنا کو سینوں میں بیدار کر
خرد کو غلامی سے آزاد کر — جوانوں کو پیروں کا استاد کر

...........غبارِ راہِ بوتراب

ملک محبوب الرسول قادری
(مدیر اعلیٰ)

مکتوبِ خصوصی

از...... حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

محترم محبوب اہلسنت محبوب الرسول قادری حفظہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم

معلوم ہوا آپ مولود کعبہ نمبر نکال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ بندہ کے مطالعہ میں کچھ چیزیں آئیں ان کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

آج کل یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ میں ہوئی یا نہیں؟ اہل علم ہمیشہ سے یہ نقل کرتے چلے آرہے ہیں کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی حتیٰ کہ کعبہ میں ولادت اور مسجد میں شہادت دونوں چیزوں کو آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت قرار دیا گیا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اسی خصوصیت کو یوں بیان کیا۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

بلکہ متعدد اہل علم نے صرف نے ولادت در کعبہ کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

المستدرک میں ہے کہ حضرت مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ کہا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے علاوہ نہ پہلے کوئی کعبہ میں پیدا ہوا اور نہ بعد میں، تو امام حاکم (ت: ۴۰۵) نے اس مقام پر واضح طور پر ان کی تردید کی ہے اور کہا کہ یہ ان کا وہم ہے اور سیّدنا مولائے کائنات کا کعبہ میں پیدا ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہے...... ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ھم مصعب فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ فی جوف الکعبة
(المستدرک، ۳:۳۰۳)

مصعب کا آخری جملہ وہم ہے ورنہ تواتر اخبار سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔

امام ذہبی نے بعینہٖ یہ الفاظ نقل کئے اور ان کی تائید کی وہ فرماتے ہیں۔

☆ بانی و سربراہ: جامعہ اسلامیہ لاہور (ایچی سن سوسائٹی) گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
0321-9494173, 042-35300353

قال الحاکم وھو مصعب فی الحرف الاخیر فقد تواتر الاخبار ان علیاً ولد فی جوف الکعبہ (تلخیص المستدرک ایضاً)

حاکم نے لکھا مصعب کا آخری جملہ وہم ہے ورنہ تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی ؓ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

اس پر کسی کا یہ کہنا کہ امام ذہبی نے بطور طعن اس عبارت کو نقل کیا ہے ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو عقل سے پیدل ہو۔ جس کو امام ذہبی کے مطالعہ وطریقہ اور مقام کا علم ہی نہیں۔ یاد رہے جب امام حاکم نے ایسی ہی بات حضور ﷺ کے ختنہ شدہ پیدا ہونے کے بارے میں لکھی تو امام ذہبی نے ان پر سخت تنقید کی اور لکھا کہ یہ بات تو ہم کسی صحیح روایت سے نہیں جانتے چہ جائیکہ یہ تواتر سے ثابت ہو۔ پہلے امام حاکم کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

قد تواترت الاخبار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولد مختوناً مسروراً (المستدرک، ۶۰۲:۲)

تواتر اخبار سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

اس پر امام ذہبی نے اپنا یہ تنقیدی نوٹ لکھا۔

قلت ما اعلم صحۃ ذلک فکیف متواتراً (تلخیص المستدرک، ۶۰۲:۲)

بندہ کہتا ہے کہ ہمیں اس کی صحت کا علم نہیں تو یہ متواتر کیسے ہوسکتا ہے۔

اس مقام پر امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت: ۹۴۲) نے امام حاکم کے قول کی خوب توجیہہ کی ہے۔ (دیکھئے: سبل الہدی والرشاد، ۱: ۳۴۷)

اگر امام ذہبی کو امام حاکم سے حضرت علی ؓ کے مولود کعبہ ہونے سے اختلاف ہوتا تو امام ذہبی اپنے مطالعہ کی روشنی میں ضرور اس پر بھی تنقید کرتے جب امام ذہبی جیسا محقق امام حاکم کی بات کو من وعن تسلیم کر رہا ہے تو کوئی دوسرا امام حاکم کی بات کو کیسے چیلنج کرسکتا ہے؟ یہ بھی یاد رہے کہ امام ابن ملقن نے بھی امام حاکم کی بات کو من وعن تسلیم کیا ہے اور اسے ہرگز رد نہیں کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے امام حاکم کی بات کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی اس کے بعد اگر کوئی موجودہ محشی اس تواتر کا منکر ہے تو اس کی بات کو کون تسلیم کرے گا؟

اس وقت جو ''مولود کعبہ'' کے خلاف بات لکھی گئی اس میں دو پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔

۱۔ ایسے اہل علم کے حوالہ جات دیے گئے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کا کعبہ میں پیدا ہونا معروف ومعلوم نہیں۔

۲۔ کچھ اہل علم نے کہا کہ مولود کعبہ والی روایت ضعیف ہے مختار قول دوسرا ہے۔

پہلی بات کا رد تو یہ اصول کر دیتا ہے کہ بات کا علم رکھنے والا بے خبر پر حجت ہوتا ہے اگر وہ کہہ رہے ہیں کہ معلوم نہیں۔ تو ان لوگوں کی بات کو تسلیم کرنے میں کیا امر مانع ہے جو کہتے ہیں کہ یہ امر تواتر سے ثابت ہے تو انہی کی بات کو تسلیم کیا جائے گا نہ کہ ان لوگوں کی بات کو، جو اس کو جانتے ہی نہیں۔

رہی دوسری بات کہ یہ قول ضعیف ہے۔ یہ امکان اپنی جگہ موجود ہے کہ بعض کے نزدیک یہ قول مختار ہو یا نہ ہو لیکن اس سے بالکل نفی کیسے لازم آتی ہے؟

• ہمیں اپنے اس روّیے پر بھی نظر ثانی کرنی چاہئے کہ جو من مخالف بات کرے اس کو اہل سنت سے خارج کر کے شیعہ قرار دے دیا جائے۔

مثلاً جب امام حاکم اہل سنت کے مسلمہ اور عظیم محدث ہیں اور ہرگز رافضی نہیں اور ان کی بات امام ذہبی، ابن ملقن، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی جیسے لوگ قبول کر رہے ہیں تو اس کے بعد انہیں شیعہ کہنے کا کوئی جواز نہیں۔

امام احمد رضا خان قادری ؒ لکھتے ہیں۔

کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام کو شیعیت سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دوم)

اس کے بعد امام حاکم، امام عبدالرزاق، امام ابونعیم، امام نسائی، امام جامی اور دیگر اہل سنت اہل علم کو شیعہ قرار دینا سراسر زیادتی وظلم ہے ایسے عمل کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے۔ آخر میں گزارش یہ ہے کہ تحقیق ضرور کیجئے لیکن حقائق مسخ نہ ہونے پائیں۔

پوری سند سے روایت:

بندہ کے سامنے اس وقت امام حافظ ابوالحسن علی بن محمد الواسطی المعروف بابن المغازلی (م، ۴۸۳) کی کتاب مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؓ ہے اس میں انہوں نے پوری سند کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ سیدنا علی ؓ کی ولادت کعبہ میں ہوئی اس روایت کو مع ترجمہ آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اسے بھی اپنے قارئین کی نذر کردیں۔

أبي طالب: فاطمة بنت أسد بن هاشم بن عبدمناف بن قصي، وهي أول هاشمية ولدت لهاشمي، وقد أسلمت وهاجرت إلى النبي ﷺ.

٣ مولده عليه السلام

٣ - أخبرنا أبوطاهر محمد بن علي بن محمد البيّع، قال، أخبرنا أبوعبدالله أحمد بن محمد بن عبدالله بن خالد الكاتب، قال: حدَّثنا أحمد بن جعفر بن محمد بن سلم الخُتّلي قال: حدَّثني عمر بن أحمد بن روح، حدَّثني

٣- إسناده فيه من لم نعرفه كزيدة بنت قريبة وأمها.

أبوالطاهر محمد بن علي بن محمد بن البيع قال الخطيب: كتبت عنه وكان صدوقًا. له ترجمة في "تاريخ بغداد" (٣/١٠٦-١٠٧ رقم ١١٠٦).

وأبوعبدالله أحمد بن محمد بن عبدالله بن خالد الكاتب قال الخطيب: كتبت عنه وكان صحيح السماع كثيره. له ترجمة في "تاريخ الإسلام" (ص١٤٨ رقم ١٥٢) في حوادث سنة ٤٢٥هجرية، وله ترجمة في "تاريخ بغداد" (٤/٧١ رقم ١٦٩٤) وكان صالحًا دينًا مكثرًا ثبتًا كتب عنه الدارقطني وحدث عنه الخطيب وأحمد بن محمد بن عبدالله الكاتب. وانظر ترجمته في "الأنساب" للسمعاني في نسب (الختلي)..

وأما عمر بن أحمد بن روح الساجي فقد تصحف وصوابه عمر بن روح الساجي، قال الخطيب: كان صدوقًا يذهب إلى الاعتزال ذكر لي ابنه عنه أنه كان أولاً حنبليًا فانتقل بعد ذلك إلى مذهب الاعتزال له ترجمة في "لسان الميزان" (٤/٣٠٦ رقم ٨٥٧).

ويحي بن الحسن العلوي لم أجده وإنما رأيت في "الميزان" (٤/٣٦٨): يحي بن الحسين العلوي رافضي متأخر... أتى بخبر كذب متنه (أن أبوي النبي ﷺ وجده في الجنة) اتهم بوضعه هذا الجاهل. اهـ

وأخرج الحاكم ليحي بن الحسن العلوي ولكنه يكنى بأبي الحسن كما ذكره شيخنا في "تراجم رجال الحاكم في المستدرك" (٢/ ٣٧٠).

وهذا الذي في السند يكنى بأبي طاهر فلعله المترجم في "الميزان".

أبوطاهر يحي بن الحسن العلوي، قال: حدَّثني محمد بن سعيد الدارمي، حدَّثنا موسى بن جعفر، عن أبيه، عن محمد بن علي، عن أبيه علي بن الحسين، قال: كنت جالسًا مع أبي ونحن زائرون قبر جدنا عليه السلام، وهناك نسوان كثيرة، إذ أقبلت امرأة منهن فقلت لها: من أنتِ يرحمك الله؟ قالت: أنا زيدة بنت قريبة بن العجلان من بني ساعدة. فقلت لها: فهل عندك شيئًا تحدثينا؟ فقالت: إي والله حدثتني أمي أم العارة بنت عبادة بن نضلة بن مالك بن عجلان الساعدي... أنها كانت ذات يوم في نساء من العرب إذ أقبل أبوطالب كئيبًا حزينًا، فقلت له: ما شأنك يا أبا طالب؟ قال: إن فاطمة بنت أسد في شدة المخاض[1]، ثم وضع يديه على وجهه.

فبينا هو كذلك، إذ أقبل محمد ﷺ فقال له: «ما شأنك يا عم؟» فقال: إن فاطمة بنت أسد تشتكي المخاض، فأخذ بيده وجاء وهي معه فجاء بها إلى الكعبة فأجلسها في الكعبة، ثم قال: «اجلسي على اسم الله!» قال: فطلقت طلقة فولدت غلامًا مسرورًا، نظيفًا، منظفًا لم أرَ كحسن وجهه، فسماه أبوطالب عليًا وحمله النبي ﷺ حتى أداه إلى منزلها.

قال علي بن الحسين عليهم السلام: فوالله ما سمعت بشيء قط إلا وهذا أحسن منه.

---

(١) والمخاض هو الطلق عند الولادة، كما في "النهاية" لابن الأثير (ص٨٦٠).

امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ اپنے جد اکرم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر تھے۔ وہاں کثیر خواتین بھی تھیں ان میں سے ایک خاتون آئی میں نے پوچھا اللہ تم پر رحم فرمائے تم کون ہو؟ بتایا میں زیدہ بنت قریبہ بن عجلان بنو ساعدہ سے ہوں، اللہ کی قسم مجھے میری والدہ اُم عارہ بنت عبادہ بن نعلہ بن مالک بن عجلان ساعدی نے بیان کیا کہ وہ عرب خواتین کے ساتھ تھیں تو اچانک جناب ابوطالب پریشانی کی حالت میں آئے تو میں نے پوچھا اے ابوطالب کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ فاطمہ بنت اسد پر بچہ کی ولادت کا وقت ہے پھر انہوں نے اپنے منہ پر رکھے ابھی ہم بات کر رہے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ کی تشریف آوری ہوئی پوچھا چچا کیا پریشانی ہے؟ بتایا فاطمہ بنت اسد پر ولادت کا وقت ہے آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ حضرت فاطمہ کو لیا اور انہیں کعبہ میں بٹھایا اور کہا یہاں اللہ کے نام پر بیٹھو تو وہاں انہوں نے مسرور اور پاکیزہ بچہ جنا میں نے تو اس جیسا حسین چہرہ کبھی نہیں دیکھا جناب ابوطالب نے ان کا نام علی رکھا، رسول اللہ ﷺ انہیں اُٹھا کر گھر لے گئے امام علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی اس سے بڑھ کر خوبصورت بات کبھی نہیں سنی۔

(مناقب امیر المؤمنین: ۲۶، ۲۷، مطبوعہ دار الاثار، صنعاء یمن، طبع ۱۴۰۲، ۲۰۰۳)

نوٹ: ہمارے دو فاضل عزیزان محمد فیصل خاں اور عاطف سلیم آف راولپنڈی نے اس کی سند پر تحقیق کی ہے دونوں کی رائے میں یہ روایت ہرگز موضوع نہیں۔

دُعا گو

(مفتی) محمد خان قادری

قطعۂ تاریخ اشاعت...... مولودِ کعبہ نمبر

از: سلطان الشعراء حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

رکھا جائے گا بزمِ وقت میں یاد خدا کا شیر، علیؓ حیدر ہمیشہ
محمد (ﷺ) کا چچا زاد اور داماد مثالی ہے یہ ہے بے مثل رشتہ
جو مونس تھا نبی (ﷺ) کا اس کا فرزند بڑا اس کو خدا نے بخشا رتبہ
بخوبی لحمک و لحمی سے ظاہر نگاہِ مصطفےٰ (ﷺ) میں اس کا درجہ
ہیں شامل "پنجتن" آلِ عبا میں عزیز و اقرب شاہِ مدینہ
وہ زہد و ارتقاء کی خوب تصویر وہ اللہ کا عبادت کیش بندہ
چہارم گوہر سلکِ خلافت محبانِ محمد ﷺ کا چنیدہ
دلآرا ہے وہ اربابِ صفا کا وہ اہل معرفت کا نور دیدہ
سر آنکھوں پر بٹھایا اہل حق نے خدا و مصطفےٰ کا برگزیدہ
اسے امت نبی ﷺ کی چاہتی ہے محبت اس سے کرتا ہے زمانہ
حبیب حق کے شہرِ علم کا در فراست کا ملا اس کو خزانہ
وہ ہے نہج البلاغہ سے نمایاں جو اس کا ہے بصیرت کا ذخیرہ
دُرِّ حکمت کے فرمودات اس کے ہے دانش اخرمیں ایک ایک خطبہ
سند ہے اوجِ علم و فقر کا بھی ہے نام اس کا شجاعت کا حوالہ
حق و باطل کا جو بھی معرکہ ہو ہمارا "یا علیؓ" ہے اب بھی نعرہ
کشادہ دل، کشادہ دست جس کو ملا جود و سخا ہر قرینہ

جو اہل حق ہیں اس پر متفق ہیں کہ ہے اس کی ولادت گاہ کعبہ
علیؓ کی اس فضیلت کا ہے منکر یہاں ایسا ہے اک بدبخت طبقہ
ہیں منکر اس حقیقت کے مگر جو نبی ﷺ کی آل سے رکھتے ہیں کینہ
جو اہلِ بیت کے دشمن ہیں بد اصل بدل سکتا نہیں ان کا وطیرہ

..........O..........

یہ نمبر خاص "انوارِ رضا" کا یہ کاوش ہے ادب آموز و عمدہ
ملک محبوب کا ہے کام نادر یہ اس کا معتبر ہے کارنامہ
وہ خوش قسمت ہے گردن میں ہے اس کی علیؓ حیدر کی الفت کا قلاوہ
وہ موروثی ہے خدمت گار اس کا علیؓ کا خاندانی ہے وہ بردہ
خدا کا خاص مجھ پر بھی کرم ہے ہوں اس کا شیفتہ وہ ارفتہ، ولا
زروئے "حب" ہے تاریخ اس کی طارق یہ "شمع عظمتِ مولود کعبہ"

۸ + ۲۰۰۳ = ۲۰۱۱ء

معلی بارگاہِ مرتضیٰ میں یہ طارق کا غلامانہ ہے ہدیہ

شہنشاہِ ولایت مرتضیٰ ہے

علیؓ کی ذات کے لائق بجا ہے
فقط زیبا علیؓ کو مرحبا ہے
سراسر بس یہی قول روا ہے
نہیں مصداق کوئی دوسرا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

امیر المومنیں، شیر خدا ہے
علیؓ دروازہ شہر علم کا ہے
علیؓ مولودِ کعبہ بھی بجا ہے
یہی پیغام دے بادِ صبا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

شریعت کا خزانہ درِ علیؓ کا
طریقت کا ٹھکانہ درِ علیؓ کا
حقیقت کا گھرانہ درِ علیؓ کا
دو عالم میں یہی گونجے صدا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

طریقت کو ملا فیضان انہی سے
ہوئی ہے معرفت ذلیشان انہی سے
ولایت میں پڑی ہے جان انہی سے
سلاسل کی انہی سے ابتدا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

علیؓ کے در کے ہیں سب ہی بھکاری
سلاسل اولیاء کے سارے جاری
سبھی پائیں انہی سے فیض باری
علیؓ کی فقر میں محکم نوا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

علیؓ فقر و غنا کی زیب و زینت
علیؓ حصل من عطا کی شان و شوکت
علیؓ کی ظاہر و باہر ہے سطوت
علی مردانگی کا مقتدا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

علیؓ کی معتبر از حد غلامی
علیؓ کے ساتھ نسبت، نیک نامی
علیؓ کے در کا سب درباں تمامی
گروہِ اولیاء و اصفیا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

اگر ہو عقل کی سر میں سرایت
متیسر ہو اگر راہِ ہدایت
جو ہو درکار فیضانِ ولایت
کرو تسلیم بے چون و چرا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

سرِ تسلیم خم کرتے ہیں سب ہی
علاجِ رنج و غم کرتے ہیں سب ہی
یہی اقرار ہم کرتے ہیں سب ہی
جو منشائے عقیدت بر ملا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

علیؓ کا قدر داں ہے حق تعالیٰ
علیؓ کے عاشقوں کا بول بالا
علیؓ کے منکروں کا منہ ہو کالا
یہی مہجورؔ کی دل سے دعا ہے
شہنشاہِ ولایت مرتضیٰؓ ہے

★ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی
گجرات

قطعہ تاریخِ طباعت

از از خامہ سیّد عارف محمود مہجور رضوی گجرات

"مخزنِ کرم مولودِ کعبہ نمبر"

1432ھ

علیؓ ہے بالیقیں مولودِ کعبہ
ولادت کی جگہ کعبہ علیؓ کی
جنم گاہِ علیؓ ہے گھر خدا کا
سکھائے عقل و دانش کے سلیقے
بڑھائے نور چراغِ سُنیّت کی
حقائق کی ہے کرتا ترجمانی
فضائل کا سہانا گلستاں ہے
علیؓ کی شان و شوکت، برتری کا
علیؓ کا کُل جہاں مدح سرا ہے
شہنشاہِ ولایت بس علیؓ ہے
چھپاتی منہ پھرے ہے خارجیّت
رہے خاسر سدا منکر علیؓ کا
نکل آیا ہے میدانِ عمل میں
علیؓ کے معترض کرے سنبھالا
ندا یہ غیب سے مہجورؔ آئی

کہو بارِ دگر مہجورؔ رضوی

اگر بارِ سوم درکار سن ہے

"مدحتِ مجلّہ "انوارِ رضا" جوہر آباد"

2011ء

کرے مضبوط یہ ایقان، نمبر
بجا ہے اس پہ اک برہان، نمبر
دکھائے ہے علی کی شان، نمبر
سجائے محفلِ عرفان، نمبر
نکالے منکریں کی جان، نمبر
معاند کا کرے بطلان، نمبر
مناقب کا ہے اک عنوان، نمبر
بہم کرتا ہے کیا فیضان، نمبر
بتائے یہ ہمیں ذیشان، نمبر
سنائے عشق کا فرمان، نمبر
صداقت کا ہے اک سامان، نمبر
کرے یہ برملا اعلان، نمبر
پئے سرکوبیٔ نقصان، نمبر
کہ ہے سدِّرہِ ہذیان، نمبر
کہو "اکرم علی ذیشان" نمبر

1432ھ

"ترنّم" سے "رفیع الشان" نمبر
690 + 742 = 1432ھ

کہو ہے "حق نما فیضان نمبر"

1432ھ

* رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہلبیتِ اطہار پر مستقلاً سلام کا جواز

امام اہلسنت غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ☆

غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے جواز کو اگرچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے عامہ اہل علم سے نقل کیا ہے۔

كَمَا فِيْ تَفْسِيْرِ رُوْحِ الْمَعَانِيْ (پارہ ۲۲ ص ۸۶) وَ اَمَّا الصَّلٰوةُ عَلٰى غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ قَدْ اِضْطَرَبَتْ فِيْهَا اَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ فَقِيْلَ تَجُوْزُ مُطْلَقًا قَالَ الْقَاضِيْ عِيَاضُ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ اَهْلِ الْعِلْمِ (اِنْتَهٰى)

لیکن جمہور کے مطابق ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم بالتبع جواز بلا کراہت کے قائل ہیں اور بالاستقلال مکروہ سمجھتے ہیں۔ البتہ صلوٰۃ کے بغیر صرف سلام علیٰ غیر الانبیاء والملائکہ علیہم السلام ہمارے نزدیک بالاستقلال اور بالتبع بلا کراہت جائز ہے۔ فقہاء کرام کے ایک گروہ نے اس مسئلے میں عدم جواز یا کراہت کا جو قول کیا ہے وہ تنہا سلام سے متعلق نہیں بلکہ مجموعہ صلوٰۃ وسلام کے بارے میں ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ جو حضرات سلام مذکور کو ناجائز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کہتے ہیں ان کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ کسی کتاب میں کوئی ایسی عبادت موجود نہیں جس سے بغیر اختلاف کے علماء اہلسنت یا کم از کم علمائے احناف کے نزدیک سلام مذکور ناجائز، مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ثابت ہوتا ہو۔ نہ یہ جمہور کا مذہب ہے۔ وَمَنِ ادَّعٰى فَعَلَيْهِ الْبَيَان۔

یقیناً بعض نے عدم جواز اور بعض نے کراہت تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کا قول کیا ہے مگر ان کے بالمقابل دوسرے علماء کرام نے اس قول کا انکار بھی فرمایا ہے جس کی روشن دلیل ان کے کلام میں سلام مذکور کا ورود ہے۔ كَمَا سَيَاْتِيْ

☆ بانی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مانعین حضرات کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) علمائے اہلسنت نے غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے علیہ السلام لکھنے کو بالاتفاق ممنوع قرار دیا ہے۔

(۲) لفظ ''سلام'' ''صلوٰۃ'' کے معنی میں ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ کی طرح تنہا سلام بھی ناجائز اور مکروہ ہوگا۔

(۳) رسل و انبیاء علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ وسلام کے الفاظ تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں اگر ان کے غیر کے لئے بھی مستقلاً استعمال کئے جائیں تو غیر نبی کی تعظیم، تعظیمِ نبی کی مثل ہو جائے گی۔

(۴) غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے صلوٰۃ وسلام یا تنہا ''سلام'' کے الفاظ استعمال کرنا روافض اور اہل بدعت کا شعار ہے۔ اس لئے یہ استعمال ناجائز ہوگا۔

علی الترتیب چاروں کا جواب حسب ذیل ہے:۔

(۱) بالاتفاق اور علی الاطلاق غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال تنہا سلام کو آج تک کسی نے ممنوع نہیں کہا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے تو اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔

اس سلام کو ممنوع، ناجائز یا خلافِ اولیٰ کہنے والے بعض علماء ہیں جس کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو وہ اس پر عمل کرے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن مجوزین بلاکراہت سے الجھنا ان کے لئے درست نہیں کیونکہ بالمقابل محققین اہلسنت کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے بالاستقلال لفظ سلام استعمال کرتا ہے پھر یہ کہ مانعین کی مراد سلام علی الاطلاق نہیں بلکہ سلام مقید ہے جس کا فِیْ مَا نَحْنُ فِیْهِ سے کوئی تعلق نہیں۔ کَمَا سَنُبَیِّنُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ لہٰذا بعض علماء اہلسنت کی وہ عبارات مانعین حضرات کے لئے مفید نہیں۔

(۲) لفظ ''سلام'' کا ''صلوٰۃ'' کے معنی میں ہونا بداہتہً باطل ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مادۂ ترکیب، اشتقاق، وضع و ہیئت اور استعمال بالکل الگ ہے پھر ایک معنی

میں ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

البتہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام کہا اور اسی قول کے پیشِ نظر امام الحرمین جوینی نے سلام کو بمعنیٰ صلوٰۃ قرار دیا۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں بزرگ شافعی ہیں۔ لہٰذا یہ قول شوافع کا ہوا جسے بعض احناف نے بھی ذکر کر دیا۔ نیز یہ کہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے صلوٰۃ کو بمعنی سلام اور بالعکس مطلقاً نہیں کہا بلکہ اس امر میں کہ صلوٰۃ وسلام دونوں ہماری دُعا اور منزل من اللہ ہونے میں ایک دوسرے کے ہم معنی اور مشعر تعظیم ہیں۔

اگرچہ اس معنی کو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے حق میں مستقلاً لفظ سلام بولنے کے لئے علت منع قرار دیا ہے لیکن اہلسنت وفقہائے احناف کے دیگر محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

اس بیان سے اہل علم حضرات پر یہ امر بھی بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے جس سلام کو بمعنی صلوٰۃ قرار دے کر اس کا استعمال غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے ممنوع قرار دیا ہے وہ ''سلام من اللہ'' ہے اور جو سلام تحیۃ من العباد ہو وہ ان کے نزدیک بمعنی صلوٰۃ نہیں۔ نہ وہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام جوینی کے قول ''فَلَا یُقَالُ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ'' جسے روح البیان، روح المعانی، جوہر التوحید اور شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے، سے مراد مطلقاً سلام من اللہ ہے، سلام تحیۃ نہیں۔ دیکھئے روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۸۶۔ لہٰذا اگر بطور تحیۃ علی علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کہا جائے تو امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے قول پر بھی ممنوع نہ ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ بعض متاخرین کی تصانیف میں سلام مذکور کا ترک متعارف ہے لیکن تفحص کے بعد مقدمین کا مسلک یہی ثابت ہوا کہ وہ بالخصوص اہل بیت اطہار کے حق میں بالاستقلال تنہا لفظ سلام بولتے اور لکھتے رہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔

(۱) ومتعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت وازواج مطہرات

و در کتب قدیمہ از مشائخ اہل سنت و جماعت کتابت آں یافتہ میشود۔ و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ است۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۴۰۵)

باوجودیکہ شیخ محقق قدس سرہٗ العزیز تصانیف متاخرین میں سلام مذکور کا ترک متعارف فرماتے ہیں مگر بذاتِ خود اپنی تصانیف میں آل پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر بالاستقلال "علیہ السلام" لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(۲) جذب القلوب صفحہ ۷۸

"درسنہ سابعہ غزوۂ خیبر بود کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام چوں سپر از دست مبارک او او فتاد دروازۂ اورا............ برکند و سپر ساخت۔"

نیز اسی صفحے پر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

(۳) وطلوع کردن آفتاب بعد از غروب بجہت فوت نمازِ عصر از امیر المؤمنین علی سلام اللہ علیہ

اسی جذب القلوب کے صفحہ ۹۴ پر ہے:۔

(۴) واورا استوانِ علی ابن طالب سلام اللہ علیہ نیز گویند

اسی صفحہ پر اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

(۵) درخانۂ فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا

پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

(۶) بعلی و فاطمہ وحسن وحسین سلام اللہ علیہم خطاب میکرد

علاوہ ازیں تفسیر عرائس البیان صفحہ ۵۱۰ پر ہے:۔

(۷) وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ مُوْسَى الرِّضَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۷۰۰ پر فرماتے ہیں:۔

(۸) هٰذِهِ الْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامَ كَانَا اِبْنَيْ رَسُوْلِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر تفسیر کبیر کی تیسری جلد ۲۲۷ پر لکھتے ہیں:۔

(۹) لَا يَجُوْزُ اِسْنَادُهٗ اِلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ

اسی صفحہ پر تیسری سطر میں ہے۔

(۱۰) وَهُوَ اَنَّ الْاَلْيَقَ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر کی جلد ہشتم صفحہ ۳۲۲ پر فرماتے ہیں۔

(۱۱) هٰذِهِ الْاٰيَاتُ نَزَلَتْ فِيْ حَقِّ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۲) ایضاً سطر سوم فی کتاب البسیط: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ حَقِّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(۱۳) ایضاً سطر چہارم: اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامَ مَرِضَا

(۱۴) ایضاً سطر ۲۲: اَخَذَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامِ بِيَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

(۱۵) ایضاً سطر ۲۴: وَلَا يُنْكِرُ دُخُوْلُ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِ

(۱۶) ایضاً سطر ۲۸، ۲۹: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مُخْتَصَّةٌ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷) تفسیر مظہری جلد ہفتم صفحہ ۴۱۲ سطر ۶ پر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامَ

(۱۸) ایضاً سطر ۷: وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامَ

(۱۹) تحفہ اثنا عشری

(۲۰) فتاویٰ عزیزی

(۲۱) تفسیر فتح العزیز۔ تینوں کتابوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت اطہار کے لئے بکثرت "علیہ السلام" استعمال فرمایا ہے۔

(۲۲) اصول الشاشی صفحہ ۲: وَالسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ

مشتے نمونہ از خروارے چند حوالے نقل کئے گئے۔ جنہیں پڑھ کر ناظرین کرام

بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین اور اکابر اہل سنت و فقہائے احناف میں ایسے محققین بکثرت ہوئے جن کے نزدیک اہل بیت اطہار و ائمہ کبار کے لئے مستقلاً "علیہ السلام" بولنا بلاکراہت جائز ہے۔ بالخصوص اصول شاشی کی عبارت وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَحْبَابِہٖ جو چھ سو سال سے دنیائے اسلام کے حنفی مدارس میں پڑھائی جارہی ہے۔ مسلک مجوزین کی حقانیت کی ایسی روشن دلیل ہے جس سے انصاف پسند حضرات کے لئے تردد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

عبارات منقولہ کو کتابت کی غلطی یا تحریف پر محمول کرنا بالکل ایسا ہوگا جیسے فی زمانہ بعض علماء اہل سنت کی عبارات میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے اسم گرامی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے جملے کو غلطی یا تحریف پر محمول کر دیا جائے۔

یاد رکھئے! کتابت کی غلطی یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی لفظ بدل جائے یا کہیں تقدیم و تاخیر ہو جائے یا کتابت میں اختصار سے کام لیا جائے جیسے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے آج کل علامت "؁" یا صلعم لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ ایک صحیح اور درست عبارت کو بلاوجہ کتابت کی غلطی یا تحریف قرار دے دیا جائے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ کتب معتبرہ کی عبارات سے اعتماد بالکل اٹھ جائے گا ہر شخص اپنے مدعا کے خلاف جو عبارت پائے گا اسی کو غلطی یا تحریف کہہ دے گا۔

الحمد للہ! ہم نے وضاحت کے ساتھ علمائے معتبرین کے کلام میں اہل بیت اطہار وائمہ کبار کے لئے مستقلاً علیہ السلام کہنے کا ثبوت پیش کر دیا۔ وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ السَّامِیَۃُ

(۳) مانعین حضرات کا یہ فرمانا کہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ مستقلاً انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان ہی کے ساتھ خاص رہیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال کیا جائے وہ ان کے ساتھ خاص ہو۔ دیکھئے "سیدنا" و "مولانا" انبیاء علیہم السلام کے لئے

تعظیماً استعمال کئے جاتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین و دیگر بزرگان دین کے لئے بھی سیدنا ومولانا بکثرت بولا جاتا ہے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام استعمالات میں بعض الفاظ ایسے بھی ہونے ضروری ہیں جو صرف انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے لئے استعمال کئے جائیں تاکہ ان کی خصوصی عظمت ظاہر ہو تو لفظ "صلوٰۃ" اور مجموعہ "صلوٰۃ و سلام" کے الفاظ موجود ہیں۔ جو حضرات انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ جن کا خاص ہونا ان کی خصوصیت شان کا مظہر ہے۔

(۴) روافض کا شعار صرف "علیہ السلام" نہیں بلکہ "علیہ الصلوٰۃ والسلام" ہے کیونکہ علیہ اسلام کے ثبوت میں جلیل القدر علماء اہل سنت کی عبارات کثیرہ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ اہل بدعت کا شعار اہل سنت کے لئے اسی وقت مکروہ و ممنوع قرار پائے گا جبکہ وہ کسی امر مذموم میں ہو۔ جیسے نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ۔ یا ان کے ساتھ تشبہ کا قصد کیا جائے۔ الحمد للہ! یہاں دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ علیہ السلام کہنا نہ مذموم ہے نہ کہنے والا تشبہ کا قصد کرتا ہے۔ لہٰذا علتِ منع نہ پائی گئی۔ جب علت ہی نہیں تو حکم کراہت و منع کا مدار کس چیز پر ہوگا؟ دیکھئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی مبحث میں قاضی عیاض و دیگر علماء سے یہی اعتراض یعنی علتِ منع نقل کر کے اس کا جواب بعینہٖ وہی دیتے ہیں جو ہم نے دیا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: وَاِنَّمَا اَحْدَثَہُ الرَّافِضَۃُ فِیْ بَعْضِ الْاَئِمَّۃِ وَالتَّشَبُّہُ بِاَھْلِ الْبِدَعِ مَنْھِیٌّ عَنْہُ فَتَجِبُ مُخَالَفَتُھُمْ اھ۔ اَقُوْلُ کَرَاھَۃُ التَّشَبُّہِ بِاَھْلِ الْبِدَعِ مُقَرَّرَۃٌ عِنْدَنَا اَیْضًا لٰکِنْ لَّا مُطْلَقًا بَلْ فِی الْمَذْمُوْمِ وَفِیْ مَا یُقْصَدُ بِہِ التَّشَبُّہُ بِھِمْ (شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۸)

بالکل یہی عبارت تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۷۹ پر بھی مرقوم ہے دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعین حضرات حکم کراہت و منع کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ائمہ کے لئے (مستقلاً) صلوٰۃ و سلام کہنے کی بدعت روافض نے جاری کی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے۔ لہٰذا ان کی مخالفت واجب ہے! میں کہوں گا کہ تشبہ باہل البدعۃ کا مکروہ ہونا ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ امر مذموم

میں یا اس وقت جبکہ تشبہ کا قصد کیا جائے۔

شامی اور روح المعانی کی اسی عبارت کا خلاصہ ہم نے اپنے جواب میں عرض کیا تھا جس کی تصدیق ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائی۔

اگر یہاں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ بلا قصدِ تشبہ مجموعۂ صلوٰۃ وسلام کا بھی جواز بلاکراہت ثابت ہوگیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے مجموعہ صلوٰۃ وسلام کا مستقلاً استعمال مسلک جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بغیر قصد تشبہ بھی استعمال کرے گا تب بھی ناجائز و مکروہ قرار پائے گا۔ بخلاف تنہا "سلام" کے کہ اسے کثیر محققین اہل سنت نے استعمال کیا ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہوا۔ فافهم وتدبر!۔

پھر یہ حضرات مانعین کرام کو چاہئے کہ اسی تشبہ کی وجہ سے عشرہ محرم میں ذکر شہادت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما، ان کے لئے ایصالِ ثواب وغیرہ امورِ مستحسنہ کو بھی ناجائز وممنوع قرار دیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام بقولِ مانعین روافض کا شعار ہیں اور ان کا تشبہ ممنوع ہے۔ نیز حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے مبارک ناموں کے ساتھ لفظ امام لکھنے کو بھی ناجائز کہیں۔ کیونکہ روافض کے مذہب میں امامت کا عقیدہ بھی ضروریات دین سے ہے جب وہ اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے لفظ امام بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امامت کے وہی معنی ہوتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک نبوت کے معنی ہیں اور غالباً اسی لئے اسلاف متقدمین کی تصانیف میں حسنین رضی اللہ عنہما یا اہل بیت اطہار میں سے کسی کے لئے امام کا لفظ نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا مانعین کرام کو چاہئے کہ وہ علت تشبہ کی بناء پر جس طرح حسنین علیہما السلام کہنے کو مکروہ جانتے ہیں اسی طرح لفظ امام حسن اور امام حسین بولنے کو بھی ناجائز اور مکروہ سمجھیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت قدس سرہٗ العزیز کے دیوان شریف حدائق بخشش حصہ دوم کی طرف آیئے جس میں بکثرت اشعار ایسے ہیں جن میں اہل بیت اطہار و دیگر بزرگان دین رضی اللہ عنہم پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالاستقلال سلام بھیجا

ہے۔ نمونے کے طور پر صرف گیارہ شعر ہدیۂ ناظرین ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

اس بتولِ جگر پارۂ مصطفےٰ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
حسن مجتبےٰ سید الاسخیا — راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہِ گلگوں قبا — بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرامِ جانِ نبی — اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام
جس کی ممبر ہوئی گردنِ اولیاء — اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
شاہِ برکات و برکات پیشینیاں — نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تاابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
میرے استاد ماں باپ بھائی بہن — اہل وولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

اس مقام پر یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہوگا کہ یہ اسلام بالتبع ہے بالاستقلال نہیں کیونکہ بالتبع سلام وہ ہوتا ہے جو تابعین کے لئے مستقلاً نہ لایا جائے بلکہ مسلم علیہ متبوع پر تابعین کا عطف کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا و آلہ اجمعین کہ یہاں حضور کی آل پر بالتبع سلام ہے اور اگر تابع کے لئے بھی لفظ سلام ذکر کر دیا جائے تو وہ سلام بالتبع نہ رہے گا اگرچہ ماقبل پر مابعد کا عطف بھی کر دیا جائے جیسے سلام اللہ علی نبینا وسلام اللہ علی آلہ کہ یہاں مابعد کا عطف ماقبل پر ہے لیکن چونکہ آل کے لئے لفظ سلام علیحدہ ذکر کر دیا گیا اس لئے اس اسلام کو بالتبع نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اسلام بالاستقلال ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اشعار منقولہ بالا میں اہل بیت و دیگر بزرگانِ دین کے لئے مستقلاً لفظ سلام بار بار ذکر کیا گیا ہے لہٰذا یہ سلام قطعاً بالاستقلال ہے۔ اس کو بالتبع کہنا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

حرفِ آخر

اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں علیہ السلام کو خلاف اولیٰ قرار دینے والے حضرات کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ اگر آپ حضرات بعض علماء کے قول پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اہل بیت اطہار کے لئے مستقلاً ''علیہ السلام'' کہہ کر خلاف اولیٰ کا ارتکاب اپنی پرہیزگاری اور پاک دامنی کے منافی سمجھتے ہیں تو ازراہِ کرم غیر صحابہ علیہم الرضوان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہہ کر بھی ترک مستحب کے دھبہ سے اپنے دامنِ تقاء کو داغدار نہ کیجئے۔ اس لئے کہ فقہائے احناف کے نزدیک استحباب ترضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولنے کا مستحب ہونا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَيُسْتَحَبُّ التَّرَضِّيْ لِلصَّحَابَةِ) اس کے بعد فرمایا: (وَالتَّرَحُّمُ لِلتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْعُبَّادِ وَسَائِرِ الْأَخْيَارِ وَكَذَا يَجُوْزُ عَكْسُهُ) وَهُوَ التَّرَحُّمُ لِلصَّحَابَةِ وَالتَّرَضِّيْ لِلتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ (عَلَى الرَّاجِحِ) ذَكَرَهُ الْقُرْمَانِيْ وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ الْأَوْلٰى اَنْ يَّدْعُوَ لِلصَّحَابَةِ بِالتَّرَضِّيْ وَلِلتَّابِعِيْنَ بِالرَّحْمَةِ وَلِمَنْ بَعْدَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالتَّجَاوُزِ اِنْتَهٰى

(درمختار حاشیہ شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۹)

''رضی اللہ عنہ صحابہ کے لئے کہنا مستحب ہے آگے چل کر فرمایا کہ تابعین اور ان کے بعد والے علماء و بزرگان دین کے لئے ''رحمتہ اللہ علیہ'' کہنا مستحب ہے ایسے ہی بقول راجح اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی صحابہ کے لئے ترحم، اور بعد والوں کے لئے ترضی، یہ قرمانی نے ذکر کیا اور زیلعی نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ صحابہ کے حق میں دُعا کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور تابعین کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' اور ان کے بعد والوں کے لئے مغفرت اور تجاوز کے الفاظ بولے۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر جملہ ''وَكَذَا يَجُوْزُ عَكْسُهٗ'' کسی خوش فہمی کا موجب ہو جائے لہٰذا یہ گزارش بے محل نہ ہوگی کہ یہاں ''يَجُوْزُ'' ہے ''يُسْتَحَبُّ'' نہیں جس سے غیر صحابی کے لئے ''اِسْتِحْبَابِ تَرَضِّیْ'' ثابت ہو جائے اور اگر ''يَجُوْزُ'' ہی کا سہارا لے کر غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اسی سہارے کو تھام کر کبھی ''ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' ور ''عمر علیہ الرحمۃ''، ''عثمان وعلی علیہما الرحمۃ'' بھی کہا ہوتا۔ جب اس کی ہمت نہ ہوئی تو اس کی جرأت کیسے ہوگئی؟ فَلَا تَغْفُلْ

اس کے بعد علامہ شامی کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ درمختار کی منقولہ عبارت کے تحت فرماتے ہیں:

(ویستحب الترضی للصحابة)

لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُبَالِغُوْنَ فِيْ طَلَبِ الرِّضٰى مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَجْتَهِدُوْنَ فِيْ فِعْلِ مَا يُرْضِيْهِ وَيَرْضَوْنَ بِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الْاِبْتِلَاءِ مِنْ جِهَتِهٖ اَشَدَّ الرِّضٰى فَهٰؤُلَاءِ اَحَقُّ بِالرِّضٰى وَغَيْرُهُمْ لَا يَلْحَقُ اَدْنَاهُمْ وَلَوْ اَنْفَقَ مِلْءَ الْاَرْضِ ذَهَبًا زَيْلَعِيْ

(شامی جلد ۵ صفحہ ۶۵۹)

''صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اس لئے کہ وہ رضاء الٰہی طلب کرنے میں بہت کوشش کرتے ہیں اور وہ ایسے کاموں سے راضی ہوتے تھے جن کے باعث انہیں ابتداء ہی سے بہترین رضا حاصل ہو جائے۔ لہٰذا ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے کے وہی زیادہ حقدار ہیں۔ ان کا غیر اگر پہاڑ بھر سونا بھی خرچ کر دے پھر بھی ان کے ادنیٰ ترین فرد سے نہیں مل سکتا۔ (انتہی)

فقہاء احناف کی ان روشن تصریحات کے باوجود بھی اگر غیر صحابہ کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے سے آپ کا دامن اتقاء ترک مستحب خلاف اولیٰ کے ارتکاب سے پاک ہے تو یقین رکھئے کہ اہل بیت رسول ﷺ کے حق میں ''علیہم السلام'' کہنے سے بھی آپ کا پاکیزہ دامنِ معصیت سے داغدار نہ ہوگا۔

آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام

۱۔ حضرت ابوالحسن سیدنا علی المرتضیٰ حیدر کرار علیہ السلام (متوفی ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ)

۲۔ حضرت ابو محمد سیدنا امام حسن مجتبیٰ زکی علیہ السلام (رمضان المبارک ۳ھ۔ ربیع الاول ۵۰ھ)

۳۔ حضرت ابو عبداللہ سیدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام (شعبان ۴ھ۔ ۱۰ محرم ۶۱ھ)

۴۔ حضرت ابوالحسن سیدنا امام علی بن حسین سجاد، زین العابدین علیہ السلام

(۱۵ جمادی الاوّل ۳۸۔ ۲۵ محرم ۹۵ھ)

۵۔ حضرت ابو جعفر اوّل، سیدنا امام محمد بن علی باقر (یکم رجب ۵۷ھ۔ ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ)

۶۔ حضرت عبداللہ سیدنا امام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام (۱۷ ربیع الاوّل ۸۳ھ۔ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ)

۷۔ حضرت ابوالحسن اوّل سیدنا امام موسیٰ بن جعفر کاظم علیہ السلام

(۷ صفر المظفر ۱۲۹ھ۔ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ)

۸۔ حضرت ابوالحسن سیدنا امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام

(۱۱ ذی قعدہ ۱۵۳ھ۔ ۲۳ ذی قعدہ ۲۰۳ھ)

۹۔ حضرت ابو جعفر ثانی سیدنا امام محمد بن علی تقی جواد علیہ السلام

(۱۰ رجب المرجب ۱۹۵ھ۔ ۱۶ ذی قعدہ ۲۲۰ھ)

۱۰۔ حضرت ابوالحسن ثالث سیدنا امام علی بن محمد نقی ہادی علیہ السلام

(۵ رجب المرجب ۲۱۴ھ۔ ۳ رجب ۲۵۴ھ)

۱۱۔ حضرت ابو محمد، سیدنا امام حسن بن علی عسکری زکی علیہ السلام

(۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ۔ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ)

۱۲۔ حضرت سیدنا امام مہدی علیہ السلام

پیدا کیا حرم میں تجھے ذات پاک نے
مقصود تھی جہاں میں تری برتری علیؑ
اسی ایک بات پہ مجھے کافر کہا گیا
کیوں صبح و شام ہے مرے لب پر علیؑ علیؑ

(رفعت سلطان قادری)

مولودِ کعبہ

پیغامات..........

☆ حضرت پیر سید محمد فاروق القادری (شاہ آباد شریف)

☆ حضرت پیر سید قطب الحق شاہ گیلانی (گولڑہ شریف)

☆ حضرت پیر سید محمد انور حسین شاہ کاظمی (کاظم آباد شریف)

☆ حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)

☆ حضرت پیر ڈاکٹر پروفیسر محمد آصف ہزاروی (وزیر آباد)

☆ حضرت پیر ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی (اسلام آباد)

.... پیغام ....

اہل اسلام کی طرف سے علمی وقار کی علامت اور روحانی دنیا کے لئے عظمت کا استعارہ

حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری ☆

به کعبه ولادت به مسجد شهادت کسے را میسر نه شد ایں سعادت

باب مدینۃ العلم، قبلہ اہل طریقت، پیشوائے اربابِ حقیقت، حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم کو جہاں بے شمار فضائل و مناقب عطا ہوئے وہاں آپ کو یہ شرف بھی ملا کہ آپ کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ امت مسلمہ کے جلیل القدر مشائخ، علماء، محدثین اور مورخین نے آپ کی اسی منفرد خصوصیت کا شرح صدر کے ساتھ ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور یوں اہل بیت نبوت کے اس فردِ مزید کے حضور اپنی محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض کورے مولویوں نے نت نئے شگوفے چھوڑے اور اپنے آپ کو پڑھا لکھا ثابت کرنے کی خاطر غیر متنازعہ مسائل کو چھیڑ کر بے وقت کی راگنی بجانا وطیرہ بنا لیا ہے کیا خوب فرمایا تھا شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے۔

دین کافر فکر و تدبیرِ جہاد دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

اہل سنت و جماعت سے اپنے آپ کو نسبت دینے والے "بدنام کنندۂ نکو نامے چند" ان مولویوں نے، ناصبیت، خارجیت اور یزیدیت کو آب و دانہ مہیا کرنے میں بالکل وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو وہابی حضرات سرور عالم ﷺ کے فضائل و مناقب کے سلسلے میں اختیار کرتے ہیں وہ ہر فضیلت میں میں میخ نکالنا شروع کر دیتے ہیں یوں اہل دل کے سامنے ان کے دل کا چور واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

☆ ادیب شہیر، محقق، مترجم، مصنف، مؤلف اور عظیم روحانی پیشوا
سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف تحصیل گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان
0300-9422786, 03007827527

اعتقادی اور عملی طور پر اس وقت امت مسلمہ پر چاروں طرف سے یلغار جاری ہے ملک عزیز اس وقت دہشت گردی، مزارات کی بے حرمتی، مہنگائی، بدامنی اور لاقانونیت کا شکار ہے ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ ان خطرناک مسائل میں پریشان حال قوم کو دھکیلنے والے کون ہیں اور یہ کس کے اشارے پر یہ کھیل کھیل رہے ہیں آخر اس وقت ان مسائل کو چھیڑنے کی ضرورت کیا پیش آگئی ہے۔

اس وقت خارجیت، ناصبیت اور یزیدیت کی وکالت کی ضرورت کیوں پڑ گئی ہے اس تحقیق، تدقیق اور اجتہاد کا امت مسلمہ کو کیا فائدہ ہے؟ سوائے اس کہ کے صحن کعبہ میں پیشاب کرنے والے کے مطابق صرف اپنی شہرت مقصود ہے چاہے وہ جیسے بھی ہو سچ فرمایا تھا حضرت اقبال نے۔

ز اجتہاد عالمان کم نظر اقتدار بر رفتگاں محفوظ تر

میرے عزیز دوست ملک محبوب الرسول قادری اپنی راست فکری اور علمی و مذہبی خدمات کی بنا پر ملک کے پڑھے لکھے طبقے میں نہایت احترام سے دیکھے اور پڑھے جاتے ہیں انہوں نے مولود کعبہ کے موضوع پر مناظرہ بازی کی بجائے مثبت انداز میں جس طرح مواد اکٹھا کر کے محبان علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں آخر میں دُعا ہے۔

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قولِ ایماں کُنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامانِ آلِ رسول

ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے۔

پیغام

حضرت پیر سید قطب الحق شاہ گیلانی

(گولڑہ شریف)

صلحا و صوفیا کے تمام سلاسل حضرت باب مدینۃ العلم مظہرِ مصطفیٰ سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جا ملتے ہیں کیونکہ وہ روحانیت و معرفت، ولایت اور علوم کے قاسم ہیں باب مدینۃ العلم ہونا ان کی خصوصیت ہے اسی طرح انہیں مولود کعبہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے بقول حضرت سعدی شیرازی:

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

مجھے یہ خوشخبری ملی کہ ہمارے دیرینہ سنگی اور علمی دوست گرامی قدر علامہ ملک محبوب الرسول قادری اپنے علم افروز سہ ماہی مجلہ ''انوارِ رضا'' جوہر آباد کا خصوصی ایڈیشن بعنوان ''مولودِ کعبہ'' شائع کر رہے ہیں جس میں اہل علم و فضل اور اصحاب دین و دانش کی تحریریں اور منظومات جگہ پا رہی ہیں۔ بلاشبہ ایسی کاوش پوری ملت کے لئے نفع، خیر اور برکت کا باعث ہے۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قادری صاحب کو دین کی خدمت کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ عائشہ

''علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔''

(مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

...........پیغام...........

زینت السادات، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ

علامہ سیّد محمد انور حسین کاظمی☆

مولائے کائنات، مولود کعبہ، باب مدینۃ العلم، مظہر العجائب، اسد اللہ الغالب، غالبِ علیٰ کل غالب، امام المشارق و المغارب، خلیفۂ راشد، قاسم ولایت، جانشین مصطفےٰ (ﷺ) حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا انکار بدقسمتی و بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو خداوندِ قدوس نے ایک سے بڑھ کر ایک فضیلت و شان عطا فرمائی جن میں سے ہر ایک فضیلت کو اہل حق نے دل و جان سے قبول کیا اور کسی ایک بھی خوبی و خصوصیت کا کسی خوش قسمت انسان نے انکار نہیں کیا۔ مولودِ کعبہ ہونا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عظیم شرف ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ مسجد میں شہادت آپ کی خصوصیت ہے۔ حضرت سعدی کے بقول:

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت　　بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

سہ ماہی ''انوارِ رضا'' جوہر آباد نے آپ رضی اللہ عنہ کی اس عظیم خصوصیت کی مناسبت سے اشاعتِ خاص کا اہتمام کیا ہے جو یقیناً بڑا اعزاز ہے۔ ''مولودِ کعبہ نمبر'' کی اشاعت پوری سُنّی دنیا کے لئے نویدِ جانفزا ہے اور ایمان کی حلاوت کا سبب ہے میں اس عظیم خدمت پر ''انوارِ رضا'' کے چیف ایڈیٹر برادر محترم ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ ''خصوصی نمبر'' بھی ان کی پہلے کی خصوصی اشاعتوں کی طرح مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ حضور سیّد عالم شافع محشر ﷺ ان کی دستگیری فرمائیں اور مولائے کائنات مولود کعبہ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں خصوصی طور پر فیضانِ معرفت سے مستنیر فرمائیں۔ آمین (انٹرنیشنل مسلم موومنٹ کی طرف سے ہم انہیں مبارکباد اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

☆ سربراہ: انٹرنیشنل مسلم موومنٹ، سجادہ نشین: دربار عالیہ کاظم آباد شریف (کھوئی رٹہ) آزاد کشمیر

قافلۂ حسین علیہ السلام آج بھی کربلا میں ہے

...........پیغام...........

فاضل نوجوان، عالم باعمل، طبیب حاذق، روحانی معالج

حضرت پیر سیّد فیض الحسن شاہ بخاری☆

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ خوارج نے ہمیشہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے انتہائی بغض و عناد کا عملی مظاہرہ کیا۔ عترتِ رسول ﷺ سے نفرت و بیزاری ان کا معمول اور وطیرہ رہا اور اس سلسلہ میں اس بدنصیب ٹولے نے اخلاقیات کی تمام حدود بھی پھلانگ دیں۔ ناصبیوں اور خارجیوں نے کیا کچھ نہیں کیا؟ برسرِ منبر اولادِ حیدرِ کرار اور آلِ پیغمبر پر تبرّا بازی ضروری عمل گردانا۔ اہل بیت کی تنقیص اپنا فریضہ خیال کیا اور اہل بیت کے مخالف ٹولے کے لیے بے بنیاد اور من گھڑت اقوال و فضائل بیان کیے گئے۔ فضیلتِ آلِ رسول کے مقابلے میں جھوٹی حدیثیں گھڑنے سے بھی اجتناب نہ کیا گیا۔ لاکھوں سلام ہوں ان عظیم لوگوں پر جنہوں نے ہمیشہ اذیتیں جھیلیں، مصائب برداشت کیے، زندہ سولی پر چڑھ گئے، آگ میں جل جانا اور سمندر میں غرق ہو جانا تو قبول کر لیا مگر اہل بیت اطہار کی عزت و ناموس پر حرف نہ آنے کی قسم کھائی اور ہمیشہ اپنے اس عہد کو نبھایا۔ مختصر یہ کہ حق و باطل کی آویزش ہمیشہ جاری رہی آج بھی جاری ہے۔ آئے روز نئے سے نئے شوشے چھوڑے جاتے ہیں عترتِ نبوی ﷺ کے نام لیواؤں پر عتاب روا رکھا جاتا ہے اہل بیت اطہار کے غلاموں کو مطعون کیا جاتا ہے۔ آج بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام لینے والوں کو برسرِ منبر گالیاں دی جاتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ قافلۂ حسین آج بھی کربلا میں ہے..... اس شور میں ہر شخص پورے خلوص سے اپنے گریبان میں جھانکے اور اپنے ضمیر سے پوچھے، علم و تحقیق کی بنیاد بنائے، شاید کسی کا ضمیر اور مقدر اسے زمانے کا حُر بنا دے۔

''مولود کعبہ'' کے عنوان سے ''انوارِ رضا'' کی خصوصی اشاعت ویرانے میں اذان ہے، حق کی آواز ہے۔ مظلوموں کے لئے قوت و تقویت کا باعث ہے۔ اٹھو لوگو! اور حق کی آواز کا ساتھ دو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کونو مع الصادقین ''سچ بولو اور سچ کو سر بلند کرو۔'' تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سربلند کرے اور ساقیٔ کوثر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ یوم حشر آپ کو جام کوثر عطا فرمادیں۔ آمین

☆ سجادہ نشین: بہاری شریف آزاد کشمیر 0300-5169745

پیغام

پیر طریقت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر

صاحبزادہ محمد آصف ہزاروی☆

محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری دام اقبالہ کے علمی و تحقیقی سہ ماہی جریدہ "انوارِ رضا" کا خصوصی نمبر بعنوان "مولودِ کعبہ" پیش نظر ہے۔ احقر پہلے بھی قادری صاحب کے اعمال و اقوال کا معترف رہا ہے اور بلاشبہ حضرت قادری صاحب کا وجود سرمایۂ اہلسنت ہے جو ہر وقت اور بروقت مصروف جہد رہتے ہیں اور اہلسنت کے بنیادی عقائد کی ترویج و اشاعت بزرگان اہلسنت اور اسلاف طریقت کے احوال ان کا موضوع خاص ہے سیّدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مولودِ کعبہ ہونے کے حوالے سے اس اس وقت اشاعت کے ذریعے حضرت قادری صاحب نے احقاقِ حق کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ہم سب کی نمائندگی کا بھی حق ادا کردیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول و منظور فرمائے اور آئندہ بھی انہیں اپنے بڑوں کے عقائد کی حفاظت کی توفیق دے۔

میرا تجزیہ یہ ہے کہ قادری صاحب کے ہاں موجود سلاست و بلاغت کا حسین امتزاج قاری کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور ان کی تحریر جہاں لفظی کا حسن لیئے ہوئے ہوتی ہے وہیں قاری کے خیالات پر بھی چھا جاتی ہے۔ الفاظ ہاتھ باندھے قادری صاحب کی بارگاہ میں ملتمس ہوتے ہیں اور وہ انہیں نگینوں کی طرح چنتے جاتے ہیں اور اپنی تحریر کو مرصع کرتے جاتے ہیں اور یوں دلائل و براہین کے انبار لگاتے جاتے ہیں شاید شاعر نے انہی کے بارے میں کہا تھا۔

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کیا ہے تیرا مشغلہ   روشنی تقسیم کرنا ، جگنوؤں کو پالنا

میں "انوارِ رضا" کی اس خصوصی اشاعت پر اپنے بھائی ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں کہ بارگاہِ مرتضوی میں ان کا یہ خراج منظور ہو اور وہ قاسم ولایت باب مدینۃ العلم سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے فیض یاب ہوں...... آمین۔

☆ سجادہ نشین: دربار عالیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد (پاکستان) 0300-6256500

پیغام

ادیب شہیر، بزرگ ، عالم، مصنف، مترجم، مدیر جہانِ رضا

علامہ اقبال احمد فاروقی

انوارِ رضا، جوہر آباد کے خصوصی نمبر "مولودِ کعبہ" کی اشاعت پر بہ صمیم قلب ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب، کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شرف ہے اس کا ذکر اہل ایمان کے لئے حلاوت کا باعث ہے۔ حکیم بن حزام یا کسی دوسرے کی کعبۃ اللہ میں ولادت سے سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی فضیلت پر فرق نہیں پڑتا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے جسے چاہے عطا کرے۔ مزید براں اہل تصوف کے تمام سلاسل سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ ہیں۔ وہ قاسم ولایت بھی ہیں اور باب مدینۃ العلم ہیں۔

مولودِ کعبہ
سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔
کسے را میسر نہ شد این سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت
ماہنامہ انوارِ رضا ۔ جوہر آباد ۔ کے خصوصی نمبر "مولودِ کعبہ" کی اشاعت پر بصمیم قلب ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔
اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے۔ یہ حضرت علی کا شرف ہے۔ اس کا ذکر اہل ایمان کے حلاوت کا باعث ہے۔

حکیم بن حزام یا کسی دوسرے کی کعبۃ اللہ میں ولادت سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت پر فرق نہیں پڑتا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے جسے چاہے عطا کرے۔
مزید براں اہل تصوف کے تمام سلاسل سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ ہیں۔ وہ قاسم ولایت بھی ہیں اور باب مدینۃ العلم ہیں۔

اقبال احمد فاروقی
۱۱ [illegible]-۶-۲۶

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور 0300-4235658

..........پیغام..........

علی امام من است و منم غلام علی

پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ☆

تمہید

۱۱ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ ہجری کی صبح حلقہ ذکر کی فراغت کے بعد خانقاہ میں تعمیراتی امور کو دیکھ رہا تھا کہ برادرِ عزیز محترم محبوب الرسول قادری سے فون پر بات ہوئی۔ ملک صاحب نے نہایت دل گرفتہ انداز میں دو خبریں سنائیں۔ ایک یہ کہ لایعنی مسئلہ پر اہل سنت کے دو گروپ مناظرہ کی حد تک آمنے سامنے ہیں یہ روش کسی قسم کی علمی و دینی خدمت کے بجائے اہل سنت میں باہمی تفریق کا باعث ہوگی اور آج کل اہل سنت میں "حب صحابہ" کہیں نہ کہیں بغض اہل بیت کا باعث بن رہا ہے اور اسی طرح کہیں نہ کہیں "حب اہلِ بیت" بغض صحابہ کا باعث جو کہ بہت المناک اور خطرناک ہے اور کئی شقی القلب کسی نہ کسی بہانے ان پاک اور مقدس ہستیوں کی شان گھٹانے کی ناپاک کوشش کرتے رہتے ہیں جو انتہائی قابل مذمت ہے، اس لئے اس وقت کی ضرورت ہے کہ ہم تمام پاک ہستیوں کی شان وعظمت کو اجاگر کریں تا کہ آنے والی نسلوں کو ہم تمام نفوس قدسیہ کی محبت اور ان سے وابستگی وارفتگی پختہ کرنے کا سبب بنیں۔

الحمد للہ! اس سلسلہ میں ملک صاحب "مولودِ کعبہ نمبر" سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کی شکل میں شائع فرما رہے ہیں آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ میں اس سلسلہ میں کچھ معروضات پیش کروں تو آج ۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۲ ہجری کے تاریخی دن کے موقع پر" چند عقیدت کے پھول.......... آقا و مولا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

☆ سجادہ نشین: آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول اسلام آباد 0313-4777147

حضور" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کیونکہ ۔

علی امام من است و منم غلام علی ہزار جان گرامی فدا بہ نام علی

اسم گرامی

آپ کا نام نامی اسم گرامی "علی (رضی اللہ عنہ)"، لقب "حیدر"، کنیت "ابوالحسن" اور "ابوتراب" ہے۔ ابوتراب کنیت آپ رضی اللہ عنہ کو زیادہ عزیز تھی جو کہ رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ (بخاری)

ولادت

اکثر سیرت کی کتب کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت بیت اللہ میں ہوئی اور شہادت مسجد میں۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت بہ کعبہ ولادت بمسجد شہادت

والدین

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ابوطالب بن ہاشم بن عبدالمناف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف تھا۔ یہ جناب ابوطالب کے چچا کی بیٹی تھیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی تھے۔

جناب ابوطالب مکہ کے نہایت بااثر بزرگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت تھی۔ آپ نے بچپن میں آقا ﷺ کی پرورش بھی کی اور جوان ہونے پر اعلان نبوت کے بعد ہر مقام پر ساتھ بھی دیا۔ شعب ابی طالب کا واقعہ اس کی زندہ مثال ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد کو بھی آقا ﷺ سے بہت محبت تھی اور وہ بچپن میں سیدنا محمد ﷺ کا خاص خیال رکھتی بلکہ آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز سمجھتی تھیں۔ ان کے انتقال پر آپ ﷺ بہت غمناک ہوئے تدفین کے وقت آپ ﷺ نے ان کی قبر کا کچھ حصہ اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار کیا اور اس کے لئے کچھ آیات قرآنی پڑھ کر اس میں دم کیا اور ان کے لئے دُعا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا جناب ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ اس نیک خاتون کا احسان مند ہوں۔ (اسد الغابہ، جلد ۵)

غزوات

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام عمر سفر وحضر میں، غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ سوا اس کے کہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے کوئی ڈیوٹی لگ گئی ہو جیسے شب ہجرت اور غزوۂ تبوک۔

آپ رضی اللہ عنہ ہر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جنگ بدر، جنگ خندق اور جنگ خیبر اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جنگ خیبر میں آپ ﷺ نے لشکر کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی...... نیز دُعا بھی فرمائی اور مسلمانوں کو یہ فتح عظیم نصیب ہوئی۔

صحابہ کے مابین الفت و روابط

جملہ صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہایت اچھے تعلقات تھے اور آپ رضی اللہ عنہ پہلے تینوں خلفاء کے ادوار میں قاضی القضاۃ رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اُم کلثوم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اس رشتہ سے آپ کے مراسم بھی مثالی ہو گئے۔ (تاریخ ابن خلدون، جلد۲ تاریخ طبری)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی مرقوم ہے کہ "جو مجھے خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دے میں اس پر حد نافذ کروں۔" آپ کا فرمان ہے "جس نے مجھے شیخین پر فضیلت دی میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔"

اللہ تعالیٰ کا حکم

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے ان میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ہیں۔ (ترمذی)

مقام و مرتبہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے پس اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (بخاری ومسلم)

دنیا اور آخرت کی بھلائی

مواخات مدینہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔" (ترمذی)

محبت رسول اللہ ﷺ کی نشانی

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے گویا اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔ (طبرانی)

فرمان رسول اللہ ﷺ

جس نے علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا۔ (رواہ احمد)

علی مولا

یوم غدیر کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولا "جس کا میں آقا ہوں اس کا علی آقا ہیں۔"

منفرد تین فضائل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین فضیلتیں منفرد

ہیں جو میرے نزدیک تمام دنیا سے محبوب ہیں۔(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔.........(۲) حضور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور ان کو جو حلال ہے مجھے نہیں۔..........(۳) غزوۂ خیبر میں ان کو جھنڈا عطا کیا گیا۔(تاریخ الخلفاء)

باب مدینۃ العلم

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔“ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اخلاق کریمانہ، سخاوت، حلم، شجاعت، علم، زہد و تقویٰ، عاجزی اور انکساری میں رسول اللہ ﷺ کے عکس جمیل تھے ایمان لانے کے بعد پیمانِ وفا کو تا عمر حیات مردانہ وار نبھایا اور دنیا کے سامنے ایک نئی مثال قائم کر دی۔

الحمد للہ! اہل سنت جہاں اہل بیت کے ساتھ الفت و محبت اور وارفتگی رکھتے ہیں وہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق اور عظمت کے بھی قائل ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضورؐ نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہؐ کی

ارشادِ نبوی ﷺ

اے علی رضی اللہ عنہ! تجھ سے محبت کرنے والا
مجھ سے محبت کرنے والا ہے
اور تجھ سے بغض رکھنے والا
مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

عظمتِ شیرِ خدا کے معترف ہر دو جہاں
صَولتِ شیرِ خدا ہے لافتیٰ سے آشکار
مِدحتِ شیرِ خدا کیوں کر نہ ہو وردِ زباں
مدحتِ شیرِ خدا ہے اہلِ ایماں کا شعار

(سیّد عارف محمود مجوّر رضوی (گجرات))

مولودِ کعبہ

☆ حمد، نعت، منقبت

☆ کلام الامام امام الکلام

☆

حمد باری تعالیٰ

اے خدا اے مہرباں مولائے من — اے انیسِ خلوتِ شبہائے من

اے کریم اے کارسازِ بے نیاز — دائم الاحسان شہِ بندہ نواز

اے کہ نامت راحتِ جان و دلم — اے کہ فضلِ تو کفیلِ مشکلم

ما خطا آریم و تو بخشش کُنی — نعرۂ اِنّی غفورٌ مے زنی

خدا کی تعریف

اے خُدا، اے کہ تُو میرا مہربان مولا ہے۔ اے کہ تُو میری راتوں کی تنہائی کا رفیق ہے۔ اے کریم، اے میرے بے نیاز کارساز، تو ہمیشہ احسان کرنے والا اور بندہ نواز بادشاہ ہے۔ اے کہ تیرا نام میرے دِل کے لیے باعثِ آرام ہے اور اے کہ تیرا فضل میری مُشکلات کو دُور کرنے والا ہے۔ ہم غلطی کرتے ہیں اور تُو مُعاف کرتا ہے اور ہمیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ میں بہت بخشنے والا ہوں۔

نعت
بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

یا صاحبُ الجمالِ و یا سیّدُ البشر

مِن وجہکَ المنیر لقد نُوّر القمر

لا یمکنُ الثناءُ کما کان حقّہٗ

"بعد از خُدا بزرگ توئی قصّہ مُختصر"

تعریف پیمبر

اے کہ آپ صاحبِ جمال ہیں اور تمام انسانوں کے سردار ہیں۔ آپ کے رُوئے تاباں سے چاند روشن ہوتا ہے۔ آپ کی تعریف آپ کے شایانِ شان ممکن نہیں مختصر یہ کہ آپ خُدا کے بعد سب سے بڑی ہستی ہیں۔

منقبت

علیؑ کا وِرد ہر دُکھ کی دوا ہے
علیؑ کا ذکر بھی مشکل کشا ہے

علیؑ کا ذکر ہے ذکرِ محبت
علیؑ کا راستہ راہِ ہدیٰ ہے

علیؑ ہے مظہرِ نورِ حقیقت
علیؑ سرِ رضائے مصطفےٰ ہے

علیؑ کے خوشہ چیں اہلِ بصیرت
علیؑ کا معترف ہر باصفا ہے

علیؑ پہ کل خدائی مفتخر ہے
علیؑ مشکل کشا، حاجت روا ہے

علیؑ ہے موجبِ تزئینِ ہستی
علیؑ نوشاہِ بزمِ دوسرا ہے

علیؑ ہے مظہر لحمک لحمی
علیؑ جسمک جسمی سرتاپا ہے

علیؑ بمنزلہ ہاروں نبی ہے
علیؑ مصداق حرفِ ھل اتی ہے

علیؑ نورِ نبوت کا ہے شاہد
علیؑ دوشِ نبوت کی عطا ہے

علیؑ مَن کنت مولیٰ کا موید
علیؑ محبوبِ ممدوحِ خدا ہے

علیؑ منہاجِ ایمانِ مکمل
علیؑ معراجِ صبر و ارتضا ہے

علیؑ ہر عہد کی ٹھہرا ضرورت
علیؑ ہر دور میں رہبر رہا ہے

علیؑ کا نام لیوا ہے زمانہ
علیؑ ہر اہلِ دل کا رہنما ہے

علیؑ خیبر شکن قاطعِ باطل
علیؑ ہی اصل میں شیرِ خدا ہے

علیؑ کے کون آئے بالمقابل
علیؑ کے زیب تن شانِ فتیٰ ہے

علیؑ کا ہاتھ ہے دستِ الٰہی
علیؑ کی محترم رب کو رضا ہے

علیؑ مخدوم ہر ادنیٰ و اعلیٰ
علیؑ فرمانروائے اذکیا ہے

علیؑ ہے وجہِ تکوینِ سلاسل
علیؑ ممدوح و جانِ اصفیا ہے

علیؑ کے دم سے ہے قائم طریقت
علیؑ ہی سے ولایت دل رُبا ہے

علیؑ ہے پیکر لطف و عنایت
علیؑ سے فقر کی زیبا قبا ہے

علیؑ ہے صاحبِ نہج البلاغہ
علیؑ شرحِ نبیؐ کا مقتدا ہے

علیؑ ہے دل نشینی دینِ حق کی
علیؑ رعنائی صدق و صفا ہے

علیؑ سے عظمتِ اسلام قائم
علیؑ سے سطوتِ دیں خوش نما ہے

علیؑ کی بادشاہی ہے مُسلّم
علیؑ کے علم سے مہکی فضا ہے

علیؑ ہے فکر کا عرشِ معلّی
علیؑ جانِ فقاہت کی بقا ہے

علیؑ تفسیرِ احکامِ الٰہی
علیؑ شرحِ نظامِ مصطفےٰؐ ہے

علیؑ کے خون سے اسلام پھیلا
علیؑ سے دینِ حق پھولا پھلا ہے

علیؑ کی آل سے قربان ہو کر
علیؑ کا نام اونچا کر دیا ہے

علیؑ نے کفر کی توڑی رعونت
علیؑ سے نقش باطل کا مٹا دیا ہے

علیؑ سے ظلم نے خفت مٹائی
علیؑ سے خائب و خاسر جفا ہے

علیؑ کی شان و شوکت اللہ اللہ
علیؑ دینِ نبی کا طنطنہ ہے

علیؑ کا وِرد کرتے ہیں خلائق
علیؑ کا ذکر در ارض و سما ہے

علیؑ ہے ساقیِ صہبائے عرفاں
علیؑ کا عام فیضانِ سخا ہے

علیؑ کا نام ہے شرطِ اجابت
علیؑ لب کے لئے حرفِ دُعا ہے

علیؑ پیدا ہوا اللہ کے گھر میں
علیؑ کی یہ فضیلت بے بہا ہے

علیؑ کا ہر شرف ارفع و اعلیٰ
علیؑ کا ہر حرف قبلہ نما ہے

علیؑ کی رہبری الحق مُسلّم
علیؑ سب کا حقیقی پیشوا ہے

علیؑ کو دیکھنا عینِ عبادت
علیؑ میں جلوۂ خیر الوریٰؐ ہے

علیؑ سرمایۂ حسنِ یقیں ہے
علیؑ اک نعمتِ رب العلیٰ ہے

علیؑ اوڑھے ہے چادر مصطفےٰؐ کی
علیؑ پہنے نیابت کی رِدا ہے

علیؑ داماد ہے خیر الوریٰ کا — علیؑ فخرِ رسولِ مجتبےٰ ہے
علیؑ ہے آیت قرآنِ ناطق — علیؑ اک باب شہرِ علم کا ہے
علیؑ بھائی جنابِ مصطفےٰ کا — علیؑ جانِ حبیبِ کبریا ہے
علیؑ حسنین کا ذی شاں پدر ہے — علیؑ زوجِ جنابِ فاطمہ ہے
علیؑ ہے مورثِ اعلیٰ ہمارا — علیؑ ہر دو جہاں میں آسرا ہے
علیؑ چوتھا خلیفہ مومنوں کا — علیؑ حق بیں ہے حق کا راستہ ہے
علیؑ کے قدرداں صدیقِ اکبر — علیؑ ، فاروق اعظم کی رضا ہے
علیؑ عثمان کا ہم زلف یارو — علیؑ کا ہر صحابی ہم نوا ہے
علیؑ کا مشورہ سب مانتے ہیں — علیؑ کا ہر کوئی مدحت سرا ہے
علیؑ کا فیصلہ روحِ عدالت — علیؑ کا حکم حق سے آشنا ہے
علیؑ کا سب سے ہے ممتاز لہجہ — علیؑ کی منفرد سب سے ادا ہے
علیؑ کی ذاتِ والا کی یہ عظمت — علیؑ کے لب پہ قرآں بولتا ہے
علیؑ سے حق پرستی ہے مزین — علیؑ حق گوئی کا بھی ارتقا ہے
علیؑ مردانگی کا آہنی عزم — علیؑ آغوشِ جرأت میں پلا ہے
علیؑ ہے داستاں عزم و عمل کی — علیؑ ہی سے شجاعت کی چلا ہے
علیؑ صبر و رضا کا اک سراپا — علیؑ حق و صداقت کی صدا ہے
علیؑ کے سامنے ہے ہیچ مشکل — علیؑ چارہ گر کرب و بلا ہے
علیؑ کا نقشِ پا آنکھوں کی ٹھنڈک — علیؑ کی خاکِ پا خاکِ شفا ہے
علیؑ پر جان دیتے ہیں مسلماں — علیؑ پر ہر کوئی دل سے فدا ہے
علیؑ کا تذکرہ جن و بشر میں — علیؑ کا غلغلہ ہر سو بپا ہے
علیؑ کے ہم نشیں ہی جانتے ہیں — علیؑ کا کیا مقام و مرتبہ ہے
علیؑ سے کر رہے ہیں استغاثہ — علیؑ سے استعانت کی ندا ہے

علیؑ! ہم ہیں زبوں حال و پریشاں — علیؑ! ہم سے ہوئی نالاں حیا ہے
علیؑ! جبر و ستم ہے اپنا شیوہ — علیؑ! مکر و ریا اپنی غذا ہے
علیؑ! کوئی بچا نہ آشیانہ — علیؑ! ایسی چلی شر کی ہوا ہے
علیؑ ہم بے مروّت ہو گئے ہیں — علیؑ ہم میں نہیں مہر و وفا ہے
علیؑ مشکل میں ہیں للہ بچانا — علیؑ غیرت ہوتی ہم سے خفا ہے
علیؑ ہم میں نہیں ہے انکساری — علیؑ ہم میں روا کبر و ریا ہے
علیؑ ہم میں نہیں قرآں فہمی — علیؑ بھولا ہمیں روزِ جزا ہے
علیؑ جس کام سے اللہ روکے — علیؑ سمجھا اسے ہم نے رَوا ہے
علیؑ ہم علم سے باغی ہوئے ہیں — علیؑ ہم کو عمل مثلِ سزا ہے
علیؑ ہم میں ہیں دولت کے پجاری — علیؑ ہم میں ہوس کی انتہا ہے
علیؑ ہم بے خبر بھٹکے ہوئے ہیں — علیؑ اپنا مقدر ہی خطا ہے
علیؑ تیرا طریقہ مختلف ہے — علیؑ اپنا مگر رستہ جدا ہے
علیؑ دنیا سے تو نفرت ہے کرتا — علیؑ ہم نے اسے سمجھا خدا ہے
علیؑ ظلمت کدۂ دل ہمارا — علیؑ تجھ سے طلبگارِ ضیا ہے
علیؑ منجدھار میں ڈوبی ہے کشتی — علیؑ مفقود ہم میں ناخدا ہے
علیؑ تجھ سے سہارا مانگتے ہیں — علیؑ تجھ سے کرم کی التجا ہے
علیؑ درکار ہے تیری نوازش — علیؑ مطلوب تیری ہی عطا ہے
علیؑ امداد کر ہم بے کسوں کی — علیؑ ہم پر مسلط ابتلا ہے
علیؑ پروانہ بخشش عطا کر — علیؑ تیری حکومت جا بجا ہے
علیؑ مہجور کو مسرور کر دے — علیؑ مولا ہے تو مشکل کشا ہے

(سیّد عارف محمود مہجور رضوی (گجرات))

كلام الامام امام الكلام

قافية الباء

نصائحه للإمام الحسين (البحر الكامل)

أَحُسَيْنُ إِنِّي واعِظٌ وَمُؤَدِّبُ ... فَافْهَمْ فَأَنْتَ العاقِلُ المُتأَدِّبُ

وَاحْفَظْ وَصِيَّةَ وَالِدٍ مُتَحَنِّنٍ ... يَغْذُوكَ بالآدابِ كَيلا تُعْطَبُ(١)

أَبُنَيَّ إِنَّ الرِّزْقَ مَكْفُولٌ بِهِ ... فَعَلَيْكَ بالإِجْمالِ فِي ما تَطْلُبُ(٢)

لا تَجْعَلَنَّ المالَ كَسْبَكَ مُفْرَداً ... وَتُقَى إِلٰهِكَ فاجْعَلَنْ ما تَكْسِبُ(٣)

كَفَلَ الإِلٰهُ بِرِزْقِ كُلِّ بَرِيَّةٍ ... والمَالُ عارِيَةٌ تَجِيءُ وَتَذْهَبُ(٤)

والرِّزْقُ أَسْرَعُ مِنْ تَلَفُّتِ ناظِرٍ ... سَبَباً إلى الإِنْسانِ حِينَ يُسَبَّبُ(٥)

وَمِنَ السُّيُولِ إلى مَقَرِّ قَرارِها ... والطَّيرِ لِلأَوْكارِ حِينَ تَصَوَّبُ(٦)

أَبُنَيَّ إِنَّ الذِّكْرَ فِيهِ مَواعِظٌ ... فَمَنِ الَّذِي بِعِظاتِهِ يَتَأَدَّبُ(٧)

---

(١) المعنى: احفظ وصية والد عطوف يقدِّم لك الآداب كي لا تتعثر في الحياة وتصاب بالعطب.

(٢) المعنى: يا بُني إن الرزق ضمانة، فاجمع منه ما هو ضروري للحياة.

(٣) المعنى: لا تجعل همك كسب المال دون سواه، واجعل ما تكسبه منه لتقوى الله ونيل رضاه.

(٤) المفردات: البريّة: الخلق ـ عارية: منفعة عارضة.
المعنى: لقد تكفّل الله بأرزاق الناس كلهم، والمال منفعة عارضة تجيء وتذهب.

(٥) المفردات: السبب: الوسيلة.
المعنى: والرزق زائل وزواله سريع كَلَفْتَة ناظر، وهو وسيلة من الوسائل التي يطلبها الإنسان وليس غاية.

(٦) المفردات: تصوّب، أي تتصوّب: تتجه.
المعنى: والرزق أسرع من السيول المندفعة إلى مكان استقرارها، ومن الطيور العائدة إلى أوكارها.

(٧) المعنى: يا بني إن ذكر الله وآياته الكريمة فيه مواعظ كثيرة، وإنْ لم تتأدّب أنت بعظاته تعالى فمَن يتعظ إذاً؟.

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

مترجم...... مرزا مجاہد احمد☆

۱۔ اے حسین! بلاشبہ میں نصیحت کرنے والا اور ادب سکھانے والا ہوں تو میری بات سمجھ بلاشبہ عقل مند ادب قبول کرنے والا ہوتا ہے۔

۲۔ اپنے شفیق والد کی وصیت یاد رکھ وہ تجھے آداب کی خوراک دیتا ہے تاکہ تو ہلاک نہ ہو۔

۳۔ اے میرے پیارے بیٹے! بلاشبہ رزق مقدر کر دیا گیا ہے تجھے چاہیے کہ تو اس کی طلب میں اچھا انداز اختیار کر۔

۴۔ صرف حصولِ مال کو اپنا پیشہ نہ بنا اور تو جو کام بھی کرے اس میں اپنے پروردگار سے ڈر۔

۵۔ ہر مخلوق کے رزق کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے اور دولت عارضی ہے آتی جاتی رہتی ہے۔

۶۔ اور رزق پلک جھپکنے سے زیادہ جلدی انسان کے لئے وسیلہ بن جاتا ہے جب اسے اس کی ضرورت ہو۔

۷۔ رزق نہروں کی جائے قرار تک روانگی اور پرندوں کے گھونسلوں کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے پہنچتا ہے۔

۸۔ اے میرے پیارے بیٹے! قرآن مجید میں کئی نصیحتیں ہیں تو کون ہے جو ان نصیحتوں سے ادب سیکھے؟

☆ پی ایچ ڈی سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور...... لیکچرار شعبہ عربی، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج اوکاڑہ،
0333-4688676

إقْـرَأْ كِـتَـابَ اللهِ جُـهْـدَكَ وَاتْـلُـهُ ‏ فِـيـمَـنْ يَـقُـومُ بِـهِ هـنـاكَ وَيَنْصِبُ[٨]

بِـتَـفَـكُّـرٍ وتَـخَـشُّـعٍ وتَـقَـرُّبِ ‏ إنَّ الـمـقَـرَّبَ عـنـده الـمُـتَـقَـرِّبُ[٩]

واعْبُـدْ إلَهَـكَ ذا المَعـارِجِ مخلصـاً ‏ وانْصُتْ إلى الأمْثالِ فِيمَا تُضْـرَبُ[١٠]

وإذا مَـرَرْتَ بِـآيَـةٍ وَعْـظِـيَّـةٍ ‏ تَصِفُ العَذَابَ فَقِفْ ودَمْعُك يُسْكَبُ[١١]

يـا مَنْ يُعَـذِّبُ مَنْ يَشَـاءُ بِعَـدْلِـه ‏ لا تَـرْمِـنِي بَـيْـنَ الَّـذيـن تُـعَـذِّبُ[١٢]

إنِّـي أبُـوءُ بِـعَـثْـرَتِي وَخَـطِيئَـتِي ‏ هَـرَباً إلَيْـكَ ولَيْس دُوْنَكَ مَهْـرَبُ[١٣]

وإذا مَـرَرْتَ بِـآيَـةٍ فـي ذِكْـرِهـا ‏ وَصْفُ الـوَسِيْلَةِ والنعيمُ المُعْجِبُ[١٤]

فـاسْألْ إلَهَـكَ بـالإنـابَـةِ مُخْلِصـاً ‏ دَارَ الـخُـلُـودِ سُؤَالَ مَنْ يَـتَـقَـرَّبُ[١٥]

واجْهَـدْ لَعَـلَّكَ أنْ تَحِـلَّ بِـأرْضِهَـا ‏ وَتَـنَـالَ رَوْحَ مَسَـاكِنٍ لا تُـخْـرَبُ[١٦]

وتَـنَـال عَيْشـاً لا انقِـطَاعَ لِـوَقْتِـهِ ‏ وَتَـنَـالَ مُـلْكَ كَـرَامَـةٍ لاَ تُـسْلَبُ[١٧]

بَـادِرْ هَـوَاكَ إذا هَـمَمْتَ بِصَـالِـحٍ ‏ خَـوْفَ الغَـوَالِبِ أنْ تَجِيءَ وتُغْلَبُ[١٨]

---

(٨) المفردات: ينصب: يتعب.
المعنى: إقرأ في كتاب الله ما استطعت واتل آياته الكريمة بين من يقوم للصلاة ويتعب.

(٩) المعنى: ليكن ذلك بعمق تفكير وصدق خشوع وتقرّب منه تعالى، فهو سبحانه وتعالى يقرِّب المتقرِّبين.

(١٠) المفردات: المعارج: المراقي، المصاعد.
المعنى: واعبد إلهك الذي ترقى نحوه بإخلاص، وتأمَّلْ بالأمثال وما تُضرب به.

(١١) المعنى: وإذا قرأت آية فيها المواعظ ووصف العذاب للهالكين فقف عندها وتأملْ واسكب دموعك، وقل:

(١٢) المعنى: يا من يُعذِّب من يشاء وتصرُّفه هو العدل، لا تجعلني بين الذين حكمت عليهم بالعذاب.

(١٣) المعنى: إني أقرّ بسقوطي وخطيئتي، وإليك أهرب وألجأ، ولا مجال للهرب منك.

(١٤) المعنى: وإذا قرأت آية فيها وصف للنعيم وسبل الوصول إليه.

(١٥) المفردات: الإنابة: الإقامة.
المعنى: فاطلبْ من الله مخلصاً أن يقيمك في دار الخلود، وليكن سؤالك عن رغبة في التقرّب.

(١٦) المعنى: واتعب لعلك تقيم في النعيم وتسكن روحك في مكان لا يناله الخراب.

(١٧) المعنى: وتنال حياة لا نهاية لها وتحصل على مُلك لا تُهان كرامته ولا تُمسّ.

(١٨) المفردات: الغوالب: الهوالك، المزالق المهلكة.
المعنى: أطع ميولك ورغباتك إذا رغبت بالأمور الصالحة، لئلا تتغلب عليك المهالك.

۹۔ مقدور بھر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ اور اس کی تلاوت کر ان لوگوں کے درمیان جو یہاں نماز کے لئے قیام کرتے ہیں اور مشقت کرتے ہیں۔

۱۰۔ تدبر، خشوع اور تقرب کے حصول کے لئے (اس کی تلاوت کر) بلاشبہ اس کے نزدیک قرب کا طالب ہی مقرب ہے۔

۱۱۔ اپنے عظیم المرتبت پروردگار کی اخلاص سے عبادت کر اور ضرب الامثال کو غور سے سن۔

۱۲۔ جب تو کسی ایسی نصیحت آمیز آیت تک پہنچے جو عذاب کے بارے بیان کرتی ہو تو ٹھہر جا اور اپنے آنسو بہا۔

۱۳۔ اے وہ ذات! جو اپنے عدل سے جسے چاہے عذاب دیتی ہے مجھے ان لوگوں میں سے نہ کر جنہیں عذاب دیا جائے گا۔

۱۴۔ میں اپنی لغزش اور خطا سے بھاگتے ہوئے اقرار کرتا ہوں اور میرا بھاگنا تیری طرف ہی ہے۔

۱۵۔ اے فرزند! جب تو کسی ایسی آیت تک پہنچے جس میں من پسند جنت اور اس کی طرف جانے والے طریقے بیان کئے گئے ہوں۔

۱۶۔ تو اپنے پروردگار سے اخلاص کے ساتھ تقرب چاہنے والوں کو ماننے والوں کی طرح دائمی بہشت میں قیام طلب کر۔

۱۷۔ کوشش کر کہ تو اس زمین تک پہنچ جائے اور ان گھروں کی راحت حاصل کر لے جو کبھی ویران نہ ہوں گے۔

۱۸۔ اور (کوشش کر کہ) تو لافانی زندگی پائے اور عزت کی ایسی بادشاہی پائے جو کبھی چھینی نہ جاسکے۔

۱۹۔ جب تو کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو آنے جانے والی (عارضی) ہلاک کرنے والی اشیاء کے خوف سے اپنی خواہش پر سبقت لے جا۔

وإذا هَمَمْتَ بِسَيِّىءٍ فاغْمُضْ لَهُ   وتَجَنَّبِ الأَمْرَ الَّذي يُتَجَنَّبُ[19]

واخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلصَّدِيقِ وَكُنْ لَهُ   كَأَبٍ عَلى أولاده يَتَحَدَّبُ[20]

وَالضَّيْفَ أَكْرِمْ ما اسْتَطَعْتَ جِوارَهُ   حَتّى يَعُدَّكَ وارِثاً يَتَنَسَّبُ[21]

وَاجْعَلْ صَدِيقَكَ مَنْ إذا آخَيْتَهُ   حَفِظَ الإخاءَ وَكانَ دُونَكَ يَضْرِبُ[22]

وَاطْلُبْهُمُ طَلَبَ المَرِيضِ شِفَاءَهُ   وَدَعِ الكَذُوبَ فَلَيْسَ مِمَّنْ يُصْحَبُ[23]

وَاحْفَظْ صَدِيقَكَ في المَواطِنِ كُلِّها   وَعَلَيْكَ بِالمَرْءِ الَّذي لا يَكْذِبُ[24]

وَاقْلِ الكَذُوبَ وَقُرْبَهُ وَجِوارَهُ   إنَّ الكَذُوبَ مُلَطِّخٌ مَنْ يَصْحَبُ[25]

يُعْطِيكَ ما فَوْقَ المنى بِلِسانِهِ   وَيَرُوغُ مِنكَ كما يروغ الثَّعْلَبُ[26]

وَاحْذَرْ ذَوِي المَلَقِ اللِّئامَ فَإِنَّهُمْ   في النَّائِبَاتِ عَلَيْكَ مِمَّنْ يَخْطُبُ[27]

يَسْعَوْنَ حَوْلَ المَرْءِ ما طَمِعُوا بِهِ   وإذَا نَبا دَهْرٌ جَفَوا وَتَغَيَّبُوا[28]

وَلَقَدْ نَصَحْتُكَ إنْ قَبِلْتَ نَصِيحَتِي   والنُّصْحُ أَرْخَصُ ما يُباعُ وَيُوهَبُ

---

(١٩) المعنى: وإذا ساورتك السيئات فاغمض عنها عينيك، وتجنّب كل ما ينبغي تجنّبه.

(٢٠) المفردات: اخفض جناحك: كن قريباً سهل الجانب ـ يتحدّب: يحنو، يعطف.
المعنى: كن سهل الجانب للصديق وقريباً منه، وكن معه كالأب الذي يعطف ويحنو على أولاده.

(٢١) المعنى: أكْرِم الضيف وكن في جواره ما استطعت، إلى أن يعتبرك كالنسيب الذي يرث معه.

(٢٢) المفردات: دونك يضرب: يسعى وراءك ويبحث عنك.
المفردات: ليكن صديقك أخاً لك واختر من الناس مَنْ إذا آخيته حفظ المودة والإخاء وسعى وراءك وطلبك.

(٢٣) المعنى: اجْعل الأوفياء منهم ضرورةً وحاجة واطلبهم طلب المريض للشفاء، واترك الكذوب فهو لا يصاحب.

(٢٤) المعنى: حافظ على صديقك في كل الأحوال، وليكن ممّن يكرهون الكذب ويبتعدون عنه.

(٢٥) المفردات: اقْلِ، من القلى: البغض.
المفردات: ابتعد عن الكذوب وابغضه واكره قربه وجواره، فالكذوب يُلطِّخ سمعة من يمشي معه.

(٢٦) المفردات: يروغ، من الروغ: الخداع.
المعنى: يعطيك من لسانه فوق ما تتمنى، وضمناً يكذب ويخادع كما يحتال الثعلب.

(٢٧) المفردات: يخطب: يتبدّل ويتغيّر لونه.
المعنى: اتق اللئام المتزلّفين الممالقين، فهم إن حلّت بك المصائب يتبدلون ويتلّونون.

(٢٨) المعنى: هؤلاء المراوغون يسعَون وراء الإنسان ويصادقونه طمعاً به، وإذا تغيرت أحواله جفوا وابتعدوا.

۲۰۔ اور جب تو کسی برائی کا وسوسہ پائے تو اس سے آنکھ بند کر لے اور اس معاملے سے پرہیز کر، جس سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔

۲۱۔ اپنے دوست کے لئے عاجزی کا بازو بچھا دے اور اس کے لئے باپ جیسا بن جا، جو اپنی اولاد پر شفقت کرتا ہے۔

۲۲۔ جب تک مہمان کا ساتھ رہے مقدور بھر اس کی عزت کر حتیٰ کہ وہ تجھے ایسا وارث سمجھ لے جس سے میراث ملتی ہے۔

۲۳۔ اپنا دوست اسے بنا کہ جب تو اس سے بھائی چارہ کرے تو وہ بھی بھائی چارے کا محافظ ہو اور تیرا طالب رہے۔

۲۴۔ دوستوں کو ایسے ڈھونڈ جیسے بیمار اپنی شفا تلاش کرتا ہے اور جھوٹے کو چھوڑ دے وہ دوستی کے لائق نہیں۔

۲۵۔ اپنے دوست کی ہر جگہ حفاظت کر اور تجھے ایسے انسان سے دوستی کرنی چاہیے جو جھوٹ نہیں بولتا ہو۔

۲۶۔ جھوٹے کو دشمن سمجھ اور اس کے قرب و جوار سے بھی بچ بلاشبہ جھوٹا اپنے ساتھی کو بھی جھوٹ سے آلودہ کر دیتا ہے۔

۲۷۔ وہ اپنے زبانی ایسی چیزیں دیتا ہے جو آرزو سے بالاتر ہوتی ہیں اور تجھے ایسے دھوکا دیتا ہے جیسے (مکار) لومڑی دھوکا دیتی ہے۔

۲۸۔ کم ظرف خوشامدیوں سے بھی بچ بلاشبہ وہ مصائب میں بدل جاتے ہیں۔

۲۹۔ یہ لوگ انسان کے اردگرد تب تک منڈلاتے ہیں جب کوئی لالچ ہوتا ہے اور جب زمانہ اسے ٹھکراتا ہے تو یہ جفا کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔

۳۰۔ میں نے تجھے نصیحت کر دی ہے اگر تو اس کو قبول کرے، نصیحت ان اشیاء سے بھی سستی ہے جو بیچی جاتی ہیں اور ہبہ کی جاتی ہیں۔

منقبت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ — حمزہ سردارِ شہیداں عمّت اکبر آمدہ

جعفرے کومی پرد صبح و مسا با قدسیاں — با تو ہم مسکن بہ بطن پاک مادر آمدہ

بنتِ احمد رونق کاشانہ و بانوئے تو — گوشت و خون تو ملجش شیر و شکر آمدہ

ہر دو ریحان نبی گلہائے تو زاں گل زمیں — بہرہ گل چینت زمیں باغ برتر آمدہ

می چمیدی گلبنا در باغ اسلام و ہنوز — غنچہ ات نشگفتہ د نے نخلے و گر بر آمدہ

نرم نرم از بزم دامن چیدہ رفتہ باد تند — یا علی چوں بر زبانِ شمع مضطر آمدہ

تشنہ کام خود رضائے خستہ راہم جرعۂ

شکر آں نعت کہ نامت شاہ کوثر آمدہ

مولا بھی محترم ہے ولا بھی ہے محترم

کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؓ کی ہے

کعبہ سے ابتداء ہے تو مسجد پہ انتہا

مرقوم دو حرم میں حکایت علیؓ کی ہے

مولودِ کعبہ

مناقبِ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

مآثر امیر المؤمنین وامام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب۔

(۱) آنحضرت ﷺ سے جو شخص سب سے زیادہ قریبی قرابت رکھتا تھا، اور شرافت نسب میں مرتبہ اعلیٰ پر فائز تھا وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

(۲) علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا اور یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔

(۳) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی، ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ ان کے بعد حسنین شریفین اور امام محمد باقر نجیب الطرفین تھے۔

(۴) حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میری حقیقی والدہ کے بعد فاطمہ بنت اسد میری والدہ کے مقام پر ہیں۔

(۵) جو کرامات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی ولادت جوف کعبہ میں ہوئی۔

(۶) امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ خبر متواتر ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوف کعبہ میں جنم دیا۔ (مستدرک حاکم)

(۷) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر سب سے بڑی عنایت الٰہی یہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے آنحضور ﷺ کی کفالت میں پروان چڑھے۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

(۸) حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے جو دین اختیار کیا ہے وہ کیا ہے؟

حضرت علی ؓ نے جواب دیا: بابا! میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو کلام الٰہی وہ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں خوشنودی خدا کے لئے محمد مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتا ہوں تو حضرت ابوطالب ؓ نے کہا: محمد تمہیں سوائے نیکی کے کسی اور طرف نہیں لے جائے گا اس سے وابستہ رہو۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبۃ الزھران مصر)

(۹) حضرت علی ؓ اکثر فرمایا کرتے تھے: اے میرے خدا! میں سوائے محمد مصطفےٰ ﷺ کے کسی اور فرد کو نہیں جانتا جس نے مجھ سے پہلے تیری عبادت کی ہو۔

(۱۰) جب حضرت ابوطالب ؓ فوت ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم) سے تعزیت کی اور حضرت ابوطالب ؓ کے لئے کمالِ شفقت سے دُعائے خیر فرمائی۔

(۱۱) آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت علی ؓ کے لئے ایسے معاملات کئے جو "مشعر الخلافت" بلکہ لوازم خلافت خاصہ ہیں چنانچہ امام نسائی نے اپنی کتاب خصائص میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین ؑ آپ اپنے چچوں کی موجودگی میں کس طرح وارث رسول ﷺ بن گئے۔ تو حضرت ﷺ نے جواب دیا کہ آنحضور ﷺ نے بنی عبدالمطلب کو دعوت پر بلایا۔ ایک مدطعان تیار کرایا تو سب نے سیر ہو کر کھایا پھر بھی اس میں سے بچا رہا اسی طرح سب نے پانی کے ایک پیالے سے پانی پیا اور باقی پھر بھی بچا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب میں تمہاری طرف خصوصاً اور عامۃ الناس کی طرف عموماً مبعوث کیا گیا ہوں۔ تم میں سے کون میری بیعت کرے گا تا کہ وہ میرا بھائی، میرا رفیق اور میرا وارث قرار پائے۔ میرے علاقہ کوئی آپ ﷺ کی تائید کے لئے نہ اٹھا آپ نے مجھے بٹھایا اور تین مرتبہ یہی اعلان فرمایا۔ مگر میرے علاوہ کوئی نہ اٹھا تو میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نصرت کا اقرار کیا۔ اس لئے میں رسول اللہ ﷺ کا وارث ہوا اور چچے وارث نہ ہو سکے۔

(۱۲) نسائی نے حضرت علی ؓ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ کعبہ میں آیا۔ آنحضور ﷺ میرے کندھے پر چڑھے مگر میں برداشت نہ کر سکا تو فرمایا: اے علی ؓ تم میرے کندھے پر چڑھو۔ میں نے آپ ﷺ کے کندھے پر چڑھ کر بتوں کو توڑا۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: اس وقت اگر میں چاہتا تو آسمان کے کناروں کو چھو سکتا تھا اس کے بعد ہم وہاں سے جلدی جلدی اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

(۱۳) جب کفارِ قریش آنحضرت ﷺ کی ایذا رسائی کے لئے متحد ہو گئے تو آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا عزم فرمایا تو حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے فرمایا کہ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ تا کہ کفار غلط فہمی میں مبتلا رہیں اور انہیں ہجرت کے بارے میں کوئی خبر نہ ہو سکے۔

(۱۴) ترمذی میں ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں مواخات ہوئی تو حضرت علی ؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے صحابہ میں تو بھائی چارہ قائم کر دیا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ "تم دُنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔" (ترمذی)

(۱۵) جنگ بدر میں کفار کی طرف سے تین آدمی میدان میں نکلے اور ان کے مقابلے کے لئے بنو ہاشم میں سے جو تین افراد نکلے ان میں سے ایک علی مرتضیٰ ؓ تھے باقی دو حضرت حمزہ ؓ اور حضرت عبیدہ ؓ بن حارث تھے اُدھر سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے تھے۔ حضرت حمزہ ؓ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور چشم زدن میں شیبہ ڈھیر ہو گیا۔ حضرت عبیدہ ؓ کا عتبہ سے مقابلہ ہوا اور دونوں طرف سے تلواریں چلتی رہیں۔ حضرت عبیدہ ؓ زخمی ہوئے تو حضرت علی ؓ اور حضرت حمزہ ؓ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ حضرت علی ؓ کے مقابل عتبہ کا بیٹا ولید آیا اور ایک وار میں واصل جہنم ہوا۔ "جبرئیل یا میکائیل ھمراہ اوبود"

راوی کہتا ہے کہ جبرئیل یا میکائیل علی ؓ کے ہمراہ تھے۔

(۱۶) نسائی نے خصائص میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن بریدہ اپنے باپ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر ؓ نے آنحضور ﷺ سے جناب سیدہ فاطمہ ؓ کے لئے درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (انھا صغیرۃ) کہ یہ چھوٹی ہے۔ جب علی ؓ نے درخواست کی تو آپ ﷺ نے فاطمہ ؓ کی علی ؓ سے تزویج فرما دی۔ (خصائص از نسائی)

(۱۷) غزوۂ احد میں علی ؓ کو فضائل عظیمہ مرحمت ہوئے۔ مصعب بن عمیر ؓ کی شہادت کے بعد آنحضرت ﷺ نے علم حضرت علی ؓ کو عطا فرمایا تو قریش کے علمبردار ابو سعد بن طلحہ نے مباوزت طلبی کی۔ حضرت علی ؓ کی ضربت سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے دن ایک ندا آئی: لا سیف إلا ذوالفقار ولافتی إلا علی الکرار ”کہ سوائے ذوالفقار کے اور کوئی تلوار نہیں اور سوائے علی کرار کے اور کوئی مردِ میدان نہیں۔“

(۱۸) ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ غزوۂ خندق میں جب مشرکین نے ایک جگہ سے خندق تنگ پائی تو گھوڑے پھلانگ کر لشکر اسلام کی طرف آ گئے اور عمرو بن عبدود (جو بدر میں زخمی ہو گیا تھا اور احد میں شریک لشکر کفار نہ ہو سکا) نے مبارزت طلبی کی تو ادھر سے علی بن ابی طالب ؓ مقابلہ کے لئے نکلے۔ حضرت علی ؓ نے عمرو سے کہا کہ کیا تو نے عہد کیا ہے کہ اگر کوئی قریش کا آدمی تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرے تو تم ایک ضرور قبول کر لیتے ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ اسلام قبول کر لو۔ اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں پھر فرمایا ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عمرو نے جواب دیا کہ بھتیجے میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علی ؓ نے کہا کہ بخدا میں آپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں عمرو کو اس پر غصہ آیا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور اس نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں پھر حضرت علی ؓ کی طرف بڑھا تلواریں

چلیں اور آخر حضرت علی ؓ نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

(۱۹) نسائی نے حضرت علی ؓ سے روایت کی ہے کہ قریش کے کچھ آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ ﷺ کے پڑوسی اور حلیف ہیں ہمارے چند غلام ہمارا مال لے کر بھاگ نکلے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس آ گئے ہیں۔ انہیں دین فہمی سے کوئی رغبت نہیں۔ آپ ﷺ انہیں ہمارے ساتھ واپس بھجوا دیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ نے بھی ان کی سفارش کی مگر حضور ﷺ نہ مانے اور آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اہل قریش ایسی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ میں ایسا آدمی تمہاری طرف بھیجوں گا جس کا دل اللہ نے ایمان میں امتحان لے لیا ہو گا وہ تمہیں ٹھیک کر دے گا اور تمہاری درگت بنائے گا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ ہمیں بھیجیں گے فرمایا نہیں اسے بھیجوں گا جو اس وقت میرا جوتا مرمت کر رہا ہے اور حضرت علی ؓ اس وقت حضور ﷺ کی نعلین مبارک مرمت کر رہے تھے۔

(خصائص از نسائی)

(۲۰) محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ بریدہ بن سفیان اپنے باپ سے اور وہ سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خیبر میں حضرت ابوبکر ؓ کو علم دے کر ایک قلعے کی طرف بھیجا انہوں نے بڑی کوشش کی مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا پھر حضرت عمر ؓ کو بھیجا وہ بھی باوجود کوشش کے ناکام واپس لوٹے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں کل یہ علم اس مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ اس سے محبت رکھتے ہیں اور کرار ہیں اور غیر فرار ہے۔ جب تک قلعہ فتح نہ کر لے واپس نہیں پلٹے گا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ؓ کو بلایا انہیں آشوب چشم تھا۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور فرمایا یہ علم لو اور آگے بڑھو۔ سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ؓ تیزی سے قلعہ کی طرف بڑھے اور میں آپ کے پیچھے تھا۔ آپ نے علم قلعے کے نیچے

ایک چٹان میں نصب فرمایا۔ یہودیوں نے قلعے کے اُوپر سے یہ منظر دیکھ کر نام پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا نام علی بن ابی طالب ہے۔ یہودیوں نے کہا کتابِ موسیٰ کی قسم ہم مغلوب ہو گئے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قلعہ فتح کرنے کے بعد لوٹے۔ سلمہ بن الاکوع کی اس روایت کو بخاری نے بھی اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

(۲۱) ابن اسحاق نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ ہم اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب آنحضرت ﷺ نے آپ ﷺ کو علم عطا فرما کہ خیبر کی طرف بھیجا۔ جب حضرت قلعہ کے پاس پہنچے تو یہودی قلعہ سے باہر نکل آئے۔ جنگ شروع ہوئی ایک یہودی نے ایسا وار کیا کہ ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضرت نے دروازہ قلعہ کو اکھاڑ کر بطور ڈھال استعمال کیا اور وہ قلعہ فتح ہونے تک برابر آپ کے ہاتھ میں رہا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو ہم نے سات آدمیوں کے ساتھ اس دروازے کو پلٹانے کی کوشش کی مگر ہم اسے پلٹا نہ سکے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۸)

(۲۲) غزوۂ تبوک میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑا تو بھی ایک بڑا اعزاز تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ گئے تو منافقین نے باتیں بنانی شروع کر دیں کہ محمد مصطفےٰ ﷺ علی رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے بوجھ سمجھ کر پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے "جرف" کے مقام پر جا کر ملے اور منافقوں کی باتوں کا ذکر کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منافق جھوٹے کہتے ہیں اور فرمایا: اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا صرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بخاری نے مصعب بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد سے بھی روایت کی ہے۔ (متفق علیہ)

(۲۳) ہجرت کے نویں سال (۹ ہجری) حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا جب وہ چلے گئے تو سورۂ برأت (سورۂ توبہ) نازل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سورۂ کی تبلیغ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

پیچھے روانہ فرمایا: محمد بن اسحاق نے حکیم بن عباد بن حنیف سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ (برأت) یعنی (سورۂ توبہ) کا نزول ہوا اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر مقرر کیا جا چکا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ لا یؤدی عنی إلا أهل بیتی کہ میرے اہل بیت کے علاوہ کوئی اور اس کی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات لے کر جاؤ اور منیٰ کے مقام پر جا کر یہ اعلان بھی کر دو کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا کوئی مشرک اس کے بعد حج کے لئے نہیں آ سکتا۔ خانہ کعبہ کا طواف عریاں حالت میں کرنا ممنوع ہے اور جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کوئی معاہدہ ہے اس کی مدت معین ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور انہوں نے حکم رسول اللہ ﷺ کے مطابق منیٰ کے مقام پر مذکورہ اعلانات فرمائے اور سورۂ برأت کی تلاوت فرمائی۔

(۲۴) جب نصاریٰ نجران مباہلہ کے لئے آمادہ ہوئے تو بروایت ترمذی عن سعد بن ابی وقاص، جب یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ۔

"کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹے بلاتے ہیں تم اپنے بیٹے بلاؤ، ہم اپنی بیٹیاں بلاتے ہیں تم اپنی بیٹیاں لاؤ ہم اپنے نفوس لاتے ہیں تو اپنے نفوس لاؤ۔"

آنحضرت ﷺ نے علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور دُعا مانگی:

اللهم هولاء أهل بیتی

"بارالٰہی! یہی میرے اہل بیت (رضی اللہ عنہم) ہیں۔"

(۲۵) جب آنحضور ﷺ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے تو غدیر خم پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ امام حاکم بن زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ آخری حج سے واپس آئے تو غدیر خم پر نزولِ اجلال فرمایا اور اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مجھے بھی خدا کی

طرف سے بلاوا آسکتا ہے اور میں نے وہ بلاوا قبول کرنا ہے۔ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جن میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری ''عترت'' دیکھنا ان سے میرے بعد کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ تاوقتیکہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل میرا مولا ہے میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من كنت وليه فهذا وليه ''کہ جس کا میں ''ولی'' ہوں اس کا یہ ''علی ولی'' ہے۔

اے خدا جو اسے محبوب رکھے اس سے محبت رکھنا اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھنا۔

(۲۶) جب آنحضرت ﷺ نے اس دُنیا سے عالم اعلیٰ کی جانب انتقال فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت علیہم السلام نے آنحضور ﷺ کے غسل و دفن کا اہتمام کیا۔ چنانچہ محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابوبکر اور حسین بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب، عباس بن عبد المطلب، فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور شقران (غلام آنحضرت ﷺ) نے غسل دیا۔ اوس بن خولی خزرجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی اجازت طلب کی کہ میں بھی شریک تدفین ہو جاؤں یہ بدری صحابی تھے۔ چنانچہ اجازت ملی تو وہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سینے سے لگایا تھا۔ فضل رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ وقثم رضی اللہ عنہ پہلو بدلتے تھے۔ اسامہ وشقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں۔ آپ ﷺ موت و حیات ہر حال میں کتنے پاک وطیب ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، فضل رضی اللہ عنہ اور شقران رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کو قبر مطہر میں سلایا۔ یہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات آپ رضی اللہ عنہ

کے فضائل میں بے شمار احادیث نبوی وارد ہیں میں چاہتا ہوں کہ:

''جملہ صالحہ ازاں احادیث دریں اوراق برنگارم''

صرف ان احادیث میں سے جو ''صالحہ'' (ہر اعتبار سے صحیح اور قابل اعتماد) احادیث ہیں وہ ان اوراق میں تحریر کروں۔

(۲۷) حاکم میں امام احمد بن حنبل کا قول درج ہے کہ کسی صحابی رسول ﷺ کے اتنے فضائل مروی نہیں جتنے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث میں مروی ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کی ترویج کے لئے خدمات۔

۲۔ آنحضرت ﷺ سے قرابت قریبہ (آنحضور ﷺ کی آغوشِ تربیت میں پروان چڑھنا اور رسولِ خدا ﷺ کا اپنی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان سے عقد کرنا)

نیز جب آپ کے دورِ خلافت میں اختلافات پیدا ہو گئے اور اکثر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے تو بقیہ اصحابِ نبی ﷺ جو آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی بہترین کوششیں صرف کیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کا مشکور ہے انہوں نے فضائل علی رضی اللہ عنہ کی احادیث بڑی کشادہ دلی سے عوام کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض بدرجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اور بعض مرتبہ حسان تک ہیں۔ البتہ بعض بے باک قسم کے لوگوں نے حد اعتدال سے باہر قدم رکھا اور احادیث وضع کی ہیں۔ مگر ہم احادیث موضوعہ اور شدید الضعف سے اجتناب کرتے ہوئے صرف وہی احادیث درج کر رہے ہیں جو صحت اور حسن کے مرتبہ پر ہیں۔

(۲۸) متواتر احادیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: أنت منی بمنزلة هارون من موسیٰ کہ تیرا مرتبہ اور مقام میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ اس حدیث کو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۲۹) متواترات میں سے ہے:

أنا من علی و علی منی — میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے۔

بارِ الٰہی! علی رضی اللہ عنہ کے دوست سے محبت اور اس کے دشمن سے عداوت رکھنا۔

اس کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، بریدہ رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، عمرو بن شاس وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(۳۰) یہ بھی متواتر حدیث ہے کہ جب آیت:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور چادرِ تطہیر میں جگہ دی۔ اسے سعد رضی اللہ عنہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، واثلہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔

(۳۱) یہ بھی حدیث متواتر ہے کہ آنحضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی فتح کے دن عَلَم عطا فرمایا اور کہا تھا کہ میں یہ عَلَم اس مرد کو دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو گا اور اللہ اور رسول ﷺ اس سے محبت رکھتے ہوں گے۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

(۳۲) مسلم نے عامر بن سعد ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان نے سعد سے کہا کہ تجھے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے میں کون سی چیز مانع ہے۔ سعد نے کہا کہ جب میں ان تین باتوں کو یاد کرتا ہوں جو رسولِ خدا ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان فرمائی ہیں تو میں علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہیں دیتا اور اگر ان میں سے ایک بھی میرے بارے میں ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہوتی۔

۱۔ میں نے رسولِ خدا ﷺ کو فرماتے سنا جب کہ آپ ﷺ کو ایک غزوہ

(تبوک) سے پیچھے چھوڑا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ رہے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک ویسی ہے جیسے ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

۲۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بروزِ خیبر سنا کہ میں یہ عَلَم کل اس مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ و رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ ہم نے اس کے لئے بڑی خواہش کی مگر صبح آپ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ آپ نے لعابِ دہن لگایا اور عَلَم علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور اللہ نے علی رضی اللہ عنہ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

۳۔ جب آیت فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی: اللھم ھؤلاء أھلی "یہ ہی میرے اہل ہیں۔" (صحیح مسلم، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ)

(۳۳) امام حاکم اور نسائی نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ آدمی آئے اور انہوں نے علیحدگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی۔ جس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے افسوس اور تنفر کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے آدمی کے بارے میں زبان درازی کر رہے ہو کہ جس کی دس فضیلتیں ایسی ہیں جو کسی اور کو میسر نہیں ہوئیں۔

۱۔ اس ذات کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل اسے بھیجوں گا جسے اللہ نے کبھی ذلیل اور ناکام نہیں کیا وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ کئی افراد نے اس دن عَلَم لینے کی خواہش کی مگر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے انہیں بلایا گیا اور عَلَم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ فتح کے بعد صفیہ بنت حی کو لے کر آئے اور وہ

حرم رسول ﷺ میں داخل ہوئیں۔ (مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۱)

۲۔ آنحضرت ﷺ نے کسی کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا پھر علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا اور فرمایا: سورۂ توبہ اس سے لو اور فرمایا: اس سورۂ کو نہیں پہنچا سکتا اور اس کی تبلیغ نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔

۳۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے قریبی عزیزوں سے دریافت کیا: أیکم یوالینی فی الدنیا و الآخرة "تم میں سے کون ہے جو دُنیا اور آخرت میں میرا ولی ہو۔" سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے مثبت جواب نہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: أنت ولی فی الدنیا و الآخرة۔

۴۔ علی رضی اللہ عنہ سب افرادِ امت سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

۵۔ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ عنہم پر چادر ڈال کر تخصیص فرمائی کہ یہی میرے اہل بیت ہیں۔

۶۔ علی رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت بستر رسول ﷺ پر آرام کی نیند سو کر اپنی جان فروشی کا مظاہرہ کیا۔ وشری علی نفسه اور اس رات علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نفس فروخت کر دیا اور خدا کی مرضات خرید لیں۔ (مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۱)

۷۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منزلت ہارونی پر فائز فرمایا اور فرمایا کہ تیری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی۔

لا ینبغی أن أذهب الا و أنت خلیفتی — میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میں تجھے اپنا خلیفہ بنائے بغیر چلا جاؤں۔

۸۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ولی کل مومن و مومنة بعدی "اے علی (رضی اللہ عنہ) تم میرے بعد ہر مومن مرد و زن کے ولی ہو۔

۹۔ آپ ﷺ نے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے باقی سب صحابہ کے دروازے مسجد سے بند کر دیئے۔

۱۰۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ)۔

(۳۴) امام حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کی تین فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ پر پائی جاتی تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ وہ کون سی تین فضیلتیں ہیں جو علی رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا:

۱۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کا آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد ہونا۔

۲۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہر حالت میں اور ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں قیام کرنا۔

۳۔ اور خیبر کے دن آپ ﷺ کو علَم عطا ہونا۔

(۳۵) امام حاکم کی روایت ہے کہ ابن عباس یہ فرماتے تھے کہ چار خصوصیتیں علی رضی اللہ عنہ میں ایسی ہیں جو کسی عرب کو میسر نہیں۔

۱۔ تمام عرب و عجم سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھنا۔

۲۔ ہر غزوے اور معرکے میں علَم اسلام کا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہونا۔

۳۔ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس پامردی سے ڈٹا رہنا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے غسل اور دفن کا اہتمام اپنے ہاتھ سے کرنا۔

(۳۶) بروایت امام حاکم اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابی عبد اللہ جدلی سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے تو اس نے کہا معاذ اللہ ایسا تو نہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ

من سب علیًا فقد سبنی — کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

(مسند احمد، ج ۶، ص ۳۲۳)

(۳۷) ابی ملیکہ کی روایت ہے کہ ایک شامی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پتھر مارا اور فرمایا: اے دشمن خدا تو نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے اور قرآن مجید کی آیت پڑھی کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دُنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے۔"

(۳۸) زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ چند صحابہ نے اپنے مکانوں کے دروازے مسجد میں بنا لئے تھے ایک روز آپ ﷺ نے حکم دیا کہ سوائے علی رضی اللہ عنہ کے باقی سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں تو آنحضور ﷺ نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ میں نے ماسوائے علی رضی اللہ عنہ کے باقی کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو آپ میں سے کچھ لوگوں نے در پردہ اعتراض کیا۔ بخدا (ما سددت شیئاً ولا فتحته، ولکن أمرت بشیء فاتبعته) میں نے اپنی مرضی سے نہ کوئی دروازہ بند کرایا اور نہ کھلا رکھا ہے مجھے تو جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے میں اس کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

(۳۹) ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے جس نے شہر میں داخل ہونا ہو وہ دروازے سے آئے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ جسے علم چاہیے وہ دروازے کے ذریعے آئے۔ (مستدرک حاکم)

(۴۰) زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو میری طرح زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور جس طرح میری موت ہوگی اس طرح سرخرو مرنا چاہتا ہے اور اس جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے جو میرے لئے مخصوص ہے اسے چاہیے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں نکالے گا اور

گمراہی میں داخل نہیں کرے گا۔

(۴۱) ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں منافقین کو (۱) تکذیب خدا اور رسول ﷺ کی وجہ سے، (۲) نماز میں عدمِ شمولیت کی بناء پر (۳) اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے بغض کی وجہ سے شناخت کرتا تھا۔

(۴۲) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے علی رضی اللہ عنہ کے افلاس کا ذکر کیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرے لئے باعث مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین میں سے دو افراد کو منتخب کیا ہے ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔

(۴۳) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منذر (امت کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے) ہیں اور میں ہادی ہوں۔

(۴۴) جناب اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضور ﷺ جلال میں ہوتے تو ہم میں سے سوائے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کوئی آپ ﷺ سے ہم کلام ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

(۴۵) انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت پر مامور تھا کہ ایک بھنا ہوا پرندہ کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے دُعا فرمائی: اللھم ائتنی باحب خلقك الیك "اے اللہ تعالیٰ! جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اسے بھیج دے تا کہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے۔" انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری خواہش تھی کہ یہ شرف کسی انصاری کو نصیب ہو۔ علی رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مصروف ہیں۔ دوبارہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور شریکِ طعام ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تم نے کیوں نہ آنے دیا۔ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کی دُعا کے الفاظ سنے تو میری خواہش تھی کہ یہ شرف میری

قوم کے کسی آدمی کو ملے حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک آدمی اپنی قوم سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی)

(۴۶) عن عمار بن یاسر، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ جو تیرے ساتھ محبت رکھے اس کے لئے "طوبی" ہے اور جو تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے اس کے لئے "ویل" ہے۔ "طوبی" سے مراد باغ جنت اور "ویل" سے مراد جہنم ہے)۔

(۴۷) عن سلمان، فرمایا آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے حوضِ کوثر پر وہ وارد ہوگا جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی اور وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

(۴۸) عن ابن سعد خدری، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم بروزِ قیامت میرے ساتھ ایک ہی مکان میں ہوں گے۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ان چار سے جنگ کرے اس سے میری جنگ ہے اور جو ان سے صلح کرے اس سے میری صلح ہے۔

(۴۹) اسعد بن زرارہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھے تین چیزوں کی وحی کی گئی کہ علی رضی اللہ عنہ سیّد المؤمنین، امام المتقین، و قائد الغر المحجلین ہیں۔ (صاحب کنز العمال کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وحی شب معراج ہوئی)۔

(۵۰) بریدہ فرماتے ہیں کہ مستورات میں سے جناب رسالت مآب ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔

(۵۱) جمیع بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ہمراہ جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے پردے کے پیچھے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ سنے کہ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سب مردوں سے زیادہ محبوب تھے اور مستورات میں حضور ﷺ کو سب سے پیاری فاطمہ رضی اللہ عنہا زوجہ علی رضی اللہ عنہ تھیں۔ أخرج هذه الاحاديث كلها الحاكم في المستدرك

(۵۲) نسائی نے عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یا علی رضی اللہ عنہ آپ موسم سرما میں پتلا لباس پہنتے ہیں اور موسم گرما میں موٹے کپڑے زیب تن فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا آپ غزوۂ خیبر میں موجود نہیں تھے۔ ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ میں موجود تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم دیا اور وہ واپس لوٹے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور وہ لشکر سمیت واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ علم کل اس مرد کو دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ و رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ بھاگنے والا نہیں ہوگا رسول اللہ ﷺ نے میری طرف آدمی بھیجے میں آشوبِ چشم میں مبتلا تھا آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور دُعا فرمائی کہ یا اللہ علی رضی اللہ عنہ کو سردی اور گرمی کی اذیتوں سے محفوظ رکھنا۔ اس کے بعد مجھے کبھی گرمی یا سردی کا احساس تک نہیں ہوا۔

(۵۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اے علی رضی اللہ عنہ سوائے مومن کے تیرے ساتھ کوئی محبت نہیں کرے گا اور سوائے منافق کے کوئی تیرے ساتھ بغض نہیں رکھے گا۔

(۵۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت نجویٰ "اے ایمان والو! جب کبھی رسول اللہ ﷺ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ دیا کرو" (سورۂ مجادلہ) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو اس آیت کے بارے میں بتلا دو کہ ایک دینار صدقہ دے کر میرے ساتھ علیحدگی میں بات کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ زیادہ ہے، فرمایا: نصف دینار: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان میں سے اکثر کی یہ حیثیت نہیں، فرمایا: پھر کتنا صدقہ ہونا چاہیے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایک جو کے دانے کے برابر صدقے دے سکتے ہیں۔ اس پر حکم خدا نازل ہوا کہ کیا تم حضور ﷺ کے علیحدگی میں بات کرنے کے لئے صدقہ دینے سے ڈر گئے تو ہم نے صدقہ معاف کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری وجہ سے

اس طرح صدقہ مذکورہ معاف ہوا۔

(۵۵) ترمذی نے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں مسلسلاً سادات اشراف کے سلسلے سے روایت کی ہے: علی ابن جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ محبت رکھے اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھے (کان معی فی درجتی یوم القیامۃ) وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

(۵۶) امام حاکم نے بھی مسلسلاً سادات اشراف کے سلسلے میں روایت کی ہے کہ امام علی ابن الحسین (زین العابدین علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد ان الفاظ میں خطاب فرمایا۔

"اے لوگو! آج کی شب وہ انسان اس دُنیا سے رُخصت ہو گیا ہے کہ اس کے اعمال کو نہ سابقین پہنچ سکے اور نہ آئندہ آنے والی نسلیں ایسے اعمال بجا لا سکیں گی، جب بھی آنحضور ﷺ نے انہیں علم عطا فرمایا جبرئیل و میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے تھے اور وہ ہر معرکے سے کامیاب لوٹتے تھے انہوں نے اپنی زندگی میں سونا، چاندی جمع نہیں کیے ماسوائے سات سو درہم کے جو ایک غلام سے خدمت لینے کے لئے رکھے تھے اے لوگو! مجھے پہچانو تو! میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہوں میں ابن نبی، ابن وصی، ابن بشیر و نذیر اور ابن سراج منیر ہوں۔ میں اس اہل بیت علیہم السلام کا ایک فرد ہوں جن کے گھر میں جبرئیل علیہ السلام اُترتا تھا۔ میں اس اہل بیت علیہم السلام میں سے ہوں جن سے خدا نے ہر قسم کے رجس اور آلودگی کو دور رکھا ہے اور جنہیں اس طرح پاک بنایا جیسے پاک بنانے کا حق ہے۔

میں ان اہل بیت سے ہوں جن کی مودت ہر مسلمان پر اللہ نے فرض کی ہے اور فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ

"اے رسول ﷺ کہہ دو کہ میں تم سے سوائے اپنے قربیٰ کی محبت کے اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتا۔"

نیز اس آیت میں "حسنہ" سے مراد ہماری محبت ہے۔ (مودتنا اہل بیت)

(۵۷) ترمذی، ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم انصاری منافقین کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بغض کی وجہ سے شناخت کر لیتے تھے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ منافق کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرے گا اور مومن کبھی علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھے گا۔

(۵۸) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے علیحدگی میں باتیں شروع کر دیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ آج اپنے چچا زاد سے بڑی لمبی گفتگو کر رہے ہیں اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا:

ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ

"کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے تخلیئے میں باتیں نہیں کیں بلکہ اللہ نے باتیں کی ہیں۔"

(۵۹) ام عطیہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک لشکر کسی مہم پر بھیجا اور علی رضی اللہ عنہ اس لشکر میں تھے۔ آنحضور ﷺ دُعا فرماتے تھے کہ پالنے والے مجھے اس وقت تک نہ مارنا جب تک کہ میں علی رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ لوں۔

(۶۰) اس کے بعد شاہ صاحب کے اپنے الفاظ ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر احوال و فضائل ہیں۔ دراصل علی علیہ السلام کی جبلت میں شجاعت، قوت اور "وفا کی اعلیٰ صفات" خدا کی طرف سے ودیعت کردہ تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی خدا اور رسولِ خدا ﷺ سے محبت اخبار متواترہ میں سے ہے اور سبقت اسلام کے لئے علی رضی اللہ عنہ کی مبارزت اور اسلام کے دشمنوں کو ختم کرنا ایسے کارہائے نمایاں ہیں کہ جن کے بڑے عمدہ ثمرات ہیں

اور جب کسی نے حضور ﷺ سے علی رضی اللہ عنہ کی کوئی شکایت کی اور آپ ﷺ فرماتے علی کی شکایت نہ کیا کرو۔ وہ ذاتِ خدا کے بارے میں بڑا سخت ہے اور عشقِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اتمامِ منصب رسالت ﷺ کے لئے، نصرتِ اسلام کے لئے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کی ہے اور ایسی خصلتیں اشراف میں صرف فیضانِ الٰہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی، وصی اور وارث قرار دیا تھا چنانچہ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو دُنیا و آخرت میں میرا ولی ہو۔ تو سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے مثبت جواب نہ دیا اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا (انت ولی فی الدنیا و الآخرۃ) کہ تم دُنیا اور آخرت میں میرے ولی ہو اور اس حدیث کی تفصیل بروایت نسائی پہلے بیان ہو چکی ہے۔ نیز امام حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر محمد ﷺ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں (انقلبتم علی اعقابکم) کیا تم دین سے ایڑیوں کے بل ہٹ جاؤ گے؟

بخدا! ہدایتِ الٰہیہ کے بعد ہم کبھی روگردانی نہیں کریں گے اور آنحضور ﷺ کی رحلت کے بعد میں اسی طرح قتال کروں گا جس طرح رسول خدا ﷺ نے جنگیں کیں حتیٰ کہ میں دُنیا سے رُخصت ہو جاؤں کیونکہ میں رسولِ خدا ﷺ کا بھائی، ولی، ابن عم اور آپ ﷺ کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ کون حقدار ہے؟

(۶۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہشاتِ نفسانیہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا چنانچہ ابو عمر نے ایک اہل ہمدان سے روایت کی ہے کہ ایک دن معاویہ نے ضرار سدی سے کہا: اے ضرور ذرا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف تو بیان کرو۔ ضرار نے معذرت چاہی مگر معاویہ نے اصرار کیا تو ضرار نے کہا:

''بخدا! علی رضی اللہ عنہ خواہشاتِ نفسانیہ سے دور تھے۔ ان کا تقویٰ مضبوط تھا۔ ان کی باتیں حکیمانہ تھیں اور ان کے فیصلے عادلانہ تھے۔ وہ سرچشمۂ علم و حکمت تھے وہ دُنیا

کی لذتوں سے بے نیاز، تاریکیٔ شب میں اشک ریز تھے۔ ان کی سوچ میں گہرائی تھی، ان کا لباس مختصر اور سادہ اور ان کی خوراک روکھی سوکھی روٹی تھی۔ وہ ہر مسائل کا جواب دیتے مگر رعب اتنا تھا کہ مقربین کو بھی ابتدائے کلام کا یارانہ تھا۔ دینداروں اور مسکینوں کو عزیز رکھتے۔ کسی طاقتور کو ان سے اپنی کرتوتوں کی تائید کی اُمید نہ تھی اور کوئی کمزور آپ کے عدل سے محروم و مایوس نہ تھا۔ (ضرار کہتا ہے) کہ میں نے رات کے آخری حصے میں دیکھا کہ اپنی ریش اقدس کو ہاتھ میں لے کر مضطربانہ انداز میں گریہ کناں تھے اور فرما رہے تھے: اے دُنیا تو کسی اور کو فریب دے میں نے تجھ سے اس طرح علیحدگی اختیار کر لی ہے جس طرح کوئی آدمی طلاق بائن دے اور پھر رجوع کی اُمید نہ رہے۔

معاویہ یہ سن کر رو پڑے اور کہنے لگے: خدا ابوالحسن پر رحم کرے وہ واقعی ایسے تھے ضرار ذرا یہ تو بتلا کہ تجھے علی رضی اللہ عنہ کی رحلت کا کتنا غم ہوا، ضرار نے جواب دیا جتنا ایک ماں کو اپنے اس شیر خوار کا ہوتا ہے جسے اس کی گود میں قتل کر دیا جائے۔

(۶۲) ابو عمر کہتا ہے کہ مال فئے کی تقسیم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جب کوئی مال آتا آپ رضی اللہ عنہ اسے فوراً تقسیم کر دیتے اور مال فئے میں کچھ نہ رکھتے اور فرمایا کرتے اے دُنیا کسی اور کو فریب دینا۔ بیت المال سے اپنے لئے کوئی شے مخصوص کر کے نہ رکھتے اور نہ ہی کسی دوست یا رشتہ دار سے کوئی رعایت برتتے۔ گورنری کے لئے اہل دیانت و امانت کا انتخاب فرماتے اور اگر کسی کے بارے میں خیانت کی اطلاع ملتی تو اسے لکھتے۔

''تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعظہ آیا ہے۔ پیمانے اور ناپ تول میں انصاف کرو۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔''

جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے محفوظ رکھو۔ میرا آدمی آئے گا لے جائے گا پھر دُعا فرماتے: اے اللہ تعالیٰ میں تیری مخلوق پر ظلم سے حکومت نہیں کرتا اور نہ تیرے حقوق میں کوتاہی کرتا ہوں۔

مجمع تیمی بھی یہی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں

میں تقسیم کر کے بیت المال میں جھاڑو دلوا دیتے اور پھر اس میں نماز ادا کرتے تاکہ یہ نماز بروزِ قیامت اس عمل کی گواہی دے۔

(۶۳) من جملہ دیگر فضائل کے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جتنے علوم آنحضرت ﷺ سے حاصل کئے انہیں محفوظ کر لیا اور بوقت ضرورت انہیں استعمال کیا۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پناہ مانگتا ہوں کسی ایسے پیچیدہ امر سے کہ وہ میرے سامنے پیش ہو اور اس امر میں میری رہنمائی کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔ چنانچہ شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے "العوارف" میں عبد اللہ بن حسن سے نقل کیا ہے کہ جب آیت وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ نازل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ علی رضی اللہ عنہ کے کان کو ایسا بنا دے جو ہر بات کو محفوظ رکھ سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی کوئی چیز نہیں بھولی۔

(۶۴) سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دو مقدمے پیش ہوئے۔ ایک مجنونہ عورت کی بدکاری کا اور ایک چھ ماہ کے حمل کے بچے کا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے رجم کا حکم دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجنون مرفوع القلم ہے یعنی مجنون کے لئے کوئی سزا نہیں اور رہا چھ ماہ کا حمل تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ کہ حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس ماہ ہے اور رضاعت کی مدت دو سال (چوبیس ماہ) ہے لہٰذا چھ ماہ کے حمل کا بچہ حلال زادہ ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ آ جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں تو ایسے موقع کے لئے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۶۵) ابو عمر رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اَقضاکم علی کہ تم میں سب سے بڑا قاضی علی رضی اللہ عنہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کہ اقضانا علی ہم میں سے بڑا قاضی علی

رضی اللہ عنہ ہے۔

(۶۶) سعید رضی اللہ عنہ بن مسیب کہتے ہیں کہ سوائے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کسی اور "سلونی" کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۶۷) ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں نے خود سنا ہے فرماتے تھے مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو۔ بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ کب نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی ہے؟

(۶۸) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا اگر اس علم کے دس حصے ہوں تو ان میں نو حصے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئے ہیں اور باقی ایک حصے میں تمام لوگ شریک ہیں۔

(۶۹) **چوں نماز عصر از حضرت مرتضی فوت شد دُعا کرد تا آفتاب باز گشت۔**
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہوئی دُعا فرمائی تو سورج پلٹ آیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں نے خود سورج کو پلٹتے دیکھا ہے اس کے بعد شاہ صاحب نے ابن جوزی پر جرح کی ہے کہ ابن جوزی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے حالانکہ طحاوی نے "مشکل الآثار" میں اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے یہ روایت درج کی ہے۔

وهذا ان الحديثان ثابتان ورواتهما ثقات نقله قاضي عياض في الشفاء وابن سيد الناس في بشرى اللبيب و صححه أبو الفتح الأزدي وحسنه ابو زرعه بن عراقي و شيخنا الحافظ جلال الدين السيوطي في الدرر المنتشرة في الاحاديث المشتهرة

(۷۰) صاحب الریاض نے اصبغ بن نباتہ سے ذکر کیا ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم سفر تھے اور اس مقام سے گزرے جہاں آج کل قبر امام حسین رضی اللہ عنہ ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر فرمایا: یہ جگہ ہے جہاں "حسین (رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھی" اُتریں گے اور یہ مقام ہے جہاں ان کا خون گرے گا۔ آلِ محمد ﷺ کے جو نوجوان اس جگہ قتل کئے جائیں گے ان پر آسمان اور زمین گریہ کریں گے۔

(۷۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ؓ کے پاس دو آدمیوں کے جھگڑے کا مقدمہ پیش ہوا اور آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے پکارا: یا علی (ؓ) دیوار گرنے والی ہے آپ ؓ نے جواب دیا: تم جاؤ اللہ حافظ ہے۔ چنانچہ جب آپ ؓ نے دونوں آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر دیا تو پھر دیوار گری۔

(۷۲) علی بن راذان سے روایت ہے کہ حضرت علی ؓ نے ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک آدمی نے آپ ؓ کی تکذیب کی۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو میں دُعا کروں؟ اس نے کہا: بے شک، چنانچہ آپ ؓ نے اس کے خلاف دُعا کی اُدھر آپ کا دُعا کرنا تھا اُدھر اس کی بینائی زائل ہو گئی۔

(۷۳) ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کہ حضرت علی ؓ کو بلا آؤ۔ میں گیا تو گھر سے چکی چلنے کی آواز آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ چکی بغیر کسی چلانے والے کے چل رہی تھی۔ میں حضرت علی ؓ کو لے کر دربارِ رسول ﷺ میں پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے میری کیفیت دیکھ کر پوچھا: ابوذر ؓ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آج ایک عجیب بات دیکھی ہے کہ حضرت علی ؓ کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے چل رہی تھی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر ؓ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر اُتر آتے ہیں انہیں آلِ محمد ﷺ کی معاونت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

(۷۴) فضالہ بن ابی فضالہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت علی ؓ کی عیادت کے لئے "ینبع" میں گئے میرے باپ نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا: یا علی ؓ اگر آپ اس جگہ فوت ہو گئے تو چند بدو آپ کی تجہیز و تکفین کریں گے میں آپ کو مدینہ لے کر چلتا ہوں وہاں اصحابِ رسول ﷺ آپ پر نماز پڑھ سکیں گے۔ حضرت علی ؓ نے جواب دیا میں اس مرض سے وفات نہیں پا سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: اے علی! تجھے اس وقت تک موت نہیں آ سکتی جب تک کہ تیری پیشانی کے

خون سے تیری ریش مبارک رنگین نہ ہو جائے۔ یہ ابو فضالہ بدری تھے اور صفین کی جنگ میں آپ ؓ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

(۷۵) ابو عمر نے عبیدہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ؓ نے شہادت سے قبل جب ابن ملجم کو دیکھا تو فرمایا اُرید حیاتہ ویرید قتلی کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

(۷۶) محمد بن کعب قرظی کہتا ہے کہ علی ؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کر لیا تھا۔

(۷۷) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا کہ تجھے میرے بعد تکالیف اُٹھانی پڑیں گی نیز فرمایا: ضغائن فی صدور أقوام لا یبدونها لك إلا من بعدی (لوگوں کے دلوں میں تیرے خلاف کینہ ہے اور اس کینے کو میرے بعد ظاہر کریں گے۔ حضرت علی ؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ دین کی سلامتی کے ساتھ، فرمایا: ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ۔

(۷۸) حاکم نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی ؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

(۷۹) حاکم نے اُم سلمہ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی ؓ قرآن کے ساتھ اور قرآن علی ؓ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

(۸۰) حاکم نے حضرت علی ؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ مَادَارَ "اے خدا حق کو ایسا بنا کہ وہ علی ؓ کی پیروی کرے یعنی جدھر علی ؓ ہوں ادھر ہی حق ہو۔"

یہ ہے مسلک اہل سنت

خصائص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

ہم نے ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارے میں امام العارفین قسیم ولایت فاتح خیبر باب مدینۃ العلم کے اعلیٰ ہونے کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا جس کی دوسری قسط زیر نظر شمارے میں شامل ہے ان شاء اللہ یہ مضمون قسط وار قارئین کرام تک پہنچتا رہے گا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اپنی یہ معروضات اس سلسلہ وار مضمون کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر پیش کریں گے لیکن بعض مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ پتہ چلا ہے کہ "ضرب حیدری" کے مؤلف پیر سائیں غلام رسول قاسمی یہ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے خصائص علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے مسئلہ تفضیل پر اہل سنت والجماعت کے مؤقف سے کوئی انحراف کیا ہے وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اگر انہوں نے مسلک اہل سنت سے انحراف کیا ہوتا تو ممتاز اور جید علماء کرام کی ایک بھاری تعداد ان کی تالیف "ضرب حیدری" پر تقاریظ کیوں لکھتی؟

لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا ہے کہ ہم اپنی یہ معروضات اس الگ مضمون کے طور پر بلا تاخیر شائع کر دیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے، مسئلہ تفضیل پر اہلسنت کا مؤقف بالکل واضح ہے کہ جمہور اہلسنت خلیفہء اول، یارِ غار رسالتمآب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ افضلیت کلی ہے جبکہ جزوی فضیلتیں کسی بھی مفضول کو حاصل ہو سکتی ہیں بالخصوص سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے خصائص تو تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر ہیں لہٰذا اگر جزوی افضلیت کا انکار کر دیا جائے تو خصائص کا انکار لازم آئے گا کیونکہ

خصائص کہتے ہی ان فضائل کو ہیں جو صاحب فضائل کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہوں۔ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس شدت کے ساتھ فرقہء تفضیلیہ کا تعاقب کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے ان حضرات کی بھی گرفت فرمائی ہے جنہوں نے دیگر صحابہ کرام بالخصوص سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے خصائص اور ان کی جزوی افضلیتوں کا انکار کیا ہے اور حضرات شیخین یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی من جمیع الوجوہ افضلیت ثابت کرنے کی سعی ناکام کی ہے۔ اس سے پیش تر کہ ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "مطلع القمرین" سے اس مسئلہ پر طویل اقتباس پیش کریں، ضروری ہے کہ ہم قارئین پر یہ واضح کر دیں کہ صاحب ضرب حیدری نے خصائص سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کا انکار کیسے کیا ہے اور وہ ان کی جزئی افضلیتوں کے منکر کیسے ہوئے ہیں؟ وہ رقمطراز ہیں:

"ثالثاً مولا علی کے فضائل جو کتب میں مذکور ہیں ان کی کیفیت اور قوت شیخین کے فضائل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کے تمام فضائل اور ان کی عظمت مسلم ہے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امامت کے مصلے پر کھڑا کر دینا ان تمام فضائل پر حاوی ہے۔" (ضرب حیدری، صفحہ ۱۲۰)

جب موصوف کے نزدیک مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے فضائل قوت اور کیفیت میں شیخین رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر نہیں تو اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ موصوف نے اپنی کتاب میں اگرچہ سنیوں کو دھوکہ دینے کیلئے چند مرتضوی خصائص کا ذکر کر دیا ہے لیکن اپنے اصل عقیدے سے پردہ یہ کہہ کر اٹھایا ہے کہ مولائے کائنات کے فضائل کیفیت اور قوت میں شیخین کے فضائل سے بڑھ کر نہیں۔ دوسرے الفاظ میں انہوں نے یہ کہہ کر خصائص مرتضوی کا صاف انکار کر دیا ہے اور یہ کہہ کر تو انہوں نے مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے ساتھ اپنے بغض کی انتہا کر دی ہے کہ مولائے کائنات کے تمام فضائل پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امامت کے مصلے پر کھڑا کر دینا بھاری ہے۔ اب ہم مطلع القمرین سے اقتباس

پیش کرتے ہیں:

"سنیت اس صراطِ مستقیم کا نام ہے جس میں "لم یجعل له عوجا"
طرفین افراط و تفریط کی طرف میلان بحمد اللہ حرام ہے۔ لہٰذا ہم جس طرح ان
تبصرات میں اپنے مخالف اول یعنی فرقہ تفضیلیہ کے خیالات باطلہ و اوہام عاطلہ کی
بیخ کنی کرتے آئے ہیں واجب ہے کہ کچھ دیر ادھر سے باگ پھیر کر دو چار باتیں ان
حضرات سے بھی کر لی جائیں جنہوں نے بعض متاخرین ہند کے بعض کلمات زور
آزمائی دیکھ کر بداہت عقل وشہادت نقل کو بالائے طاق رکھا اور حضرات شیخین یا جناب
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل من جمیع الوجوہ کا دعوی کر دیا کہ جس طرح وہ فرقہ متفرقہ
ہماری طریق مراد میں سنگ راہ ہے ان لوگوں کی خلش بھی چشم انصاف میں خار دامان
نگاہ ہے۔ جب طرفین کے شبہات کا علاج ہو جائے گا تو ہم ان شاء اللہ اپنے نزدیک
جو معنی تفضیل ہیں ان کے چہرۂ تحقیق سے نقاب اٹھائیں گے کہ مقصود اعظم ان مباحث
سے وہی ہے وباللہ التوفیق۔

اب ذرا تبصرۂ اولیٰ کی تقریر پر دوبارہ نظر ڈالیے کہ جس طرح اس سے یہ امر
مصرح وضوح پر جلوہ گر ہو چکا کہ مجرد کسی فضیلت سے اختصاص مناط افضلیت واکرمیت
نہیں ورنہ تناقض بیّن لازم آئے کہ صحابہ میں اکثر حضرات فضائل خاصہ سے ممتاز تھے جو
ان کے غیر میں نہ پائے جاتے اور ہمیں وجہ بعض احاد صحابہ خلفاء اربعہ سے افضل قرار
پائیں اور وہ خلاف اجماع ہے اسی طرح یہ مقدمہ بھی انجلائے تام پا چکا کہ ان حضرات
میں ایک کو دوسرے سے بجمیع وجوہ افضل اور تمام افراد محامد میں اعلیٰ واکمل نہیں کہہ
سکتے ورنہ خصائص خصائص نہ رہیں کما لا یخفی۔ فقیر حیران ہے یہ حضرات مفضولیت
مطلقہ واختصاص بخصائص میں منافات نہ مانیں گے یا مولےٰ علی (رضی اللہ عنہ) کے مناقب
خاصہ ہی سے انکار کر جائیں گے۔ خدارا ذرا آنکھ کھول کر کتب حدیث دیکھیں۔ جس
قدر خصائص وافرہ حضرت مولےٰ (علی رضی اللہ عنہ) کے مالک و مولےٰ نے انہیں عطا فرمائے
ہیں دوسرے کو تو ملے ہی نہیں پھر صریح آفتاب کا انکار کیونکر بن پڑے گا۔ بحمد اللہ

ہمارے آقائے نامدار پر 'ورفعنا لک ذکرک' کا ایسا پرتو جلیہ ہے کہ ان کے فضائل
ہماری نشر و تذکیر کے محتاج نہیں نہ ہماری قدرت اس کی وسعت رکھے مگر حبیب کا ذکر
حبیب اور رحمت الٰہی کا نزول قریب لہٰذا شوق دلی جوش زن ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی
تفضیل من جمیع الوجوہ ماننے والے ذرا سنبھل کر ہمیں بتائیں کہ وہ کون تھا جسے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ مختلف پیڑوں سے ہیں اور میں اور وہ ایک درخت
سے، ہاں وہ علی مرتضےٰ (رضی اللہ عنہ) ہے مصطفےٰ کی شاخ اور آل مصطفےٰ کی جڑ صلے اللہ تعالیٰ
علیہ و علیہم وسلم۔ ہاں وہ کون تھا جسے نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا جب
وہ پیارا محبوب روانہ ہوا تو محبت مصطفیٰ ﷺ نے جوش مارا اور حضور ﷺ نے دونوں
ہاتھ بلند فرما کر دعا کی! "اللّٰھم لا تمتنی حتی تریني علیاً" الٰہی مجھے دنیا سے نہ اٹھانا
جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں، ہاں وہ علی ہے محبوب خدا و مطلوب مصطفےٰ ﷺ۔ ہاں وہ
کون ہے جس کی نسبت مصطفےٰ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی
صلب میں رکھی اور میری ذریت اس کی پشت میں، ہاں وہ علی ہے ابوالائمۃ الطاھر
کرم اللہ تعالیٰ وجھہ۔ ہاں وہ کون ہے جسے بشارت ہوتی ہے کہ تو روز قیامت قسیم نار
و جنان ہے ہاں وہ علی ہے سید الابرار و قاتل الکفار رضی اللہ عنہ۔ ہاں وہ کون ہے جسے اس
معراج کے جانے والے عرش پر قدم رکھنے والے نے حکم دیا میرے کندھوں پر چڑھ کر
سقف کعبہ سے بت گرا دے اور جب وہ بلند اختر چڑھا اپنے کو ایسے مقام رفیع پر پایا
کہ فرماتا ہے "انه لیخیل الی أنی لوشئت لنلت أفق السماء" مجھے خیال آتا تھا اگر
چاہوں تو آسمان کا کنارا چھو لوں، ہاں وہ علی ہے بالامنزلت والا مرتبت کرم اللہ تعالیٰ
وجھہ الکریم۔ ہاں وہ کون ہے جسے رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ لے گئے
عرض کیا! حضور ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں ارشاد ہوا کیا تو
راضی نہیں کہ تو مجھے بمنزلہ ہارون (علیہ السلام) کے ہو موسےٰ (علیہ السلام) سے مگر میرے بعد نبی
نہیں، ہاں وہ علی ہے برادر احمد خلیفہ امجد رضی اللہ عنہ۔ ہاں وہ کون ہے جو تمام مسلمانوں کا
مولےٰ بنا اور بتاکید اکید ارشاد ہوا جس کا میں مولا اس کا یہ مولا الٰہی دوست رکھ اسے جو

اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اس سے دشمنی کرے ،ہاں وہ علی ہے امیر المؤمنین مولا المسلمین کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم۔ ہاں وہ کون ہے کہ روز خیبر مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کل یہ نشان اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی خدا اور رسول اسے پیارے اور وہ خدا اور رسول کا پیارا،رات بھر لوگوں میں چرچا رہا کہ دیکھئے کسے عطا ہو صبح۔ حضور ﷺ نے اس فتح نصیب کو بلا کر نشان عطا کیا، ہاں وہ علی ہے حرز اسلام و شیر ضرغام رضی اللہ عنہ۔ہاں وہ کون ہے کہ مصطفےٰ ﷺ نے اپنی مسجد اقدس میں بحالت جنابت گذرنا اپنے لیے جائز کہا یا اس کے لیے،ہاں وہ علی ہے طاہر اطہر طیب اطہر کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ ہاں وہ کون ہے کہ جب مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام میں مؤاخات کی وہ مصطفےٰ ﷺ کا پیارا روتا آیا کہ مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "انت اخی فی الدنیا و الاخرۃ" تو تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں ، ہاں وہ علی ہے آفتاب مکارم وماہتاب بنی ہاشم رضی اللہ عنہ۔ہاں وہ کون ہے جسے فصل قضاو رفع خصومات میں تمام صحابہ پر ترجیح بیّن ہے حتی کہ عمر (رضی اللہ عنہ) جیسا خلیفہ بلند رتبہ پناہ مانگے اس قضیہء دشوار سے جس میں وہ حاضر نہ ہو اور عمر (رضی اللہ عنہ) بار ہا کہے اگر وہ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا ،ہاں وہ علی ہے صاحب رائے ثاقب و فکر صائب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ ہاں آج کس شیر شرزہ نے غضبناک ہو کر سپر ہاتھ سے گری ہے تو خیبر جیسے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر سپر بنایا ہے جس کے زور بازو کا ملأ اعلیٰ میں شور پڑ گیا ہے۔

ہاں وہ علی ہے (رضی اللہ عنہ) اسد حیدر ضیغم غضنفر رضی اللہ عنہ ۔ ہاں آج میدان احد میں کس صف شکن شمشیر زن شیر افگن نے تیغ شرربار کی وہ بجلیاں چمکائی ہیں کہ لشکر ظفر پیکر مصطفےٰ ﷺ میں منادی پکار رہا ہے "لا سیف الا ذوالفقار۔ ولا فتی الا علی الکرار" ہاں وہ علی ہے شیر خدا بازو مصطفےٰ ۔ہاں وہ کون ہے جسے روز قیامت ساقی کوثر بنائیں گے اور اس کے ہاتھ سے تشنگان امت کو سیراب فرمائیں گے،ہاں وہ علی ہے ابر سخاوت بحر کرامت کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم۔ ہاں وہ کون ہے کہ معرکہء صراط کا بندوبست اس

کے ہاتھ ہوگا جب تک وہ پروانہء اجازت نہ لکھ دے گزر نہ ملے گا ،ہاں وہ علی ہے ہادی کریم وصراط مستقیم رضی اللہ عنہ۔

اے رضائے دل افگار ہماری تو جان زار اس ماہ روئے گلعذار گل روئے ماہ رخسار کی ہر ادائے شیریں پر نثار جو فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) جیسی دولہن کا دولہا بنا اور أنت منی و أنا منک کا سہرا باندھا ،صدیق وفاروق (رضی اللہ عنہما) نے درخواست کی صغر سنی کے عذر سے قبول نہ ہوئی اور جب علی نے عرض کیا مرحبا و اھلاً جواب ملا "ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "کانت لعلی ثمانیۃ عشر منقبۃ ماکانت لاحد من ھذا الامۃ "یعنی علی کے لیے اٹھارہ منقبتیں ایسی ہیں کہ جو امت میں دوسرے کسی کیلئے نہیں ،امیر المؤمنین فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں "کانت لقد اعطی علی ثلث خصال لأن تکون فی خصلۃ منھا احب الی من حمر النعم " یعنی علی (کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم) تین خصلتیں ایسی دیئے گئے کہ اگر میرے لیے ان میں سے ایک ہوتی تو وہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ مجھے پیاری ہوتی ، یہ ایک مثل ہے عرب میں نہایت محبوب چیز کے لیے ،فسئل وما ھی ،دریافت کیا گیا کہ وہ خصلتیں کیا ہیں؟ "قال تزویجہ ابنتہ" فرمایا! حضور ﷺ کا اپنی بیٹی انہیں دنیا" وسکناہ فی المسجد لایحل لی فیہ مایحل لہ " اوران کا مسجد میں رہنا کہ میرے لیے اس میں حلال نہیں جو انہیں حلال ہے "والرأیۃ یوم خیبر " اور روز خیبر کا نشان"

اے عزیز! صوفیاء کے دل سے پوچھ جو احسانات ان پر اس جناب آسمان قباب کے ہیں خدا تک وصول بے ان کا دامن پکڑے محال اور راہ سلوک میں قدم رکھنا بے ان کی عنایت اور اعانت کے خام خیالی ۔ تکمیل و ارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشہء بزم عرفان کے سر ٹھہرا ۔غوث قطب ابدال او تاد اسی سرکار کے محتاج اور طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبین سائی معراج ۔سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے، علی ہے، ہاں علی ہے، ہاں علی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی نیابت عامہ و خلافت تامہ حضور سید المرسلین صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین کو حاصل عالم علوی و سفلی میں ان کا حکم جاری۔ فرمان روائے کُن کو ان کی زبان کی پاسداری۔ تدبیر و تصرف کی باگیں ان کے ہاتھ میں دی گئیں اور کاروبار عالم کی کنجیاں ان کے قبضہء اقتدار میں رکھی گئیں۔ منشور خلافت مطلقہ وتفویض تام کا ان کے نام نامی پر پڑھا گیا اور سکہ اور خطبہ ان کا ملأ ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ دنیا و دین میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" اعطیت مفاتیح الأرض " (مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں اور فرماتے ہیں) "اوتیت مفاتیح کل شئی " (مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں) علماء فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ خزانہء راز ہیں اور انہی کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہو نہ ان کے سوا دوسرے سرکار سے کوئی نعمت خلق پر فائض ہو جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہیں، عالم میں کوئی ان کے ارادہ و مشیت کا پھیرنے والا نہیں۔ امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری شریف مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

فھو ﷺ و ان تأ خرت طینتہ فقد عرفت قیمتہ فھو خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلاینفذ امر الامعہ ولاینقل خیر الاعنہ

(الیٰ ان قال) اذ ارام امرا لایکون خلافہ و لیس لذالک الامر فی ا لکون صارف

پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ کار خطیر و منصب جلیل حضرت مولئے کائنات کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کو مرحمت ہوا۔ تمام اقطاب عالم اس جناب کے زیر حکم، سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل ونصب وعطا و منع وکن ومکن انہی کی سرکار والا اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حاجت مندان عالم اپنے مطالب و مقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستانِ فیض نشان پر سرارادت دھرتے ہیں یہاں تک کہ عرف مسلمانان میں مولئے مشکل کشا اس جناب کا نام ٹھہرا اور" نادعلیاً

مظہر العجائب" کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا۔

(مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، قلمی نسخہ، صفحہ ۲۵،۲۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص مرتضوی کا انکار کرنے والوں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو من جمیع الوجوہ افضل ماننے والوں کی کس طرح خبر لی ہے انہوں نے حاشیے میں لکھا ہے: " اصول میں مبرہن ہو چکا کہ عدد کیلئے مفہوم نہیں اور ایک عدد کا ذکر زیادت کا منافی یا زائد کا نافی نہیں، سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں "فضلت علی الانبیاء بست" یعنی میں انبیاء پر چھ باتوں پر تفضیل دیا گیا حالانکہ حضور ﷺ کی وجوہ تفضیل حد احصا سے خارج ہیں ہم نے یہاں بہ تبعیت ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھارہ خصائص پر اختصار کیا اور جو چھوڑ دیا اس سے بدرجہا زیادہ ہے جو قید تحریر میں آیا واللہ اعلم۔"

(حاشیہ، مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، قلمی نسخہ، صفحہ ۲۸)

دوسری طرف صاحب ضرب حیدری کا حال دیکھیئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے خصائص تیرا (۱۳) بتائے ہیں اور ان کے اپنے قلم کو صرف سات خصائص کے تذکرہ کے بعد بل پڑ گئے، جبکہ امام اہل سنت یہ فرمارہے ہیں کہ انہوں نے بہ تبعیت ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھارہ خصائص مرتضوی پر اختصار کیا ہے اور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے خصائص ان سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ صاحب ضرب حیدری اس مقام پر ضرور غور فرمائیں امام اہل سنت نے تو زور قلم خصائص مرتضوی کے بیان پر صرف کیا جبکہ وہ ان کے برعکس مولائے کائنات کے مسلمہ خصائص کے انکار پر ساری توانائیاں صرف کر رہے ہیں بھلا ان کو فکر رضا کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اور وہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ اسی مسلک شرف واعتدال پر گامزن ہیں جسے مسلک اہل سنت اور مسلک رضا کہا جاتا ہے؟ رہا مسئلہ تقاریظ نگاروں کا تو یہ علماء اہل سنت ہمارا سرمایہ ہیں انہوں نے یہ تقاریظ کیونکر تحریر فرمائیں اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:

اولاً

ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ضرب حیدری کا بالاستیعاب مطالعہ نہ فرمایا ہو اور چند مقامات پڑھنے پر ہی اکتفا فرمایا ہو اور یوں یہ زہرناک عبارات ان کے مطالعہ میں ہی نہ آئی ہوں۔

ثانیاً

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صاحب ضرب حیدری نے ان بزرگوں کو تقاریظ کے حصول کیلئے جو مسودہ بھیجا ہو وہ ان زہرناک عبارات سے پاک ہو اور تقاریظ کے حصول کے بعد انہوں نے یہ عبارات موقع پا کر اپنی تالیف میں شامل کر دی ہوں۔ لیکن اب ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری یہ گزارشات سامنے آنے پر ضرب حیدری پر تقاریظ لکھنے والے علمائے کرام اپنی تقاریظ پر ضرور نظر ثانی فرمائیں گے اور کم از کم اس کتاب میں موجود قابل اعتراض مواد سے برأت کا اظہار بھی فرمائیں گے۔

صدیقِ عکسِ حسنِ کمالِ محمد ﷺ است
فاروق ظلِ جاہ و جلالِ محمد ﷺ است

عثمان ضیائے شمعِ جمالِ محمد ﷺ است
حیدر بہارِ باغِ خصالِ محمد ﷺ است

اسلامِ ما اطاعتِ خلفائے راشدین☆
ایمانِ ما محبتِ آلِ محمد ﷺ است

☆ مراد پانچوں خلفائے راشدین ہیں (بشمول خلیفہ راشد سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ)

محمد اور علی ، لحمک لحمی
طلسم اس راز کا مجھ سے ذرا سن
محمدؐ سے جو حرف "م" لے لے
۴۰

علی کی "ع" کو بھی تو الگ چن
۷۰

ہے ان کا حاصلِ جمع ایک سو دس
"علی" ظاہر ہوئے سر کو ذرا دھن
۱۱۰

جو باقی "حمد" اور "لی" رہ گئے ہیں
۵۲ ۴۰

وہ اعدادِ محمد ﷺ ، مظہرِ کن
۹۲

(عطیہ: سلطان الشعراء حضرت طارق سلطانپوری)

مولودِ کعبہ

- ☆ "تذکرہ ولادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ" ...... علامہ سید عظمت علی شاہ گیلانی
- ☆ علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
- ☆ "مولود کعبہ کون" کا علمی محاکمہ .... علامہ قاری ظہور احمد فیضی
- ☆ "مولود کعبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ" .... مفتی محمد عارف حسین گولڑوی میانوی
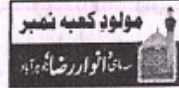
وجہہ اللہ در بیت اللہ

تذکرۂ ولادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کعبۃ اللہ میں ولادت علی رضی اللہ عنہ کے موضوع پر بے مثل تحقیق

علامہ سید عظمت علی شاہ گیلانی ☆

ابان مولدہ عن طیبِ عنصرہ یا طیب مبتدءٍ منہ و مختتم

○

اکرم بہ نسباً طابت عناصرہ اصلاً و فرعاً وقد سادت بہ البشر

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام الاولیاء مولائے کائنات سیّدنا حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تاریخ انسانیت میں یہ سعادت وشرافت کسی اور کے حصے میں نہیں آئی ہے۔ دُنیا کے ہر خطے کے مسلمان جانتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کعبہ شریف میں پیدا ہوئے اور یہ آپ کی خصوصیت وامتیازی شان ہے۔ اس واقعے کو ربّ کریم نے اتنی شہرت دی ہے کہ اہلسنت واہل تشیع کے علاوہ غیر مقلدین (اہلحدیثوں) نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر کسی عالم دین نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہیں تو انکار بھی نہیں کیا۔ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد مفتی اقتدار صاحب نے اس واقعے کا انکار کیا۔ اپنی طرف سے تو انہوں نے اس کو تحقیق کا نام دیا اور پرزور دلائل سے اس کا انکار کیا مگر یہ تحریر پڑھنے کے بعد قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ مفتی موصوف غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں یا ضد اور تعصب کی وجہ سے انہوں نے یہ سعی نامشکور فرمائی ہے۔

☆ - راولپنڈی 0321-5275251

ان کے دلائل تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں بلکہ سچ پوچھئے تو یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ مفتی صاحب نے تحقیق سے کہیں زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ ان کی تحریر کے ایک ایک لفظ سے غیظ وغضب نمایاں ہے انہوں نے تحقیق کی راہِ اعتدال سے ہٹ کر تشدد کا راستہ اپنایا ہے جو اس پڑھے لکھے دور میں خصوصاً علمائے کرام کیلئے بالکل مناسب نہیں ہے۔ مفتی صاحب کے فتویٰ ''مولا علی مولود کعبہ نہیں ہیں'' سے اہلسنّت میں کافی اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے موصوف کے معتقدین اور مریدین سمجھتے ہیں کہ دلائل کا بہت بڑا سرمایہ اُن کے ہاتھ آ گیا ہے مگر ہمیں یہ احساس ہے کہ اس قسم کے مسائل میں رسالہ بازی اچھی عادت نہیں ہے اور اس نازک دور میں اُمت کے افراد کو اس قسم کے غیر ضروری مسائل میں الجھانا اچھی کوشش نہیں ہے اس مسئلہ کو زیادہ اچھالنے والے محمد سجاد نعیمی صاحب ہیں جنہوں نے یہ فتویٰ ایبٹ آباد شہر میں مختلف لوگوں تک پہنچایا اور اس سے ان کو بڑی خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ فون پر مفتی صاحب سے لندن میں گفتگو ہوئی، جو فرماتے ہیں کہ اگر میرے فتویٰ کا کوئی جواب الجواب لکھے تو فوراً مجھے ارسال کر دو پھر میں جواب لکھوں گا اس قسم کی باتیں سُن کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مفتی صاحب اصلاح و درستگی کی منزل سے آگے گزر چکے ہیں لہٰذا بارگاہ رسالت و ولایت سے نگاہِ لطف وعنایت کی درخواست کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ عوام الناس میں سے جن کے ذہنوں میں خلفشار پیدا ہو چکا ہے وہ دور ہو جائے۔ مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم کی ذات گرامی سے محبت اور دلی وابستگی کا تقاضا بھی ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ اور شرف عظیم کے بارے میں جو ذہنی الجھاؤ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ یقین کامل ہے کہ اہل ایمان ہماری اس کاوش کو تحسین کی نظر سے دیکھیں گے۔ اگر یہ تحریر پڑھتے ہوئے آپ کو کسی مقام پر لہجے کی سختی محسوس ہو تو اس کو مذموم نہ جانئے گا کیونکہ اگر کسی کے ماں باپ کے بارے میں ایسا گستاخانہ انداز اختیار کیا جائے تو وہ ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ مفتی

صاحب نے اس فتوئی میں مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم کی والدہ محترمہ کیلئے جو جملے استعمال کیے ہیں انہیں پڑھتے ہوئے دل خون کے آنسو روتا ہے۔ صرف آپ حضرات کی اطلاع کیلئے لرزتے قلم اور تڑپتے ہوئے دل کے ساتھ یہ جملے نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیے مفتی صاحب لکھتے ہیں ''فاطمہ بنت اسد ایسی نازک حالت میں گھر سے نکلی ہی کیوں؟ بااخلاق عورتیں تو احتیاطاً پانچ چھ دن پہلے گھر سے نکلنا بند کر دیتی ہیں اور اگر ولادت میں وقفہ و دیری تھی تو اس وقفے میں گھر کیوں نہ چلی گئیں؟ وہیں اکیلی لوگوں کے سامنے کیوں دردِزہ سے کراہتی رہیں؟ محترمہ کو کیسے پتہ چلا کہ کعبہ کی دیوار کہاں سے پھٹی ہے اور کتنی پھٹی؟ بوقت ولادت کراہنے اور شور مچانے کے علاوہ رحم سے کافی گندی اشیاء بھی نکلتی ہیں اور اس سے فرش کعبہ خراب ہوا ہوگا وہ کس نے صاف کیا؟ ولادت کے فوراً بعد کئی گھنٹے زچہ عورت چلنے کے قابل نہیں ہوتی تو کون ان محترمہ کو اُٹھا کر گھر لایا؟ اگر کعبے میں ولادت اشرفیت یا افضلیت ہوتی تو یہ کفار کو نہ ملتی بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کعبہ میں ہوتی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

(فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۴)

جب کسی عام خاتون کے بارے میں ایسی باتیں کرنا ناقابل معافی جرم ہے تو مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم کی والدہ ماجدہ اور نبی کریم علیہ السلام کی پرورش کرنے والی پاک باز خاتون کے بارے میں یہ جملے سن کر کوئی مسلمان کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم کی ذات گرامی وہ ہے کہ آپ پوری اُمت کیلئے روحانی باپ کا مقام رکھتے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ''مفردات القرآن'' کے شروع میں نقل کرتے ہیں کہ تاجدار کائنات رحمت عالمیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم سے ارشاد فرمایا:

یا علی انا وانت ابوا هذه الامة ''اے علی میں اور تو دونوں اس امت کے باپ ہیں۔''

(یہاں ابوت معنوی و روحانی مراد ہے نہ کہ نسبی) لہٰذا مفتی مذکور کا فتویٰ پڑھنے کے بعد ہر صاحب دل مسلمان کو دکھ پہنچا ہے لہٰذا آیئے سب سے پہلے مولا علی کی خانہ کعبہ میں ولادت کے بارے میں اکابرین اہلسنّت کا موقف معلوم کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ شیعوں کا عقیدہ اور من گھڑت روایت ہے۔

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خدا میں

جس گھڑی اللہ کے گھر میں ہوئے پیدا علیؑ ذرہ ذرہ با ادب ہو کر پکارا یا علیؑ

۱۳ رجب جمعۃ المبارک عام الفیل کا تیسواں سال تاریخ انسانیت کا یادگار دن تھا اس دن اس ہستی نے دُنیا پر جلوہ گر ہونا تھا جو عالم ارواح میں امم سابقہ کے اولیاء میں روحانیت کا فیضان تقسیم کر چکی تھی اور جس نے وجہِ وجودِ کائنات محبوب خدا ﷺ کا محبوب بن کر اور آپ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہو کر مدینۃ العلم اور مرکز دائرہ ولایت کے منصب رفیع پر فائز ہونا تھا مکہ معظمہ میں اللہ ربّ کریم کے معزز گھر پر مسلسل انوار و برکات کی بارشیں برس رہی تھیں۔ فرشتے جوش و خروش کے ساتھ اظہار مسرت کر رہے تھے خانہ کعبہ بزبان حال رحمت خداوندی کا شکریہ ادا کر رہا تھا کیونکہ آج اللہ کے اس محبوب کی آمد کا وقت تھا جس نے بتوں کو پاش پاش کر کے خانہ خدا سے باہر نکالنا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رفیقہ حیات حضرت ابو طالب طواف کعبہ میں مصروف تھیں کہ آپ نے محسوس فرمایا میرے پاس جو امانت ہے اس کے ظہور کی مبارک گھڑیاں آن پہنچی ہیں۔ طواف کے چوتھے چکر میں ربّ کعبہ کے حضور التجا کرتے ہوئے دست طلب پھیلا دیئے عرض کیا اے اس گھر کے مالک میرے لیے یہ معاملہ آسان فرما، تاجدار ولایت کی پیاری امی جان اور نبی رحمت ﷺ کی محسنہ خاتون کے ہاتھ اُٹھنے کی دیر تھی کہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ظاہر ہوا کعبہ شریف کی دیوار پھٹ گئی۔ قدرت کی طرف سے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیوار پھٹ گئی ہے آپ کعبہ کے اندر

تشریف لے گئیں مگر قدرت خداوندی کا اعجاز تھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی تین دن کے بعد سے باہر تشریف لائیں تو گود میں ایک شہزادہ لئے ہوئے! جس کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ اس شہزادے کو گود میں لئے خوشی خوشی گھر تشریف لے آئیں حضرت ابو طالب نے شہزادے کو گود میں لیا۔ پدرانہ شفقتوں سے نوازا اور رحمت دو عالم ﷺ کو اطلاع دی۔ سرکار تشریف لائے شہزادے کو اپنی گود میں لیا، پیار کیا اور کعبہ معظمہ میں پیدا ہونے والے اس شہزادے کا نام ”علی“ رکھا۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خانہ کعبہ میں ولادت کا ذکر کرنے والے چند علمائے کرام وصوفیائے عظام

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں ولادت کے واقعے کو غیر معمولی شہرت ہوئی ہے مستند مؤرخین، محدثین اور سیرت نگاروں نے اس کرامت کو اپنی تصانیف میں اہمیت دی ہے۔ نثر نگاروں نے نثر اور شعراء اسلام نے نظم میں مولائے کائنات کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ان مشاہیر اسلام میں محدثین کرام بھی ہیں، نامور مؤرخین بھی ہیں اور جلیل القدر اولیاء اللہ بھی، ہم ان میں سے چند ہستیوں کے اسمائے گرامی درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو مولائے کائنات کے مولود کعبہ ہونے کا ذکر کر چکے ہیں۔

☆ امام المحدثین حضرت ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ امام المورخین حضرت ابو الحسن علی بن حسین المسعودی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مروج الذہب۔

☆ عثمان بن عمرو الجاحظ معری المعتزلی۔

☆ امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی صاحب میزان الاعتدال و تلخیص وغیرہ۔

☆ علامہ کمال الدین ابو سالم محمد طلحہ الشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت سلیمان بن ابراہیم القندوزی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ینابیع المودۃ۔

☆ امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب الصواعق المحرقۃ۔

☆ امام نور الدین علی المعروف محدث ابن صباغ مالکی مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ رئیس المورخین سبط ابن جوزی متوفہ ۶۵۴ھ۔

☆ محقق احناف استاذ المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ صوفی اکمل ولی کامل حضرت عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ عظیم سیرت نگار جلیل القدر مورخ امام نور الدین حلبی شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ۔

☆ امام المحدثین محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ عمدۃ الفقہاء مفسر قرآن حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ صوفی باصفا رئیس المحققین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ معروف سیرت نگار حضرت علامہ حسن بن مومن شبلنجی مصری۔

☆ علامہ حسین بن علی الواعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ زبدۃ الاصفیاء حضرت شیخ عبد الرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ سند الواصلین عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ عظیم محقق علامہ نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب الشمامتہ العنبریہ۔

☆ مفسر قرآن استاذ العلماء علامہ سیّد ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر الحسنات۔

☆ شارح بخاری سرمایہ اہلسنّت حضرت علامہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفہیم البخاری و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد۔

☆ حکیم الامت مفسر قرآن علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔ (مفتی اقتدار کے والد)

☆ فخر العلماء فقیہ ملت علامہ سیّد محمود رضوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فیوض الباری شرح بخاری۔

☆ مناظر اسلام محسن اہلسنّت علامہ ابو الحامد ضیاء اللہ القادری رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ محقق اہلسنّت حضرت علامہ محبّ اللہ نوری بصیر پوری مدظلہ العالی۔

☆ فقیہ ملت، عمدۃ المحققین علامہ مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی مدظلہ العالی۔

☆ علمائے دیوبند کے معتمد مؤرخ علامہ مرزا حیرت دہلوی۔

☆ دانائے رموز خفی و جلی حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خانہ کعبہ میں پیدائش کو تسلیم کیا ہے آج ہزاروں علماء کی تحقیق ان کے سامنے سمندر کی مقابلے میں قطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان میں عظیم محدثین اور صاحب مشاہدہ اولیاء کرام بھی ہیں یہ سب مولا علی کو مولود کعبہ مان رہے ہیں۔ لیکن مفتی صاحب نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ یہ چند نوعمروں کی جذباتی بناوٹ ہے اور نادان واعظین نے قبول کر لی ہے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ جن کو میں نوعمر یعنی کمسن نابالغ اور نادان کہہ رہا ہوں ان میں کیسی کیسی ہستیاں ہیں بلکہ اپنے والد گرامی بھی شامل ہیں۔

(فتاوٰی نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۸۲)

اب ہم حقیقتِ حال جاننے کے لئے سب سے پہلے اہلسنّت و جماعت کے مستند و معتمد علمائے کرام کی کتابوں سے چند حوالے پیش کر رہے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آ جائے گی کہ مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت باسعادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ کہنا سو فیصد الزام و اتہام ہے کہ یہ عقیدہ و نظریہ اہل تشیع کا ہے۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ صرف تین کتابوں میں اس

کا ذکر ہے مگر یہ سراسر کذب بیانی ہے۔ اب ترتیب کے ساتھ حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

پہلا ثبوت

امام المحدثین ابو حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ہجری حدیث پاک کی شہرہ آفاق تصنیف مستدرک میں قول مصعب بن عبد اللہ "ولم یولد قبله ولا بعده فی الکعبة احد" کے بارے میں لکھتے ہیں "وهم مصعب فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه فی جوف الکعبة" (المستدرک جلد ۴ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان) آخری بات میں مصعب نے وہم کیا ہے حالانکہ متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے علی ابن طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عین کعبہ کے اندر جنم دیا ہے۔ مصعب نے کہا تھا کہ حکیم بن حزام کے علاوہ کوئی بھی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔ امام حاکم مصعب کے اس قول کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بات میں مصعب سے غلطی ہوئی ہے کہ وہ حکیم بن حزام کے علاوہ کسی کی ولادت خانہ کعبہ میں نہیں مانتے حالانکہ متواتر روایات سے خانہ کعبہ میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت ثابت ہوتی ہے۔ امام حاکم نے چونکہ مصعب کے قول کا رد کرنا تھا اس لئے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت کا یہاں ذکر کیا اور فضائل والے باب میں ذکر نہیں کیا۔ قول مصعب کا رد کرنے کیلئے اصل موقعہ یہی تھا کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت کا ذکر کر دیا جائے۔

دوسرا ثبوت

مورخ جلیل علامہ مسعودی اپنی جلیل القدر، شہرہ آفاق تصنیف مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں "کان مولده فی الکعبة" مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کعبے کے اندر پیدا ہوئے۔ (مروج الذہب جلد ۲ مطبوعہ بیروت ص ۳۶۶)

علامہ مسعودی کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ ابن خلکان سے لے کر شبلی نعمانی تک جلیل القدر مورخین نے ان کی علمی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے۔ فوات الوفیات میں ابن شاکر نے اور "وفیات الاعیان" میں ابن خلکان نے مسعودی کو عظیم مورخ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کا ماہر تسلیم کیا۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا نے اس کو نامور مورخ کو تسلیم کیا حتیٰ کہ شبلی نعمانی جیسے ناقد نے بھی اپنی مشہور کتاب "الفاروق" میں ان الفاظ سے مسعودی کا ذکر کیا۔ "ابو الحسن علی بن حسین المسعودی المتوفی ۳۸۶ھ فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دُنیا کی قوموں اور تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا اس کی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی حاجت نہ ہوتی۔"

(الفاروق، شبلی نعمانی ص ۳۷)

اتنا بڑا عالم اور مورخ مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کی خانہ کعبہ میں ولادت کو تسلیم کر رہا ہے بلکہ جزم و یقین کے ساتھ بغیر کسی اختلاف کے لکھ رہا ہے کہ آپ علیہ السلام خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر مسعودی کے علاوہ کوئی اور مورخ اس کا ذکر نہ بھی کرتا تو بھی مسعودی کی تحریر کافی تھی مگر یہاں تو کئی محدثین، مورخین اور صوفیائے عظام مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت در خانہ کعبہ مان رہے ہیں مسعودی کا وصال ۳۸۶ ہجری میں ہوا اور امام حاکم کا سن وفات ۴۰۵ ہجری ہے اور امام حاکم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مستدرک تصنیف فرمائی لہٰذا مفتی صاحب کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ یہ حاکم کی بناوٹ ہے کیونکہ حاکم سے پہلے مسعودی مولا علی کرم اللہ وجہہ کو مولود کعبہ مان چکے ہیں۔

تیسرا ثبوت

مفتی صاحب کے اس فتویٰ میں موجود ہے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں لکھتے ہیں "قال الحاکم وهم مصعب فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان علیاً ولد فی جوف الکعبة" امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصعب نے آخری بات میں وہم کیا، پس متواتر روایات سے ثابت ہے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کعبہ میں پیدا

ہوئے۔ مفتی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ اور مفہوم بیان کرتے ہوئے انتہائی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں ذہبی کی یہ عبارت اشارۃً حاکم کی تردید کر رہی ہے کہ پوری دُنیا میں صرف حاکم یہ کہہ رہا ہے اور اپنی بات کو متواتر کہہ رہا ہے۔ (فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۷۹) مفتی صاحب کا یہ جملہ پڑھ کر بے ساختہ زبان سے انا للہ و انا الیہ راجعون نکلتا ہے۔ آخر تعصب کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ ذہبی حاکم کی تردید کر رہے ہیں؟ ذہبی نے اگر حاکم کی تردید کرنی ہوتی تو صاف صاف لکھ دیتے کہ حاکم کی غلطی ہے کیونکہ ذہبی نے تلخیص میں جہاں بھی موقع ہاتھ آیا امام حاکم کی کھلے لفظوں میں مخالفت کی اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا حتیٰ کہ امام حاکم کے بارے میں رافضی خبیث جیسے الفاظ نقل کر دیئے۔ جو شخص اتنی سختی کر سکتا ہے اور کھلے لفظوں میں مخالفت کر سکتا ہے اس کو اشارۃً بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہاں ذہبی نے امام حاکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ خاموشی سے ان کے قول کو نقل کر دیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ذہبی بھی حاکم کی اس بات کو درست مان رہے ہیں اگر انہوں نے تردید کرنی ہوتی تو صاف لکھ دیتے کہ حاکم نے غلط کہا ہے لیکن ہزارہا مخالفت کے باوجود ذہبی یہ سمجھتے تھے کہ حاکم امام المحدثین ہیں۔ انہوں نے جو تواتر کا قول کیا ہے وہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ مفتی صاحب اس مسئلہ میں امام حاکم پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ ان کی اپنی علمی حیثیت یہ ہے کہ عربی کی ابتدائی کتب سے ناآشنا ہیں جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

چوتھا ثبوت

محقق احناف امام المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "شرح الشفاء" میں لکھتے ہیں "وفی مستدرك الحاكم ان علی ابن ابی طالب كرم الله وجهه ولد ایضاً فی داخل الكعبة" (شرح الشفاء ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جلد اوّل ص ۱۵۱ مطبوعہ بیروت لبنان) "مستدرک حاکم میں ہے کہ نیز مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔" ملا علی قاری جیسے محقق و محدث نے امام حاکم کے قول پر اعتراض نہیں

کیا۔ آج تک ہزاروں علمائے کرام اور محدثین عظام مستدرک کا مطالعہ کرتے آ رہے ہیں کسی نے امام حاکم کے اس قول کو غلط نہیں کہا۔ مفتی صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے ۹ صدیاں گزر جانے کے بعد امام حاکم کو غلط کہا اور ان پر اعتراضات کیے ہم پوچھتے ہیں کیا اتنے بڑے علماء محدثین نے حاکم کی اس عبارت کو نہیں دیکھا تھا؟

پانچواں ثبوت

امت مسلمہ کے مستند مورخ، عظیم محدث علامہ نور الدین علی بن برہان الدین حلبی شافعی المتوفی ۱۰۴۴ ہجری اپنی سیرت کی مشہور ترین کتاب سیرت حلبیہ میں تحریر فرماتے ہیں "لان علیاً كان صغیراً لم یبلغ سبع سنین لانه ولد فی الكعبة و عمره صلی الله علیه وآله وسلم ثلاثون سنة فاكثر" (سیرت حلبیہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ بیروت) یعنی جب حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اُس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ سال یا کچھ زیادہ تھی۔ ہم یہاں یہ وضاحت بھی کیے دیتے ہیں کہ بعض علماء نے ولادت در خانہ کعبہ کی روایت کا ضعف بھی ذکر کیا ہے اہل علم جانتے ہیں کہ کسی روایت کا ضعیف ہونا الگ بات ہے اور اُس کا موضوع یعنی بناوٹی ہونا الگ بات ہے نیز فضائل کے باب میں ضعیف روایت بھی معتبر ہوتی ہے جبکہ امام حاکم، ملا علی قاری اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسی ہستیوں نے بیان فرمایا ہے کہ آپ کا مولود کعبہ ہونا تواتر سے ثابت ہے۔

چھٹا ثبوت

تاریخ اسلام کے عظیم محقق، بالغ نظر مؤرخ شیخ حسین بن محمد دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الخمیس" میں مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں۔ "ولد علی ابن ابی طالب كرم الله وجهه فی الكعبة" امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کعبہ میں پیدا ہوئے۔ (جز اوّل کتاب الخمیس ص ۳۱۵) اس کتاب کے حوالے سے مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ "رسالہ نور"

صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا جسم مبارک بے سایہ تھا۔

ساتواں ثبوت

مفتی اعظم قسطنطنیہ، علامہ شیخ سلیمان بن ابراہیم القندوزی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ینابیع المودۃ میں عثمان بن عمر الجاحظ مصری رسالہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے فضائل بے حد و بیشمار ہیں "و النسب صریح و المولد مکان معظم المنشاء مبارک مکرم و الشان عظیم" (ینابیع المودۃ ص ۳۴۶)

آپ کا نسب مبارک واضح ہے ولادت کی جگہ معظم یعنی خانہ کعبہ ہے ان کی پرورش بزرگ و مبارک ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت خانہ کعبہ کو آپ کے فضائل میں شمار کیا ہے اور حسب قاعدہ بلاغت صراحۃً ذکر کرنے کی بجائے مکان معظم کہتے ہوئے خانہ کعبہ مراد لیا ہے تاکہ اس فضیلت کی اہمیت کو اُجاگر کیا جا سکے۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر کعبے میں پیدائش فضیلت ہوتی تو انبیاء کرام کو ملتی، یہ غلط فہمی ہے اس سے انبیاء کرام کی فضیلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا جس طرح شہید کو غسل نہیں دیا جاتا انبیاء کرام کو غسل دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شہید کا مقام نبی سے افضل ہے۔ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا۔ نبیوں اور صدیقوں کو دیا جاتا ہے۔ اس کا جواب علماء کرام یہی دیتے ہیں کہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کے مانع نہیں ہے۔ نیز مفتی صاحب نے اپنے فتاوی کی دوسری جلد میں سیّدہ خاتونِ جنت کے فضائل میں لکھا ہے کہ آپ کی خصوصی فضیلت یہ ہے کہ ساری جانوں کی روحیں حضرت عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں مگر سیّدہ خاتونِ جنت کی روح کو خود اللہ تعالٰی نے قبض فرمایا۔ کیا کوئی یہاں کہہ سکتا ہے کہ سیّدہ خاتونِ جنت کی شان انبیاء سے افضل ہوگئی یا یہ کہ اگر فضیلت ہوتی تو انبیاء کو ملتی اس کا بھی یہی جواب ہے کہ یہ سیّدہ کی جزوی فضیلت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ الجاحظ المتوفی ۲۵۵ ہجری تیسری صدی کے مؤرخ ہیں امام حاکم چوتھی صدی کے محدث و محقق ہیں امام حاکم سے ایک صدی پہلے الجاحظ نے مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں ولادت کا ذکر کیا لہٰذا مفتی

کی کذب بیانی ظاہر ہوگئی۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حاکم کی بناوٹ ہے۔ ثابت ہو گیا کہ حاکم سے پہلے مؤرخین بھی اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ الجاحظ مصری معتزلہ عقیدے سے تعلق رکھتا ہے وہ بدعقیدہ ہونے کے باوجود مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی اس فضیلت کو مانتا ہے مگر مفتی صاحب سنی عالم اور مفتی اسلام کہلوانے کے باوجود منکر ہو گئے ہیں۔

آٹھواں ثبوت

عظیم محدث ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' کے مصنف امام محمد بن اسماعیل الکحلانی الصنعانی المتوفی ۱۱۸۲ ہجری اپنی تصنیف لطیف ''الروضۃ الندیۃ'' میں لکھتے ہیں "اما مولدہ کرم اللہ وجہہ فولد بمکۃ المشرفۃ فی البیت الحرام سنۃ ثلاثین من عام الفیل فی یوم الجمعۃ الثالث عشر من رجب وامہ فاطمۃ بنت اسد بن ھاشم" (الروضۃ الندیۃ ص ۵ مطبع انصاری دہلی) حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی پیدائش مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ شریف کے اندر ۱۳ رجب کو عام الفیل کے تیسویں سال ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔ ہم یہاں قارئین پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل الکحلانی مفتی اقتدار صاحب کے نزدیک بھی قابل اعتماد اور معتبر شخصیت ہیں کیونکہ فتاوٰی نعیمیہ میں کئی مقامات پر آپ کی کتاب سبل السلام شرح بلوغ المرام کے حوالہ جات کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً ابوداؤد شریف کی ایک روایت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''دوسری وجہ یہ ہے کہ سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد اوّل صفحہ ۱۳۶ پر اس روایت کو سنداً ضعیف کہتے ہیں۔'' آگے لکھتے ہیں ''سبل السلام والے تو صفحہ ۱۳۷ پر اس طرح کی تمام روایتوں کی سندوں کو ضعیف کہتے ہیں۔''

(فتاوٰی نعیمیہ جلد اوّل ص ۱۱۸)

یاد رہے کہ علامہ الکحلانی نے مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے

فضائل بیان کرتے ہوئے آپ کی خانہ کعبہ میں ولادت کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنی ایک اور تحقیقی تصنیف "توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار" ص ۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں "قد بینا بعض ما یجب فی بیان فضائلہ فی الروضة الندیة"۔

نواں ثبوت

مشہور سیرت نگار مصنف استاد عباس محمود عقاد نے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی پیدائش کو خانہ کعبہ کی عظمت و شوکت کی تجدید اور خدائے واحد کی پرستش کے دور جدید سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں "ولد علی رضی اللہ عنہ فی داخل الکعبة و کرم اللہ وجہہ عن السجود لاصنامها فکانما کان میلادہ ثمة ایذانا بعهد جدید للکعبة و للعبادة فیها" علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور اللہ تعالی نے ان کے چہرے کو بتاں کعبہ کے آگے جھکنے سے بلند تر رکھا گویا اس مقام پر ان کی پیدائش کعبہ کے نئے دور کا آغاز اور خدائے واحد کی عبادت کا اعلان عام تھا۔"

(العبقریة الاسلامیة ص ۸۶۳ طبع دار الفتوح القاہرہ)

دسواں ثبوت

برصغیر کی عظیم علمی شخصیت اہلسنت و جماعت کے معتمد مفسر و محقق استاذ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کے رد میں ضخیم کتاب "تحفہ اثنائے عشریہ" لکھی ہے۔ بعض شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو بیت المقدس سے دور ہٹنے کا حکم ہوا۔ جبکہ مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ کی طرف وحی آئی اور آپ کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔ جس سے مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وحی والی بات کا رد کیا پھر آپ نے مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی ولادت کا واقعہ بیان فرمایا۔

اگرچہ آپ نے مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں ولادت کو ایک اتفاقی واقعہ قرار دیا ہے تاہم لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم و فاضل نے اس نے اس کا انکار کیا۔ ورنہ جس طرح وحی والے نظریہ کا انکار کیا ولادت خانہ کعبہ کا بھی انکار کر سکتے تھے۔ پھر آپ نے لکھا کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تاریخوں میں تو حکیم بن حزام کی ولادت کا ذکر بھی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۴۳)

گیارھواں ثبوت

علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ نے مطالب السول میں رقم فرمایا "ولد بالکعبة البیت الحرام و کان مولدہ بعدما تزوج رسول اللہ بخدیجة بثلث سنین" (مطالب السول صفحہ ۳۷) یعنی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے آپ کی ولادت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے تین سال بعد ہوئی۔ محمد بن طلحہ اپنے زمانے کے عظیم فقیہ و مناظر تھے۔ آپ بھی مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو مولود کعبہ مان رہے ہیں۔

بارھواں ثبوت

محدث ابن صباغ مالکی رحمۃ اللہ علیہ "الفصول المهمة" میں لکھتے ہیں "مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم ماہ رجب ۱۳ تاریخ کو مکہ شریف میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے آپ کے علاوہ کوئی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔ یہ آپ کی فضیلت ہے۔"

تیرھواں ثبوت

شیخ محمد اکرام صابری اپنی مشہور کتاب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی پیدائش جمعہ کے روز ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل میں ہوئی اور پیدائش اس فرزند ارجمند کی خانہ کعبہ میں ہوئی۔

چودھواں ثبوت

علامہ قہستانی اپنی مشہور کتاب ذہب الصوفیۃ میں لکھتے ہیں: "ان امیر المومنین علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ولد بمکۃ فی جوف بیت الحرام یوم الجمعۃ ثالث عشر من الرجب" اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن کعبہ شریف کے اندر ہوئی۔

پندرھواں ثبوت

علامہ شیخ حسن بن مومن شبلنجی مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" میں لکھتے ہیں "ابن عم الرسول و سیف اللہ المسلول ولد رضی اللہ عنہ بمکۃ داخل البیت الحرام علی قول یوم الجمعۃ ثالث عشر المحرم رجب سنۃ ثلاثین عام الفیل ...... ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ قالہ ابن الصباغ" (نور الابصار فی مناقب آل بیت المختار ص ۱۸۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت) یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور تلوار بے نیام ہیں آپ عام الفیل کے تیسویں سال جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب کو خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور اس سے پہلے آپ کے علاوہ کعبہ میں کسی کی ولادت نہیں ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ اہلسنّت و جماعت کے عظیم محقق بلند پایہ مفسر بالغ نظر فقیہ اور نامور مؤرخ ہیں۔ آپ کی اس عظیم تصنیف نور الابصار کا ترجمہ شارح بخاری شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی نے فرمایا جو تنویر الازہار کے نام سے شائع ہوا ہے اس کی ابتداء میں قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی تحریر فرمائے ہیں جن کے مطالعہ سے شیخ شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے مزید یہ کہ نور الابصار کا ترجمہ کرتے وقت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت والی اس روایت پر کسی قسم کا تبصرہ

نہیں فرمایا اور نہ اس کی تردید کی ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ جیسی علمی شخصیت بھی قائل ہے کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔

سولھواں ثبوت

عاشق خیر الانام عارف باللہ علامہ عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ "شواھد النبوت" میں فرماتے ہیں "آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی اور بقول بعض آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔" (شواہد النبوت ذکر علی بن ابی طالب)

سترھواں ثبوت

برصغیر پاک و ہند کے عظیم محدث و فقیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم کتاب "ازالۃ الخفاء" میں لکھتے ہیں "از مناقب وے رضی اللہ عنہ کہ در حین ولادت او ظاہر شدیکی آں است کہ در جوف کعبہ معظمہ تولدیافت ...... قال الحاکم قد تواترت الاخبار ان فاطمہ بنت اسد ولدت امیر المومنین علیا فی جوف الکعبۃ" (ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۵۱) آپ کی ولادت کے وقت آپ کے جو مناقب ظاہر ہوئے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کے اندر آپ کی ولادت ہوئی۔ امام حاکم نے فرمایا متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ بے شک امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے خانہ کعبہ کے اندر جنم دیا۔

محترم قارئین! شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت آپ کے سامنے ہے، پہلے آپ نے اپنا نکتۂ نظر لکھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ اس کے بعد امام حاکم کا قول لکھا ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے ولادت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مسئلے کو ثابت نہیں فرمایا بلکہ مستدرک حاکم کی طرف پھیر دیا (فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۷۸) یہ کتنا بڑا جھوٹ

ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ازالۃ الخفاء کا مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ سائل کی بھیجی ہوئی عبارت دیکھ کر شاہ ولی اللہ پر بغیر سوچ سمجھے فتویٰ لگا دیا کہ اُن پر شیعیت کا غلبہ رہا ہے حالانکہ چند سطریں پہلے لکھا ہے کہ سنیوں کی تین کتابوں میں ولادت در خانہ کعبہ کا ذکر ہے جن میں تیسری کتاب ازالۃ الخفاء ہے۔ کتاب کو سنیوں کی کتاب مان کر اس کے مصنف کو شیعہ کہنا عجب تماشا ہے یعنی شاہ ولی اللہ تو شیعہ ہیں مگر اُن کی کتاب سنیوں کی ہے۔

"جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی"

واہ! اُچیاں شاناں والیو تے پُنھیاں سو چاں والیو

اٹھارہواں ثبوت

حضرت امام المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "قرۃ العینین" میں بھی مولا کائنات سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت در خانہ کعبہ کا ذکر فرمایا لکھتے ہیں "فضائل او بسیار است و مناقب او بے شمار اوّل ہاشمی است کہ او را ہاشمیہ بزاد و تولد او در خانہ کعبہ بود و ایں فضیلتے است کہ پیش ازوے باں متصف نہ بود" آپ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں آپ پہلے ہاشمی ہیں جن کی والدہ ماجدہ بھی ہاشمیہ ہیں آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ سے پہلے کسی کے حصے میں نہیں آئی۔

(قرۃ العینین بتفضیل الشیخین مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۸)

انیسواں ثبوت

علامہ عبد الحکیم شرف قادری لاہوری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور معروف کتاب "بدائع منظوم" کی شرح میں شعر!

بعد ازاں حامل لوائے نبی شاہ مردان حق علی ولی

کے تحت لکھتے ہیں "چوتھے خلیفہ منبع ولایت حضرت علی بن ابی طالب کی کنیت

ابو الحسن اور "ابو تراب" ہے عام الفیل کے تیس سال بعد بیت اللہ شریف میں پیدا ہوئے۔ (بدائع منظوم ص ۵ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ رضویہ لاہور)

بیسواں ثبوت

الشیخ علی محمد الصلابی لکھتے ہیں "ذکر الفاکھی بان علیاً اول من ولد من بنی ہاشم فی جوف الکعبۃ" مولف اخبار مکہ امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے جوف کعبہ میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت کا ذکر فرمایا ہے ساتھ ہی امام فاکہی نے امام حاکم علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا۔ (اسمی المطالب فی سیرۃ امیر المومنین علی ابن ابی طالب للعلامہ علی محمد الصلابی ص ۲۹)

اکیسواں ثبوت

سابق امیر جمعیت اہلحدیث ٹوبہ ٹیک سنگھ علامہ محمد ادریس بھوجیانی اپنی تصنیف "خاندان نبوت" میں لکھتے ہیں "آپ کی ولادت باسعادت قبل نبوت آٹھ سال بیت اللہ میں ہوئی۔ (خاندان نبوت صفحہ ۳۴۷)

بائیسواں ثبوت

شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کرامات و ملفوظات پر مشتمل تاریخی تذکرہ "نظامی بنسری" المعروف تاریخ اولیاء میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر شیخ خواجہ سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ مبارک بیانگ دھل اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کا مولود کعبہ ہونا ایسی تاریخی حقیقت ہے کہ مشائخ بھی اس کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ ذہن نشین رہے کہ یہ ملفوظات آٹھویں صدی کے شروع میں جمع کیے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو "چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔" (تاریخ اولیاء از خواجہ حسن نظامی ص ۵۵) خواجہ حسن نظامی مفتی صاحب کے نزدیک بھی بزرگانِ اسلام اور اکابرین میں شامل ہیں۔ (فتاویٰ نعیمیہ جلد ۴ ص ۳۱۳)

تیئسواں ثبوت

علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ "روضۃ الشہداء" میں لکھتے ہیں "در کتاب بشائر المصطفےٰ از یزید بن قعنب نقل می کند" کہ عباس بن عبد المطلب و جمی از بنی عبد العزی بہ ازائے بیت الحرام نشستہ بودیم کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بمسجد در آمد و حال آنکہ بود با علی رضی اللہ عنہ و از حمل وے مدت نہ ماگذشتہ بود بطواف اشتغال نمود و ناگاہ اثرے طلق و علامت زادن بروے ظاہر شدو مجال بودن ورفتن از مسجد نماند گفت اے خداوند خانہ بحرمت ایں خانہ ایں ولادت را بر من آسان کن راوی گوید کہ دیدم فی الحال دیوار خانہ کشادہ شدالی آخرہ۔ (روضۃ الشہدآء صفحہ ۸۹)

چوبیسواں ثبوت

مفسر قرآن صاحب تفسیر الحسنات علامہ ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ روضۃ الشہدآء کی اسی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت کا تذکرہ یوں لکھتے ہیں "فاطمہ بنت اسد مسجد میں آئیں اور ان کو نواں مہینہ تھا آپ مشغول طواف ہوئیں چوتھے چکر میں چلنے کی قوت نہ رہی۔ آپ نے دُعا فرمائی یک لخت دیوار کعبہ شق ہوئی آپ اندرون کعبہ تشریف لے گئیں اور نظروں سے غائب ہو گئیں چوتھے روز آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو گود میں لئے باہر تشریف لائیں۔" صاحب روضۃ الشہداء آنقل فرماتے ہیں:

ولدتہ فی الحرم المعظم أمہ طابت و طاب ولیدھا و المولد

(اوراق غم صفحہ ۱۰۱)

کسی نے شعر میں یوں کہا ہے!

گوہر چوں پاک و بود صدف نیز پاک بود — آمد میانہ حرم کعبہ در وجود

نیز علامہ صاحب نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرما دیا تھا اگر دوران طواف درد بڑھ جائے تو کعبہ کے اندر تشریف لے

جانا اس میں کوئی حکمت الٰہی ہے۔

پچیسواں ثبوت

گیارہویں صدی ہجری کے عظیم مؤرخ اور تذکرہ نگار شیخ عبد الرحمٰن چشتی قدس سرہ تصوف کی ہزار سالہ تاریخ پر مشتمل عظیم تحقیقی تصنیف "مراۃ الاسرار" میں مولا کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کا ذکر مبارک یوں کرتے ہیں "اس عاقبت محمود کی جائے ولادت خانہ کعبہ ہے یہ سعادت ازل سے ابد تک کسی فرد بشر کو نصیب نہیں ہوئی۔ (مراۃ الاسرار مترجم ص ۱۷۸ مطبوعہ لاہور)

یاد رہے کہ یہ کتاب مراۃ الاسرار آپ نے آج سے تقریباً ۳۸۲ سال پہلے ۱۰۴۵ ہجری میں خواجہ جگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی اشارے سے شروع کی تھی اور ۲۷ شوال ۱۰۶۵ ہجری میں تقریباً ۲۰ سال کے عرصے میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں اولیاء کرام کی ۴۷ تصنیفات سے استفادہ کیا گیا ہے اور یہ کتاب اسلامی تاریخ کے پہلے ایک ہزار سال کی مکمل تاریخ تصوف ہے۔

چھبیسواں ثبوت

برصغیر کے مشہور مورخ شہزادہ دارا شکوہ رحمۃ اللہ علیہ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے اندر ہوئی جمعہ کے دن ۱۳ رجب۔

(سفینۃ الاولیاء)

ستائیسواں ثبوت

غیر مقلد (اہلحدیث) عالم دین علامہ نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی نے خلفائے راشدین کے مناقب میں ایک قابل قدر کتاب لکھی ہے جس کا نام "تکریم المومنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین" ہے اس میں لکھتے ہیں "ابن عم رسول سیف اللہ المسلول مظھر العجائب و الغرائب اسد اللہ الغالب" ولادت ان کی مکہ مکرمہ میں اندر بیت اللہ کے ہوئی ان سے پہلے کوئی بیت الحرام کے اندر مولود نہیں ہوا تھا۔

(تکریم المومنین ص ۹۹ مطبع مفید عام آگرہ) نیز علامہ بھوپالی نے اپنی دوسری تصنیف تقصار جنود الاحرار ص ۹ طبع شاہ جہانی بھوپال میں بھی مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں ولادت کو بیان کیا۔

اٹھائیسواں ثبوت

سیرت اسد اللہ الغالب صفحہ ۱۰ پر علامہ فضل اللہ بہاری تحریر فرماتے ہیں ”کہ مولا علی عین جوف کعبہ میں پیدا ہوئے۔“

انتیسواں ثبوت

ورد المآرب فی مناقب اسد اللہ الغالب میں الشیخ محمد عبد الرب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

تیسواں ثبوت

نزہۃ المجالس میں شیخ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔

اکتیسواں ثبوت

شارح بخاری استاذ العلماء فخر اہلسنت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”شانِ صحابہ“ صفحہ ۱۱۶ میں لکھتے ہیں حضرت علی شیر خدا کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی نیز آپ اپنی دوسری کتاب ”بصیرت“ صفحہ ۲۳۳ میں لکھتے ہیں ”آپ مکہ معظمہ میں جمعہ کے دن کعبہ میں پیدا ہوئے۔ اتنا بڑا سُنی عالم بخاری شریف کی ضخیم شرح کا مصنف، ہزاروں علماء کا استاذ کامل مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ مان رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک ایسا شخص انکار کر رہا ہے جو فقہ کی ابتدائی کتابوں کی عبارتوں سے بھی نا آشنا ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آنے والی ہے جس سے ان کی عربی دانی کا بھانڈا چوراہے پر پھوٹ جائے گا۔

افسوس کہ اُس ہستی کی فضیلت پر اعتراض کیے گئے جس کے بارے میں خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اے علی تیرا خون میرا خون، تیرا جسم میرا جسم، تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔“ لہٰذا مفتی کے عقیدت منداپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر اس تحریر کو پڑھیں اور پھر سوچ کر فیصلہ کریں حق پر کون ہے؟ زیادتی کس نے کی ہے؟ گستاخی کون کر بیٹھا ہے؟ بزرگانِ دین اولیاء کرام اور اپنے والد گرامی کی روش اور مذہب سے بغاوت کس نے کی ہے؟

جو لوگ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ نہیں مانتے ہمارا اُن سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا تو یہ ہے کہ گستاخانہ انداز میں ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ آداب کو ملحوظ کیوں نہیں رکھا گیا؟ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی امی جان کا ذکر کرتے ہوئے بے ادبی اور گستاخی پر مشتمل سوالات کیوں اُٹھائے گئے؟

بتیسواں ثبوت

جامع المعقولات و المنقولات فقیہہ ومفتی علامہ غلام رسول جماعتی اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ”حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش کعبہ کے اندر ہوئی ہے مورخین لکھتے ہیں آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں کعبہ کا طواف کر رہی تھی کہ اچانک رسول خدا ﷺ تشریف لائے اور مجھے دیکھا اور فرمایا ”فاطمہ اللہ تعالیٰ تجھے مولود مسعود عطا فرمانے والا ہے لہٰذا تم کعبہ کے اندر چلی جاؤ میں کعبہ کے اندر چلی گئی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ عطا فرمائے۔ (شمس التواریخ جلد ۵) اہلسنت و جماعت کا بھی معتمد علیہ قول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

(فتاویٰ جماعتیہ صفحہ ۳۸۲)

تینتیسواں ثبوت

ڈاکٹر سہیل بخاری نے اپنی کتاب ”اقبال اور اہل صفا“ میں بہت سے اولیاء

کرام کے کلام کو جمع کیا ہے۔ اسی کتاب میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مولا علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شان میں ایک منقبت پیش کی ہے جس میں عالم
اسرار خفی وجلی اللہ کے کامل ولی امت مسلمہ کے مقتدر مذہبی پیشوا حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں:

اے شحنۂ دشتِ نجف از تو نجف دیدہ شرف   تو درے وکعبہ صدف مرداں سلامت می کنند

اے دشت نجف کے محافظ! آپ کے وسیلے سے نجف نے قدرومنزلت پائی
ہے۔ آپ موتی ہیں اور کعبہ سیپی ہے۔ جیسے موتی سیپی کے پیٹ سے نکلتا ہے آپ کعبہ
سے نمودار ہوئے مردان خدا آپ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔

(اقبال اور اہل صفا صفحہ ۱۳۴)

چونتیسواں ثبوت

اسی کتاب میں حضرت خواجہ خواجگان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی
منقبت بھی موجود ہے۔ آپ شان علی بیان کرتے ہیں:

امام دین کسے باشد کہ در وقت ولادت او   بود در کعبہ و کعبہ زکعبش در صفا باشد

علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم دین کے وہ امام ہیں کہ آپ کی ولادت
خانہ کعبہ میں ہوئی اور آپ کی وجہ سے ہی خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا گیا ہے۔

(کتاب مذکور منقبت از خواجہ محبوب الٰہی)

محترم قارئین! آپ دیکھ رہے ہیں حضرت رومی، جامی، سعدی، خواجہ
محبوب الٰہی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء وصوفیاء مولا علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں ولادت کو مان رہے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو
آسمان علم وعمل کے آفتاب درخشاں ہیں اور اولیاء کرام کو تائید قدسی حاصل ہوتی ہے
جس کی وجہ سے ان کے نظریات بدیہی ہوتے ہیں انہیں نظر وفکر کی حاجت نہیں ہوتی۔
ان ہستیوں میں کیسے کیسے عرفاء ہیں۔ عارف وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی

صفات وافعال واسماء کا مشاہدہ کرایا ہو جو دل کے کان سے حقیقت کو پاتا ہے اور دل
کی سمجھ سے حقیقت کو سمجھتا ہے۔ مخلوق کے درمیان موجودگی میں حق کے اشاروں سے
واقف ہوتا ہے۔ کیا اتنے عظیم صوفیاء علماء معاذ اللہ خانہ کعبہ کی عظمتوں کو نہیں مانتے
تھے ولادت کا ذکر کرتے ہوئے ان کو کیوں نہیں یہ خیال آیا کہ اس سے خانہ کعبہ کی
توہین ہو جائے گی؟ کیا یہ سب خانہ کعبہ کے بے ادب وگستاخ تھے؟ نہیں نہیں یہ
سب جانتے تھے کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم محبوب خدا ہیں۔ یہ بیت اللہ
ہے علی اسد اللہ ہیں جس طرح خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
الکریم کی زیارت بھی عبادت ہے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے والا حاجی بنتا ہے تو
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے قدم چومنے والا غوث وقطب بن جاتا ہے۔
مگر افسوس اتنے عظیم محدثین وعلماء اور اولیاء کرام نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا ایک
مولوی صاحب اپنی تحقیق کے زور پر سب کی مخالفت کرتے ہوئے انکار پر ڈٹے
ہوئے ہیں۔ جن کو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ میری تحریر میں اپنی تردید موجود ہے۔
مفتی صاحب نے سارے فتوئی میں اس بات پر زور دیا ہے کہ خانہ کعبہ ایک پاک
مقام ہے اگر اس میں پیدائش ہو تو گستاخی ہے اس سے فرش کعبہ خراب ہوا ہوگا، کعبہ
زچہ بچہ کا مقام نہیں ہے۔ مگر آخر میں جا کر خود ہی کعبے کی توہین کرتے ہوئے لکھتے
ہیں کہ ظاہری باطنی طور پر اس چار دیواری میں کوئی فضیلت والی بات نہیں تھی وہ بت
خانہ تھا اس سے تو ذاتی گھر بہتر تھے۔ (فتاوئی نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۸۴) گویا زچہ خانہ تو
نہیں مگر بت خانہ ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت کی دماغی کیفیت کیا
ہے۔ ہم پوچھتے ہیں جب کعبہ میں فضیلت والی کوئی بات نہیں تھی اور اس سے ذاتی گھر
بہتر تھے تو پھر اس میں پیدائش سے اس کی توہین کیسے ہوگئی؟ نیز جب مشرکین عرب
شراب کے نشے میں دھت ہو کر اپنے ناپاک جسموں کے ساتھ ننگی حالت میں خانہ
کعبہ کا طواف کرتے تھے اور نشے کی حالت میں نہ جانے کیا کیا بے ہودہ حرکتیں کرتے
تھے کیا اس وقت خانہ کعبہ کی توہین نہیں ہوتی تھی؟ جس وقت اللہ کے رسول ﷺ

کے حکم سے فتح مکہ کے موقع پر ایک کافر مرتد کو خانہ کعبہ میں قتل کیا گیا جبکہ وہ غلاف کعبہ سے لپٹا ہوا تھا۔ مرتد کے خون سے خانہ کعبہ کی بے ادبی نہیں ہوئی ہوگی؟ اور کیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

خدا کے رسول ﷺ نے خانہ کعبہ کی ہتک اور توہین کا حکم دیا تھا؟ نیز مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ بتوں کی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ حرام تھا اس وجہ سے پہلے بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا۔ حالانکہ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم جانتا ہے ۲ ہجری میں کعبہ قبلہ بنا اور ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ سے بت نکالے گئے۔ ہم مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں اگر بتوں کی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کرنا حرام تھا تو اللہ کے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت ۶ سال تک اس کی طرف رُخ کر کے کیوں سجدے کرتے رہے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ بندے کو کچھ عقل سے کام لینا چاہیے آپ نے تو اللہ کی ذات پر الزام لگا دیا کہ بت خانے کو خدا نے قبلہ بنا دیا۔

پینتیسواں ثبوت

دائرہ معارف اسلامیہ میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف کے اندر ہوئی۔

چھتیسواں ثبوت

حضرت الشیخ صدر الدین حنفی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف ''روائح المصطفیٰ'' مطبع احمدی کانپور صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

سینتیسواں ثبوت

محقق اہلسنت فاضل اکمل علامہ عبد السلام رضوی نے اپنی قابل قدر تصنیف

''شہادت نواسۂ سید الابرار'' میں تفصیل سے لکھا ہے کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

اڑتیسواں ثبوت

مشہور دیو بندی مورخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کی شادی کے تین سال بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ (کتاب شہادت ص ۱۵۸)

انتالیسواں ثبوت

مناظر اہلسنت صاحب تصانیف کثیرہ علامہ ابو الحامد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خانہ کعبہ میں پیدائش کے بارے میں اہلسنت کا جو نظریہ ہے غیروں کی کتابوں سے ثابت ہے۔ آپ نے نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اُن کے ماننے والوں کو سوچنا چاہیے اہلسنت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ مانتے ہیں، یہ اتنا سچا نظریہ ہے جو تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ دانائے رموز حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

(ماہ طیبہ شعبان ۱۴۲۲ھ نومبر ۲۰۰۱ء)

شیخ سعدی کی شخصیت سے کون واقف نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے خود بھی اپنے فتاویٰ میں آپ کے اشعار کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں یٰسین سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی بوستان میں فرماتے ہیں:

ترا عز لولاک تمکین بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسین بس است

(فتاویٰ نعیمیہ جلد ۲ صفحہ ۹۵)

فضائل و خصائل مرتضوی رضی اللہ عنہ کے

منکرین کی تازہ واردات

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری ☆

سرگودھا کے ایک عالم دین پیر غلام رسول قاسمی کی تالیف ''ضرب حیدری'' کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے والا ہر منصف مزاج شخص یہ نتیجہ اخذ کر لیتا ہے کہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دفاع کی آڑ میں فضائل و خصائص مرتضوی پر ہاتھ صاف کرنے کی نا مشکور سعی کی ہے چنانچہ ہم نے بساط بھر کوشش کی کہ ان کی اس سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ انہوں نے نہ صرف خصائص مرتضوی کا انکار کر ڈالا بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل و مناقب کو بھی حامیانہ انداز میں پیش کرنے کی جسارت کی۔

ملاحظہ فرمائیں کہ وہ ایک مقام پر آپ کے مولود کعبہ ہونے کی فضیلت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

''لیکن آپ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے بے شمار فضائل ایسے بھی ہیں جنہیں روافض نے آپ کے خصائص بنا کر مشہور کر دیا ہے اور ہمارے کئی سنی بھی تحقیق کے بغیر سر مارتے چلے جاتے ہیں مثلاً مشہور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی مولود کعبہ ہیں حالانکہ حکیم بن حزام بھی کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔'' (ضرب حیدری، بار اول: ص ۸۳)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض محدثین و مورخین نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن مولود کعبہ ہونے کی فضیلت میں مولائے کائنات کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا یہ اشتراک کیا اسقدر عام ہے کہ اسے بطور

☆ ناظم اعلیٰ: جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور 0300-4001802

منقبت بھی بیان نہ کیا جائے اور اگر کوئی بطور منقبت بھی اس کا تذکرہ کر دے تو فاضل مصنف اس پر رافضیت یا بھولے سنی ہونے کا الزام عائد کر دیں۔

مولود کعبہ ہونا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خاصہ

ضرب حیدری کے مؤلف ان اکابر اہلسنت کے بارے میں کیا کہیں گے جنھوں نے مولود کعبہ ہونے کو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا خاصہ قرار دیا ہے اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے والی روایت کو تسلیم نہیں کیا۔ ذیل میں ہم ان اہل علم کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

۱۔ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۵۴ فرماتے ہیں:

وروی ان فاطمة بنت اسد کانت تطوف بالبیت و ھی حامل بعلی علیه السلام فضربها فخفتح لها باب الکعبة فد خلت فوضعته فیها و کذا حکیم بن حزام ولدته امه فی الکعبة قلت و قد اخرج لنا ابو نعیم الحافظ حدیثاً طویلاً فی فضلها الا انهم قالوا فی اسناده روح بن صلاح ضعفه ابن عدی فلذلك لم نذکره۔

(تذکرۃ الخواص، بیروت لبنان، باب اول، ص۱۴)

روایت ہے کہ حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد بیت اللہ کے طواف میں مشغول تھیں اور حمل سے تھیں پس ان کو درد زہ ہوا تو ان کے لئے کعبہ کا دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہوئیں اور بچہ کعبے میں پیدا ہوا اور اسی طرح حکیم بن حزام کو اس کی والدہ نے کعبہ میں جنا۔ میں کہتا ہوں اسے حافظ ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور ایک لمبی حدیث اس کی فضیلت میں نقل کر دی ہے مگر انہوں نے سلسلہ سند میں روح بن صلاح کا نام لیا ہے جسے ابن عدی نے ضعیف کہا ہے اس لئے ہم اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

۲۔ علامہ شیخ حسن بن مومن شبلنجی مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف ''نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار'' میں لکھتے ہیں:

ابن عم الرسول و سیف الله المسلول و لدرضی الله عنه بمکة داخل البیت الحرام علی قول یوم الجمعة ثالث عشر المحرم رجب سنة ثلاثین عام الفیل ...... ولم یولد فی البیت الحرام قبله احد سواه قاله ابن صباغ

(نور الابصار، ص۱۸۳، مطبوعہ بیروت)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور تلوار بے نیام ہیں آپ عام الفیل کے تیسویں سال جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب کو خانہء کعبہ کے اندر پیدا ہوئے.........اور اس سے پہلے آپ کے علاوہ کعبہ میں کسی کی ولادت نہیں ہوئی جیسا کہ ابن صباغ نے بیان کیا۔

۳۔ محدث ابن صباغ مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولد علی علیه السلام بمکة المشرفة بداخل البیت الحرام فی یوم الجمعة الثالث عشر من شهر الله الاصم رجب الفرد سنة ثلاثین من عام الفیل قبل الهجرة بثلاث و عشرین سنة و قیل بخمس وعشرین قبل المبعثة باثنی عشرة سنة و قیل بعشر سنین و لم یولد فی البیت الحرام قبله احد سواه و هی فضیلة خصه الله تعالیٰ بها

(الفصول المهمة، مطبوعہ تہران، باب اول، ص۳۰)

حضرت علی علیہ السلام ماہ رجب کی تیرہویں کو جمعہ کے روز مکہ شریف میں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے یہ وہی مہینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں کشت وخون حرام ہے اور یہ منفرد ہے ۳۰ سنہ قبل از ہجرت، عام الفیل میں ہجرت سے ۲۳ یا ۲۵ سال قبل اور بعثت سے دس یا بارہ سال پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا خانہ کعبہ میں کوئی شخص پیدا نہ ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مخصوص فرمایا۔

۴۔ صاحب مجمع البحرین نے خلیب خوارزمی موفق بن احمد (ت، ۵۶۵) کے حوالے سے لکھا ہے:

ولد علی بمکة المشرفة داخل البیت الحرام فی یوم الجمعة الثالث عشر من شهر الله الاصب سنة ثلثین من عام

جناب امیر المومنین مکہ مشرفہ میں بیت اللہ کے بالکل اندر جمعہ کے دن اس مہینے کی تیرھویں تاریخ کو پیدا ہوئے جس میں

الفیل قبل الهجرة بثلث و عشرین و قبل المبعث باثنی عشر سنه و قبل بعشر سنین ولم یولد قبله احد و هی فضیلة خصه الله بها اجلا له و اعلاء لمرتبة

(مناقب بحوالہ مجمع البحرین: ص۲۲۷ مطبوعہ عظیم آباد)

رحمت الٰہی کی بارش ہوتی ہے اس وقت عام الفیل کا تیسواں سال تھا اور ہجرت سے تئیس سال پہلے یہ ولادت ہوئی اور بعض نے کہا کہ حضرت علی بعثت سے بارہ سال پہلے پیدا ہوئے اور بعض نے دس سال کہا ہے اور یہ بات طے ہے کہ آپ کے سوا خانہ کعبہ میں کوئی پیدا نہیں ہوا ہے یہ وہ فضیلت ہے جس سے خدا نے آپ کو مختص کیا ہے عظمت ورفعت اور مرتبے کی بلندی کے لئے۔

۵۔ معروف شافعی عالم حضرت علامہ عبدالرحمٰن الصفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ورأیت فی الفصول المهمة فی معرفة الائمة بمکة شرفها الله تعالیٰ لابی الحسن المالکی رحمه الله ان علیاً رضی الله عنه ولدته امه بجوف الکعبة شرفها الله و هی فضیلة خصه الله تعالیٰ بها

(نزهة المجالس جلد دوم، ص۲۹۴)

اور میں نے ابوالحسن مالکی کی کتاب ''الفصول المهمه فی معرفة الائمة بمکة'' میں لکھا دیکھا ہے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ نے کعبہ مشرفہ کے اندر جنا یہ وہ فضیلت ہے جس سے اللہ نے صرف ان کو مختص فرمایا۔

۶۔ حضرت علامہ محمد بن علی القفال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روی انه لماضر بها (ای فاطمه بنت اسد) المخاض اشتد و جعها فادخلها ابوطالب الکعبة بعد العتمة فولدت فیها علیا و قیل: لم یولد فی الکعبة الا علی

(فضائل امیر المومنین: ص۴۰)

مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو وقت ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ جب احساس درد ہوا تو حضرت ابو طالب نے انہیں کعبہ میں بھیج دیا پس آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو کعبہ میں جنا اور کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کعبہ میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

۷۔ معروف مورخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ولد فی الکعبۃ قبلہ ولا بعدہ غیرہ

(اثبات الوصیۃ ، ص ۱۲۹، مطبوعہ نجف ۱۹۵۵)

ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پہلے اور بعد میں کعبہ میں کسی کی بھی پیدائش نہیں ہوئی۔

۸۔ حضرت علامہ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

تلك ولادة لم تکن قبل طفلها هذا الولید......واقبل القوم حین انتبهوا یستبقون الی السیدة یعاونونها و یاخذون بید ها و یملان الابصا ر بطلعة ذاك الذی کان بیت الله مو لده و ستر الکعبة ثوبه

(الامام علی بن ابی طالب ، جلد ۱، ص ۳۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ایسی ہے کہ ایسی ولادت کسی اور بچہ کی نہیں ہے ...... اور یہ خبر سن کر لوگ حیران ہو گئے اور لوگ فاطمہ بنت اسد کی طرف تعاون کے لیے بڑھے اور اس طرح ہاتھ پکڑ کے گھر لائے کہ بھرپور نگاہیں ان کی زیارت سے شرف حاصل کر رہی تھیں جن کی پیدائش کا مرکز بیت اللہ اور جن کا پردہ پوشش خانہ خدا ہے۔

۹۔ حضرت حسین بن علی الواعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف روضۃ الشہداء میں امام ابوداؤد بناکتی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

امام ابو داؤد بناکتی" آوردہ کہ پیش از علی و بعد از علی ہیچ کس را ایں شرف نبود کہ وے در خانہ کعبہ متولد شدہ باشد

(روضۃ الشہداء : ص ۱۳۲، مطبوعہ لاہور)

امام ابو داؤد بناکتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے یا ان کے بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوا ہو۔

۱۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

فضائل او بسیار راست و مناقب او بے شمار اول ہاشمی است کہ او را ہاشمیہ بزاد و تولد او در خانہ کعبہ بود و ایں فضیلتے است کہ پیش از وے ہاں متصف نہ بود

(قرۃ العینین بتفضیل الشیخین مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۲۸)

آپ کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں آپ پہلے ہاشمی ہیں جن کی والدہ ماجدہ بھی ہاشمیہ ہیں آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ سے پہلے کسی کے حصے میں نہیں آئی۔

۱۱۔ معروف غیر مقلد عالم دین علامہ نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی لکھتے ہیں :

ابن عم رسول سیف الله المسلول مظهر العجائب و الغرائب اسد الله الغالب

(تکریم المومنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین : ص ۹۹ مطبوعہ مفید عام آگرہ)

ان کی مکہ مکرمہ میں اندر بیت اللہ کے ہوئی ان سے پہلے کوئی بیت الحرام کے اندر مولود نہیں ہوا تھا۔

مولودِ کعبہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

راقم نے درج بالا سطور میں صرف ان اہل علم کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مولود کعبہ ہونے کو مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خاصہ قرار دیا ہے اور جن صاحبان علم نے مولود کعبہ ہونے کو حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت قرار دیا ہے ان کی تعداد تو درجنوں میں ہے برادر مکرم حضرت علامہ سید عظمت حسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی نے اپنی تالیف "تذکرہ ولادت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ" میں مستند حوالہ جات کے ساتھ ان صاحبان علم کا ذکر کر دیا ہے جو قارئین دلچسپی رکھتے ہوں وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔

کیا یہ سب صاحبان علم رافضی ہیں؟

چنانچہ درج بالا سطور میں جن صاحبان علم و حشم نے مولود کعبہ ہونے کو حضرت مولائے کائنات کا خاصہ قرار دیا ہے ان کے بارے میں ضرب حیدری کے مولف کیا فرماتے ہیں ؟ کیا یہ سب صاحبان علم رافضی ہیں معاذ اللہ؟ ویسے اس میں کچھ تعجب بھی نہیں کہ وہ ایسا فرما دیں کیونکہ انہی کے فکری اور اعتقادی قبیلے کے بعض حضرات ان صاحبان علم

میں سے بعض پر یہ الزام لگا بھی چکے ہیں جن کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے مولود کعبہ ہونے کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت یا خاصہ قرار دیا ہے لیکن وہ اس تاریخی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی رافضی ہونے کا الزام پندرہ صدیوں میں کسی معقول صاحب علم نے نہیں لگایا اور ان کے رافضی ہونے کی خبر پندرھوی صدی کے ان نام نہاد محققین ہی کو ہوئی ہے ان کو بھلا کون سمجھائے کہ آپ کی تحقیق کی امام ذہبی ،امام ابن حجر عسقلانی ، امام جلال الدین سیوطی ، امام قسطلانی ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات کے سامنے بھلا کیا حیثیت ہے اگر یہ سب حضرات امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو اہلسنت کا امام قرار دیتے ہیں تو پندرھویں صدی کے نام نہاد محقق کی بات پر بھلا کون کان دھرے گا جو انہیں نہ صرف شیعہ بلکہ رافضی بھی قرار دیتا ہے۔

غیر محتاط فتویٰ بازی

ان حضرات نے وطیرہ بنا لیا ہے کہ متقدمین و متاخرین یا معاصرین میں جو صاحب علم بھی اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ساتھ محبت کا دم بھرتا ہے اور ان کے فضائل و مناقب اور خصائص کو بیان کرتا ہے اس پر جھٹ سے شیعہ یا رافضی ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں اور اگر کوئی ان کی حرکتوں کے باعث ان کے بارے میں یہ بھی کہہ دے کہ ان کے ناصبی اور خارجی ہونے کا خطرہ ہے تو یہ غیض و غضب سے بھڑک اٹھتے ہیں حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رفض اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت کا نام نہیں ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کی محبت تو امت پر واجب ہے اگر کوئی نام نہاد محقق کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان کو حب اہل بیت کی وجہ سے رافضی کہتا ہے تو وہ صاحب علم نہیں بلکہ بہت بڑا جاہل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی شخص کے بارے میں فرماتے ہیں:

اذا نحن فضلنا علیاً فاننا روافض بالتفضیل عند ذوی الجھل

یعنی مولیٰ علی کی فضیلت بیان کرتے ہیں تو ہم جہلا کے نزدیک تفضیلی روافض قرار پاتے ہیں۔(دیوان الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ: ۳۲۵،۳۲۶)

قاضی ابو یعلیٰ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے رفض کی تعریف یوں کی ہے:

حدثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال سئلت ابی عن الرافضی ؟ قال الذی یسب ابا بکر و عمر رضی اللہ عنھما
(طبقات الحنابلہ للقاضی ابی یعلیٰ الحنبلی :۲/۱۰)

ہمیں امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابا حضور سے رافضی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا رافضی وہ ہے جو حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ غلبہ محبت اہل بیت شیعیت نہیں بلکہ سنیت ہے ملاحظہ فرمائیں ،فتاویٰ رضویہ ج۵، ص۱۸۴۔

کیا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی رافضی ہیں؟

ضرب حیدری کے مولف نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عجیب طریقہ اپنا رکھا ہے ہمیں خدشہ ہے کہ وہ کہیں یہ نہ فرما دیں کہ ان کا بھی شیعیت کی طرف میلان رہا ہے اس لیے اگر انہوں نے مولود کعبہ ہونے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ قرار دیا ہے تو یہ اسی دور میں دیا ہوگا جب وہ مائل بہ تشیع تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی تالیف ضرب حیدری میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شروع شروع میں تفضیلی تھے اور بعد میں انہوں نے اس عقیدے سے توبہ کر لی تھی انہوں نے محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فیوض الحرمین سے ایک اقتباس پیش کر کے اپنے دعویٰ پر دلیل بھی فراہم کی ہے چنانچہ فاضل مصنف کے بقول محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی اشارے پر عقیدہ تفضیل سے رجوع کر لیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے افضلیت شیخین پر ایک مستقل رسالہ بھی تحریر فرمایا جس کا نام قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ہے اسی لیے ہم نے بھی مولائے کائنات کے مولود کعبہ ہونے کو ان کا خاصہ قرار دینے کی بات حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی رسالہ سے لی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ رسالہ تحریر فرمایا اس وقت ان کا میلان تفضیل علی رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں تھا ۔ بالفاظ دیگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ

ہونے کو ان کا خاصہ اس وقت قرار دیا جب ان پر تفضیلی ہونے کا شک ختم ہو گیا تھا اب یہ بات الگ ہے کہ فاضل مصنف یہ نہ فرمادیں کہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین لکھنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب پوری طرح سنی نہیں ہوئے تھے اور ان میں رافضیت کے کچھ جراثیم ابھی باقی تھے۔ قارئین تعجب نہ فرمائیں کیونکہ فاضل مصنف کی بوالعجبیاں کچھ ایسی ہی ہیں ان کے نزدیک تفضیلی جلد ہی رافضی ہو جاتا ہے اور یہ کہ تفضیلیوں کے دلائل سے رافضیت لازم آتی ہے لہٰذا ہمارا یہ بیان کردہ احتمال بعید از قیاس نہیں کہ فاضل مصنف یہ گوہر افشانی کر سکتے ہیں کہ رسالہ قرۃ العینین بتفضیل الشیخین لکھنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب سے رافضیت کے اثرات دور نہیں ہوئے تھے اس لیے انہوں نے مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کو ان کا خاصہ قرار دیا ہے۔

موصوف کا دوہرا معیار

فاضل مصنف اپنے کسی بھی مؤقف کی تائید میں کسی بزرگ کے روحانی یا باطنی ارشادات کو ایک برہان قاطع کے طور پر پیش کر دیتے ہیں لیکن جب کوئی اور صاحب علم کسی دوسرے بزرگ کے مکاشفہ کی بات کرے تو موصوف بھڑ جاتے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مسئلہ تفضیل پر انہوں نے حضرت شاہ صاحب کے روحانی ارشاد کو کس طرح بطور دلیل پیش فرمایا ہے لیکن اپنی اسی تالیف میں ایک دوسرے مقام پر کسی دوسرے مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ خالص کشفی اور روحانی ہے جس پر قرآن وسنت سے واضح نص موجود نہیں ہے اور عقائد کی بنیاد کشف پر نہیں رکھی جا سکتی اور نہ ہی پوری امت کو کشفی معاملات کا مکلف ٹھہرایا جا سکتا ہے۔" (ضرب حیدری: ص ۹۱)

فاضل مصنف کی ایک اور ابوالعجبی ملاحظہ فرمائیں وہ اپنی تالیف میں جابجا حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے روحانی اور کشفی معاملات سے استدلال کرنے سے بھی باز نہیں آتے جیسا کہ آپ نے درج بالا سطور میں ملاحظہ فرمایا۔ مزید حوالہ جات کیلئے ضرب حیدری کے صفحات ۹۱، ۹۳، ۹۶، ۱۰۴، ۱۲۰ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن جب کوئی اور ان کے سامنے ان کے مؤقف کے برعکس انہی حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کرتا ہے تو موصوف کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں: "حضرت شاہ صاحب کی عبارت نہ قرآن ہے نہ حدیث اور نہ اجماع جب تک شاہ صاحب نے یہ عبارت نہ لکھی تھی اس وقت تک ۱۲ سو سال تک امت کے عقائد کا دارومدار کس پر تھا؟" (ضرب حیدری، ص ۱۰۲)

کوئی ان سے یہ پوچھے کہ اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی معتبر علمی شخصیت کا قول لائق استدلال نہیں ہے تو موصوف نے خود جابجا ان کی کتابوں سے اقتباسات کیوں پیش کیے؟

ایک وضاحت

یہاں یہ وضاحت بے حد ضروری ہے کہ ہم نے شروع میں صاحبان علم کے حوالہ جات اس لیے پیش نہیں کیے کہ ہمیں حضرت حکیم بن حزام کے مولود کعبہ ہونے کا انکار ہے کیونکہ ان کے مولود کعبہ ہونے پر جو روایت پیش کی جاتی ہیں اگرچہ وہ اصولاً ایک معضل روایت ہے اور بایں طور ضعیف ہے لیکن محدثین نے فضائل و مناقب میں ضعیف احادیث کو بھی معتبر مانا ہے اور انہیں قبول کیا ہے اس لیے ہم حضرت حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ کے مولود کعبہ ہونے کی روایت کو مانتے ہیں جمہور اہلسنت نے ہمیشہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دو فضائل کو جمع کر کے ان کا ایک خاصہ قرار دیا ہے۔ جس کی وضاحت کسی نے کیا خوب کی ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت ۔۔۔ بہ کعبہ ولادت بمسجد شہادت

در اصل ہمارا مقصود یہ تھا کہ ہم ضرب حیدری کے مؤلف پر یہ بات آشکار کر سکیں کہ وہ غیر محتاط فتویٰ بازی سے باز آجائیں کیونکہ اس کی زد میں کئی اکابرین اہلسنت بھی آجاتے ہیں۔

پیر سائیں کا نیا پینترا

حال ہی میں "مولود کعبہ کون؟" کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس

میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ صرف حضرت حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ ہی مولود کعبہ ہیں اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کی نفی کی گئی ہے اس کتاب کا جواب بعض اہل علم لکھ رہے ہیں اس لیے راقم اس پر کوئی تبصرہ کیے بغیر صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ ضرب حیدری کے مولف نے اس کتابچہ پر تقریظ بھی لکھی ہے ان کی تقریظ سے ایک اقتباس یہاں نقل کر رہا ہوں۔

”فقیر نے اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور مضبوط دلائل سے مزین پایا ہے آپ اس کتاب میں دلائل سے پڑھیں گے کہ: کعبہ شریف میں پیدا ہونا سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے ولادت کو وہابیوں نے شہید کر دیا ہے ان میں سے ایک ایک جملہ بولتی ہوئی حقیقت ہے اگر کسی ایک آدھ عالم نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو مولود کعبہ لکھ ہی دیا ہو تو اسے ان کے تسامح اور عدم توجہ پر محمول کرنا چاہیے۔“ (مولود کعبہ کون؟ صفحہ ۶۷،۶۸)

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

اس اقتباس نے ضرب حیدری کے مؤلف کے اصل چہرے کو بے نقاب کر دیا ہے ضرب حیدری میں تو انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی مولود کعبہ نہیں بلکہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی مولود کعبہ ہیں اور اب یہ فرما رہے ہیں کہ کعبہ شریف میں پیدا ہونا سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے اور سیدنا علی المرتضی تو شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔

ضرب حیدری میں تو موصوف نے یہ فرمایا کہ مولود کعبہ ہونے کو سیدنا علی المرتضی ”کا خاصہ ماننے والے رافضی ہیں اور یہاں فرما رہے ہیں کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو مولود کعبہ سمجھنا شیعہ کا عقیدہ ہے۔ قربان جائیں اس ترقی معکوس پر حضرت نے یہ بھی خیال نہیں فرمایا کہ ضرب حیدری میں تو وہ خود بھی سیدنا علی المرتضی کو مولود کعبہ مان چکے ہیں“ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا“ کے مصداق ضرب حیدری کے مولف اپنے ہی فتوے کی زد میں آگئے۔

ہمارا ان کو ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ چاند کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی روش سے

باز آجائیں ورنہ کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا ان کا اپنا ہی چہرہ داغدار ہوتا چلا جائے گا۔ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ حضرت علامہ سید عظمت حسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی نے اپنی تالیف ”تذکرہ ولادت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ“ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے پر مختلف ادوار کے تقریباً اکتالیس جید علمائے کرام کے اقوال جمع کیے ہیں اور اس پیر تسمہ پا کے تازہ فتوے کے مطابق یہ سارے کے سارے شیعہ ہو گئے بلکہ یہ تمام حضرات ان کی نظر میں ایک آدھ ہیں۔

چوں کرمے کہ در سنگے نہاں است   زمین آسمان او ہماں است

دراصل وہ رفتہ رفتہ بغض سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں گہری کھائی میں گرتے جا رہے ہیں اور وہ بھی پتھر میں نہاں اس کیڑے کی طرح اپنا زمین و آسمان اس گہری کھائی کو سمجھ بیٹھے ہیں۔ خدارا اس کھائی سے نکلنے کی کوشش کریں تا کہ آپ کو پتہ چل سکے کہ امت نے جس کثرت کے ساتھ مولا علی رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کو مانا ہے اتنا حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کو نہیں مانا۔ آج امت مسلمہ کا بچہ بچہ یہ جانتا ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ مولود کعبہ ہیں لیکن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا صرف اہل علم حضرات ہی کو معلوم ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے مولود کعبہ ہونے کا تذکرہ جس روایت میں ہے اس کی سند متصل ہے جبکہ محدثین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب کسی حدیث کو لوگ قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگایا جائے گا خواہ اس کی کوئی صحیح سند نہ ہو۔ امام سیوطی فرماتے ہیں:

یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول و ان لم یکن لہ اسناد صحیح
(تدریب الراوی، ج۱، ص۶۶)

جب لوگ کسی حدیث کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اگرچہ اس کی کوئی صحیح سند نہ ہو۔

راقم نے چند سطور ضرب حیدری کے مؤلف کی تازہ ترین واردات کے حوالے سے اس امید پر سپرد قلم کی ہیں کہ شاید ان کے دل میں ہماری یہ بات اتر جائے کہ متواتر تاریخی حقائق کی نفی کرنے کا جنون ان کو زیب نہیں دیتا۔

"مولودِ کعبہ کون" کا علمی محاکمہ

علامہ قاری ظہور احمد فیضی ☆

ماہِ رواں یعنی رجب المرجب ۱۴۳۲ھ میں "مولودِ کعبہ کون" کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے، جس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اس نفی کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے:

اس کتابچے کی تالیف کا فرضی سبب

اس کتابچہ کے مؤلف کے نزدیک اس کی تالیف کا سبب ظاہری یہ واقعہ ہے، وہ لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ پہلے اس طبقہ کے ایک صاحب ہمارے قصبہ میں تقریر کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت آیا تو آپ کی والدہ کو حکم ہوا اے مریم! میرے گھر (بیت المقدس) سے نکل جا۔ لیکن جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کا وقت آیا تو آپ کی والدہ کو حکم ہوا اے فاطمہ اندر آجا! پھر یک لخت دیوارِ کعبہ شق ہوئی اور جناب فاطمہ اندر چلی گئیں......"۔

(مولودِ کعبہ کون ص ۹)

مقررین کی غلطیوں پر کتاب لکھنے کی اچھی سنت

ہم عرض کرتے ہیں کہ اسی وقت مقرر صاحب سے اس واقعہ کی سند معلوم کی جاتی تو اُن ہی سامعین کے سامنے اصل حقیقت آجاتی اور آپ کو اتنی زحمت نہ اُٹھانا پڑتی۔ خیر، مقررین تو موضوع روایات اور من گھڑت واقعات اکثر بیان کرتے ہیں، مثلاً:

کبھی وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بچوں کے زندہ ہونے کی روایت

☆ ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور 0300-4881239

بیان کرتے ہیں،

کبھی وہ حضور ﷺ کے ہر امتی کے قبر سے اٹھتے وقت براق کے آنے کا ذکر کرتے ہیں،

کبھی وہ حضرت خضر علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے اور اُن کے محافل میں آنے کا ذکر کرتے ہیں،

کبھی کہتے ہیں کہ غارِ ثور میں صدیوں سے ایک عاشق سانپ منتظر بیٹھا ہوا تھا، حالانکہ سانپ تو تھا مگر صدیوں سے بیٹھا ہوا تھا اور عاشق تھا، یہ کہاں سے لاتے ہیں؟

کبھی کہتے ہیں کہ گلاب کا پھول حضور ﷺ کے مبارک پسینہ سے پیدا ہوا، اور پھر پھول کو روندتے بھی ہیں۔

✸ ایسے ہی اولیاء کرام کے متعلق موضوع واقعات بیان کرتے ہیں، مثلاً:

کبھی کہتے ہیں کہ ایک بندہ یا جنید یا جنید کہنے کی برکت سے پانی پر چل رہا تھا اور یا اللہ یا اللہ کہنے لگا تو ڈوبنے لگا،

کبھی بڑھیا کے بیڑے اور پوری برات کے زندہ ہونے کی بات کرتے ہیں، اگرچہ قدرت و کرامت کی نگاہ سے یہ بعید نہیں مگر آپ کی ایسی تحقیقی نگاہ سے اس پر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

کبھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کے سیب کا واقعہ بیان کرتے ہیں،

کبھی سیدنا حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بہشتی دروازہ کی بات کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات کتاب و سنت کے منافی ہے اگرچہ رحمتِ ایزدی کے منافی نہیں۔

✸ اسی طرح اعمالِ صالحہ کے معاملہ میں موضوع روایات بیان کرتے ہیں، مثلاً:

کبھی کہتے ہیں کہ دو رکعت قضائے عمری پڑھنے سے ساری عمر کی

قضا نمازیں معاف ہو جاتی ہیں،

کبھی کہتے اور لکھتے ہیں کہ جس نے شب برأت ،شب قدر، شب معراج اور یومِ عاشورہ وغیرہ میں اتنی رکعات نماز اِس طریقہ سے پڑھی تو اُسے اتنا اور اتنا ثواب ملے گا، حالانکہ کسی بھی مخصوص شب اور مخصوص دن کے لیے مقرر و معین ثواب پر مشتمل نماز کسی غیر موضوع حدیث میں مذکور نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ان ایام ولیالی میں بلاتعین اور کسی مخصوص ہیئت وکیفیت کے بغیر کوئی نماز وعبادت کی جائے تو اس کا ثواب زیادہ بلکہ بے حساب عطا ہوتا ہے۔

کبھی کہتے اور لکھتے ہیں کہ جو فلاں کلمہ پڑھے تو اس کے منہ سے ایک سبز پرندہ نکلتا ہے جس کے ستر ہزار سر ہوتے ہیں......

ایسی کئی موضوع روایات اور کئی موضوع و بے سند مگر مشہور واقعات ہیں مگر خدا جانے کہ ہمارے نام نہاد محققین کی توجہ فقط سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کی نفی کی طرف کیوں چلی جاتی ہے اور مذکورہ بالا موضوع روایات ومن گھڑت واقعات کی طرف کیوں نہیں جاتی ؟ ممکن ہے اب مقررین کی غلطیوں پر رسائل لکھنے کی رسم کا آغاز ہو چکا ہے تو شائد ہمارے محققین اِن روایات وواقعات کی تحقیق بھی فرمائیں گے۔

بہر کیف اگر کسی مقرر نے واقعۃً ایسا بیان کیا ہے تو یہ اُس کی سنگین غلطی ہے لیکن کیا اس کے ازالہ کا طریقہ یہی ہے کہ ایک حقیقت کا انکار کر دیا جائے اور اس کے لیے ائمہ اہلِ سنت کو شیعہ کی فہرست میں شامل کر دیا جائے، اور عمداً یہ فرق بتانے کی زحمت بھی گوارا نہ کی جائے کہ اسلاف کرام کی اصطلاح میں شیعی کسے کہا جاتا تھا اور رافضی کسے؟ رافضی اور شیعی کا فرق عرض کرنے سے پہلے مذکورہ کتابچے کا ایک اور سبب تالیف بھی سنتے چلیے۔

اس کتابچے کی تالیف کا حقیقی سبب

اس کتابچے کی تالیف کا ایک سبب تو مذکورہ بالا واقعہ ہے جو "مولودِ کعبہ

کون" کے مؤلف نے بیان کیا اور دوسرا سبب وہ ہے جو مؤلف کے بعض بزرگوں نے اِن الفاظ میں بیان کیا ہے:

"دو تین سال سے سنی نما روافض نے بعض مقامات پر "جشنِ مولودِ کعبہ" کا اہتمام کیا جو پہلے کبھی نہیں ہوتا تھا، تو لامحالہ اہل سنت کو اس چھیڑ خانی اور روافض پروری کا نوٹس لینا پڑا۔ نوجوان فاضل حضرت علامہ محمد لقمان صاحب دامت برکاتہم نے تحریری طور پر اس موضوع پر نہایت سنجیدہ قدم اُٹھایا ہے"۔ (مولودِ کعبہ کون صفحہ ۶۷)

کیا ذکرِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چھیڑ خانی اور روافض پروری ہے؟

یہ اقتباس ایک شخص غلام رسول قاسمی کی تقریظ سے لیا گیا ہے۔ اس نے ذکرِ مرتضیٰ کو چھیڑ خانی اور روافض پروری کہا ہے۔ اس پر ہم عرض کرتے ہیں کہ "جشن مولودِ کعبہ" کا عنوان ہو یا کوئی اور عنوان، اُس میں ہوتا تو ذکرِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے تو وہ چھیڑ خانی اور روافض پروری کیسے ہو گیا؟ ہاں اگر اُس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کیا جائے یا اُن پر سب وشتم کیا جائے تو ایسی کارروائی یقیناً چھیڑ خانی اور رافضیت پروری ہے۔ کیونکہ ذکرِ علی واہل بیت کرام علیہم السلام کا نام رافضیت نہیں بلکہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بیزاری کا نام رافضیت ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

والروافض کل جند ترکوا قائدهم، والرافضة: الفرقة منهم وفرقة من الشیعة بایعوا زید بن علي، ثم قالوا له: تبرأ من الشیخین فأبیٰ وقال: کانا وزیري جدّي فترکوه، ورفضوه وارفضوا عنه والنسبة رافضي.

(القاموس المحیط ص ۸۳۰)

"روافض: ہر ایسا لشکر جو اپنے قائد کو چھوڑ دے روافض ہے، اور رافضہ اُن میں سے ایک فرقہ ہے، اور شیعہ میں سے ایک فرقہ ہے جنہوں نے امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، پھر وہ اُن سے کہنے لگے: آپ شیخین سے برأت کا اظہار کیجیے۔ امام نے انکار کر دیا اور فرمایا: وہ میرے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔ اس

پر انہوں نے امام کو چھوڑ دیا اور اُن سے الگ ہو گئے، اور رفض سے منسوب کو رافضی کہتے ہیں"۔

بعض ائمہ کے نزدیک شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرنے والا رافضی ہے، چنانچہ قاضی ابو یعلیٰ لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن أحمدبن حنبل قال:سألتُ أبي عن الرافضي؟ قال: الذي يسبُّ أبابكر و عمر رضي الله عنهما۔

(طبقات الحنابلةللقاضي أبي يعلىٰ الحنبلي ج۲ص۱۰)

"ہمیں امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں نے ابا حضور سے رافضی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: رافضی وہ ہے جو حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا کہے"۔

لہٰذا کوئی بھی ایسی محفل جس میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر سب وشتم اور طعن وتشنیع نہ کی جاتی ہو، اور اگرچہ اُس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت اہل بیت کرام علیہم السلام سے زیادہ محبت کا اظہار کیا جاتا ہو تو اُس محفل کو چھیڑ خوانی اور روافض پروری نہیں کہا جا سکتا۔کیونکہ اہل بیت کرام علیہم السلام سے زیادہ محبت شرعاً مطلوب ہے، اور یہ رافضیت نہیں بلکہ سنیت ہے۔امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے، حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبتِ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے، حالانکہ یہ محض سُنیت ہے"۔(فتاوی رضویہ ج۵ص۷۴)

سنی محبانِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو راقم کی نصیحت

بہر کیف میں اپنے سنی محبانِ اہل بیت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص "جشنِ مولودِ کعبہ" کے عنوان سے چڑتا ہے اور اسے چھیڑ خوانی سمجھتا ہے تو کسی کو چڑانا اچھی بات نہیں، لہٰذا سنیوں کو چاہیئے کہ وہ یہ عنوان بدل دیں اور "جشنِ ولادتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے محافل سجالیا کریں۔اس سے جہاں وہ چھیڑ خوانی کے گناہ سے بچیں گے وہیں روافض پروری کے فتویٰ سے بھی بچ جائیں گے۔

ہر چند کہ گذشتہ ادوار میں بعض لوگ کسی بھی عنوان سے ذکرِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے چڑتے تھے اور جو ذکر کرتا تھا اسے رافضی وغیرہ کے طعنے دیتے تھے۔چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں:

إذا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلِيًّا فَإِنَّنَا رَوَافِضُ بِالتَّفْضِيلِ عِنْدَ ذَوِي الْجَهْلِ

"جب ہم مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں تو جہلاء کے نزدیک تفضیلی روافض قرار پاتے ہیں"۔(دیوان الإمام الشافعي رضی اللہ عنہ ص۳۲۵،۳۲۶)

لیکن وہ تنگ نظر لوگ تھے جبکہ الحمدللہ یہ پندرھویں صدی ہے اور اب لوگ وسیع الظرف ہیں، لہٰذا جہاں وفات یافتہ دنیوی لیڈروں کے برتھ ڈے منائے جاتے ہیں وہاں سیدالأولیاء علی الاطلاق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یوم ولادت منانے پر کوئی کیوں چڑے گا؟ ہاں مگر "جشنِ مولودِ کعبہ" کے عنوان سے اجتناب لازم ہے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

امام حاکم رضی اللہ عنہ کے شیعہ ہونے کی ایک دلیل کا جائزہ

اتنا تو مؤلف مذکور کو بھی اعتراف ہے کہ امام حاکم رافضی نہیں تھے۔اگرچہ مؤلف نے عمداً شیعہ کی قدیم اصطلاح کی وضاحت نہیں کی۔مؤلف مذکور نے امام حاکم کے شیعہ ہونے پر جو دلائل پیش کیے ہیں اُن میں یہ بات عوام الناس کے لیے باعثِ تشویش ہو سکتی ہے کہ شیعہ علماء نے امام حاکم رضی اللہ عنہ کو اپنی کتب میں شیعہ علماء سے لکھا

ہے۔اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ اگر شیعہ مصنفین نے امام حاکم کو اپنا امام لکھ دیا ہے تو وہ
تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے لیکر تمام ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو اپنے ائمہ گمان کرتے ہیں حتیٰ کہ امام
زید بن علی علیہ السلام جنہوں نے شیخین کریمین کے بدخواہوں کے مطالبہ کو مسترد کر دیا
تھا انہیں بھی اپنا امام لکھتے ہیں، تو کیا ہمیں اِن تمام ائمہ کرام علیہم السلام سے ہاتھ دھولینا چاہیئے؟

اور تو اور یہ ظالم لوگ تو حضرت خواجہ عثمان المروندی المعروف شہباز قلندر
سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی قبضہ کر چکے ہیں اور عملاً اُنہیں اپنا پیشوا قرار دے چکے ہیں،
اور ہمارے شہر اوچ شریف میں تو حضرت سید جلال الدین سرخ پوش بخاری سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ سہروردی ہیں اور حضرت خواجہ بہاؤ
الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے ہیں، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں)
کے مزارات پر بھی قبضہ کر چکے ہیں اور وہاں اپنے علم لگا دیئے ہیں، تو کیا ہم ان سنی، حنفی
اور سہروردی بزرگوں کو شیعہ تسلیم کر لیں؟

بہرحال اگر شیعہ مصنفین نے امام حاکم رضی اللہ عنہ کو اپنے ائمہ میں لکھ دیا اور
پندرھویں صدی میں "مولودِ کعبہ کون" کے مؤلف پر یہ راز کھل ہی گیا تو اب ہمیں
بتلایا جائے کہ ہم اس مسئلہ میں امام ذہبی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی، امام سخاوی
، امام قسطلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن تحقیق پر عمل
کریں یا مؤلف مذکور کی یکطرفہ تحقیق پر؟ کیونکہ یہ اور ان کے علاوہ تمام معتدل محدثین و
مصنفین نے امام حاکم رضی اللہ عنہ کو اہل سنت کے ائمہ محدثین میں ذکر کیا ہے۔

امام حاکم رضی اللہ عنہ سے معلوم کیجئے کہ کیا وہ شیعہ ہیں؟

روافض وشیعہ بیشک کسی کو شیعہ کہتے رہیں مگر انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہ ہے
کہ جس شخص پر الزام ہو خود اُسی سے پوچھا جائے کہ وہ کون ہے، رافضی اور شیعہ ہے
یا اہل سنت؟ ہر چند کہ امام حاکم رضی اللہ عنہ اب بظاہر حیات نہیں مگر:

عِلْمُ الرَّجُلِ وَلَدُهُ الْمُخَلَّدِ "علم انسان کی ہمیشہ رہنے والی اولاد ہے۔"

اور اُن کے قلم کا فیضان بھی اب تک موجود ہے، اور محاورہ ہے کہ:

اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ "قلم ایک زبان ہے۔"

آیئے اُن کے قلم سے پوچھتے ہیں۔اُن کا قلم بولتا ہے کہ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے
"المستدرك علی الصحیحین" میں ایک کتاب "معرفة الصحابة" کے نام سے قائم
فرمائی ہے اور اُس میں وہ سب سے پہلے برعایتِ ترتیبِ خلافت سیدنا ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے فضائل کو لائے ہیں، حالانکہ قبول اسلام کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تو سب سے
پہلے سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ، پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر
آتا۔مگر چونکہ امام حاکم رضی اللہ عنہ سنی امام ہیں اس لیے اُنہوں نے سنی ترتیب کو ہی قائم رکھا۔
ایمان سے بتلایئے آجکل کی اصطلاح کے مطابق کسی شیعہ مصنف کی کتاب میں فضائلِ
صحابہ اور پھر اس ترتیب سے ملتے ہیں؟

امام حاکم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟

امام حاکم رضی اللہ عنہ شیعی تھے یا سنی؟ اس سلسلہ میں بھی بہتر ہوگا کہ پندرھویں صدی
کے لوگوں کی بجائے امام حاکم کے معاصرین سے معلوم کیا جائے کہ اُن کی نمازِ جنازہ
کس نے پڑھائی؟ کیونکہ نمازِ جنازہ کے وقت ہی راز کھلتا ہے کہ مرنے والے کا تعلق کس
مذہب سے تھا۔اس سلسلہ میں راقم اثیم نے علماء اہل سنت کی کتب کی طرف رجوع
کیا تو معلوم ہوا کہ امام حاکم کی نمازِ جنازہ قاضی ابوبکر الحیری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

(طبقات الشافعیة ج۲ص۴۴۷، سیر أعلام النبلاء ج۱۳ص۱۰۶)

قاضی ابوبکر حیری کا نام احمد بن حسن ہے، یہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی،
امام الحرمین ابومحمد الجوینی، داتا گنج بخش کے عظیم ساتھی امام ابوالقاسم القشیری اور امام
حاکم رضی اللہ عنہم کے اُستاذ تھے۔(سیر أعلام النبلاء ملتقطاً ج۱۳ص۲۲۸)

بعد از وصال امام حاکم رضی اللہ عنہ کا مقام

امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حسن بن اشعث القرشی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حاکم رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی وہ بہترین حالت میں ایک گھوڑے پر سوار تھے اور فرما رہے تھے :نجات ہوگئی۔ میں نے عرض کیا:اے حاکم! کس سبب سے؟فرمایا:حدیث لکھنے کی وجہ سے۔امام سبکی فرماتے ہیں:میں کہتا ہوں:اسی طرح صحیح ہے، رحمہ اللہ(اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت فرمائے)۔

(طبقات الشافعیۃ ج۴ص۴۴۷، سیر أعلام النبلاء ج۱۳ص۱۰۴)

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "رحمہ اللہ تعالیٰ" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۶۶)

یہ ہیں وہ امام حاکم رضی اللہ عنہ جنہیں "مولودِ کعبہ کون" کے مؤلف نے شیعہ لکھ دیا اور عمداً یہ وضاحت نہ کی کہ اسلاف کرام کی اصطلاح میں شیعیت اور تشیع کس معنیٰ میں استعمال ہوتے تھے تاکہ عصرِ حاضر کے لوگ اُنہیں آج کل کا شیعہ تصور کرکے اُن سے نفرت کریں اور اُن کی بیان کردہ احادیث کو قبول کرنے سے اجتناب کریں۔

نہ جانے ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم اپنے معاصرین علماءِ ربانی کو بھی اپنی صفوں سے خارج کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں اور اسلاف کرام پر بھی ہاتھ صاف کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟ شاید ہم نظرِ بد کا شکار ہیں۔ یا اللہ! ہمیں غور وفکر کی سعادت عطا فرما، ہمیں ذہنی وسعت عطا فرما، ہماری اصلاح فرما اور ہم سب کو اکٹھا فرما، آمین!

مستدرک میں موضوع احادیث کا سبب

اس کا صحیح سبب وہی ہے جو مؤلف مذکور نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے الفاظ میں یوں لکھا ہے:

قال شیخ الاسلام :وانما وقع للحاکم التساھل لانه سود الکتاب لینقحه فاعجلته المنیة۔

"شیخ الاسلام نے فرمایا: حاکم کی غفلت کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کتاب (مستدرک) کا مسودہ تیار کیا، ابھی نظر ثانی کرنی تھی کہ انتقال کر گئے"۔

(مولودِ کعبہ کون ص۴۳)

یہی واحد سبب ہے،اس کے علاوہ باقی تمام اقوال مردود ہی نہیں بلکہ امام حاکم رضی اللہ عنہ کے معروف لقب کے بھی خلاف ہیں۔امام حاکم کا نام مبارک محمد بن عبداللہ ہے اور کنیت ابوعبداللہ ہے،جبکہ "الحاکم" اُن کا لقب ہے۔اصطلاح محدثین میں "حاکم" اُس محدث کو کہا جاتا ہے جسے تمام احادیث مرویہ کا متن یاد ہو اور وہ اُن کی سند سے بھی پوری طرح باخبر ہو،جبکہ حافظ وہ محدث ہوتا ہے جسے ایک لاکھ احادیث سند ومتن کے ساتھ یاد ہوں،اور امام اُس محدث کو کہتے ہیں جو حدیث ،فقہ اور تمام علومِ دینیہ میں باکمال ہو۔ جب آپ نے اصطلاح محدثین میں حافظ،حاکم اور امام کی تعریف سماعت فرمالی تو آیئے سنی محدثین سے سنئے وہ امام حاکم رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا کہتے ہیں۔امام ذہبی لکھتے ہیں:

الإمام الحافظ الناقد العلامة شیخ المحدثین۔

"وہ امام، حافظ، ناقد، علامہ اور شیخ المحدثین تھے"۔

پھر لکھتے ہیں:

صنف وخرّج وجرح وعدل وصحح وعلّل، وکان من بحور العلم۔

"انہوں نے تصنیف فرمائی،حدیث کی تخریج کی،جرح وتعدیل کی،احادیث کی صحت وعلت بیان کی ،وہ علم کے سمندروں میں سے تھے"۔

(سیر أعلام النبلاء ج۱۳ص۹۷،۹۸)

ایک اور مقام میں فرماتے ہیں:

الحافظ الکبیر إمام المحدثین۔

"بڑے حافظ الحدیث اور محدثین کے امام تھے"۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۶۲)

امام اہل سنت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان إماماً جلیلاً وحافظاً حفیلاً اُتّفِقَ علیٰ إمامته وجلالته وعظم قدرہ۔

"وہ امام جلیل تھے اور بہت بڑے حافظ تھے،اُن کی امامت ،جلالت اور عظمتِ مرتبہ پر اتفاق کیا گیا ہے"۔

(طبقات الشافعیۃ ج۴ص۱۶۰)

لہٰذا اتنی بات تو کسی حد تک قرین قیاس ہے کہ امام حاکم رضی اللہ عنہ کو "المستدرک علی الصحیحین" کی تبییض (یعنی نظرِ ثانی) کا موقع نہ ملا ہو لیکن یہ سمجھنا درست نہیں کہ وہ تشیع یا تعصب کی وجہ سے ڈنڈی مارتے تھے۔

آیئے اب اصل مقصود کا رُخ کرتے ہیں۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کی روایت کا تحقیقی جائزہ

"مولودِ کعبہ کون" کے مؤلف نے حضرت حکیم بن حزام کے مولودِ کعبہ ہونے کے ثبوت میں اپنی توانائی ساری خرچ کر ڈالی اور یہ غور نہیں فرمایا کہ اس تاریخی روایت کے مرکزی راوی مصعب بن عبداللہ اور حضرت حکیم بن حزام کے دور میں کتنا فرق ہے؟ یاد رکھئے! حضرت حکیم بن حزام کی ولادت اور مصعب بن عبداللہ کی ولادت کے مابین دو صدیوں سے بھی زیادہ فرق ہے۔

مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت القرشی الاسدی، الزبیری کی وفات 236ھ میں ہوئی اور انہوں نے 80 برس عمر پائی، اس حساب سے اُن کی ولادت کا سال 156ھ بنتا ہے۔ جبکہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی وفات 60ھ میں ہوئی اور وفات کے وقت ان کی عمر 160 برس کی تھی، انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ ولادتِ مصطفوی ﷺ سے تقریباً تیرہ 13 سال قبل پیدا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی وفات اور حضرت مصعب کی پیدائش کے مابین 96 برس کا فاصلہ بنتا ہے اور حضرت حکیم بن حزام کی پیدائش اور مصعب کی پیدائش کے درمیان 216 برس کا فرق بنتا ہے، اور اگر اس میں اُن کے سمجھ وفہم کی عمر کے کم از کم 10 برس مزید شامل کیے جائیں تو پھر (226) سال کا فاصلہ بنتا ہے۔ اب آپ خود سوچئے کہ جس شخص کی اپنی پیدائش 216 برس بعد ہوئی وہ کیونکر اپنے سے اتنا برس پہلے شخص کی پیدائش کے متعلق جان سکتا ہے کہ وہ کہاں پیدا ہوا؟ ہاں اگر کہا جائے کہ اُس نے دوسروں سے سن رکھا ہوگا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کون ہیں؟

مصعب بن عبداللہ کی روایت کا انقطاع

یہ مصعب بن عبداللہ طبقۂ عاشرہ (دسویں طبقے) سے ہے، اور وہ یہ طبقہ ہے جسے کسی تابعی سے ملاقات حاصل نہیں، اور چونکہ یہ شخص ولادتِ نبوی ﷺ سے بھی تقریباً تیرہ برس قبل کا واقعہ نقل کر رہا ہے اور اس واقعہ کے اور اس کی ولادت کے درمیان 216 برس کا فرق ہے، لہٰذا یہ روایت منقطع ہی نہیں بلکہ معضل ہے، کیونکہ اس کی ابتداء سے ہی دو سے زائد راوی ساقط ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إن كان باثنين فصاعدا مع التوالي فهو المعضل وإلا فهو المنقطع

(شرح نخبۃ الفکر ص ۶۹)

"اگر اوپر تک دو یا دو سے زائد راوی بالترتیب ساقط ہوں تو وہ روایت معضل ہے، ورنہ منقطع ہے۔"

میر سید شریف الجرجانی اور علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

وإن روى التابعي عن الصحابي قصة أدرك وقوعها كان متصلاً وإن لم يدرك وقوعها وأسندها إلى الصحابي كان متصلاً وإن لم يدركها ولا أسند حكايتها إلى الصحابي فهي منقطعة

(ظفر الأماني بشرح مختصر سيد الشريف الجرجاني ص ۲۲۳)

"اگر تابعی صحابی سے کوئی ایسا واقعہ روایت کرے جس کے وقوع کو اس نے پایا ہو تو وہ متصل ہے، اور اس نے اس کا وقوع نہ پایا ہو اور صحابی تک سند چلائے تو بھی متصل ہے، اور اگر اُس نے نہ واقعہ کو پایا ہو اور نہ ہی صحابی تک سند پہنچائے تو وہ واقعہ منقطع ہے۔"

خود سوچئے کہ اگر تابعی واقعہ کو نہ پائے یا اُس کی سند صحابی تک نہ پہنچائے تو اُس کی روایت منقطع ہے تو مصعب بن عبداللہ نے تو تابعین کو بھی نہیں پایا کیونکہ وہ طبقۂ عاشرہ سے ہے، اور یہ وہ طبقہ ہے جس کی کسی تابعی سے ملاقات ثابت نہ ہو۔

(تقریب التہذیب ج۱ ص۹)

جبکہ اس واقعہ کو صحابی نے پایا ہے اور نہ کسی تابعی نے اور تبع تابعی نے اس کی

سند بھی نہیں چلائی۔ لہٰذا اگر حضرت حکیم بن حزام کے مولود فی الکعبہ کا واقعہ سچا ہو بھی سہی تب بھی اصول سند کے لحاظ سے معضل ہے، اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

المعضل أسوأ حالاً من المنقطع وهو أسوأ حالاً من المرسل وهو لايقوم به حجة

"معضل روایت کا حال منقطع سے زیادہ برا ہوتا ہے اور منقطع کا حال مرسل روایت سے زیادہ برا ہوتا ہے اور مرسل سے حجت قائم نہیں ہوتی۔"

(فتح المغیث ج۱ ص۱۷۹)

نوٹ

مرسل روایت کی قبولیت میں اختلاف ہے اور عندالاحناف اس کی قبولیت میں وسعت پائی جاتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہ معضل روایت کے حکم میں لکھتے ہیں:

"معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے"۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم ج۱ ص۱۲۴)

"مولودِ کعبہ کون" کے ایک مقرظ کی ناکام کوشش

زیرِ بحث کتابچہ کے ایک مقرظ یا تبصرہ نگار نے "مدعی ست اور گواہ چست" کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے:

"کتاب ہٰذا میں بزرگوں کی جو ایسی عبارات ہیں جن میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کعبہ میں پیدائش کو ضعیف کہا گیا ہے" یہ وہ ضعیف نہیں جو فضائل میں مقبول ہوتا ہے" کیونکہ فضائل میں صرف وہ ضعیف روایتیں قابل قبول ہوتی ہیں جو کسی صحیح روایت کے مخالف ومعارض نہ ہوں۔" (تقریظ: مولودِ کعبہ کون ص۷۶)

ہم اِس چست گواہ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام والی روایت کہاں سے صحیح ہوگئی؟ کیا کسی واقعہ کا بہ کثرت کتابوں میں مذکور ہونا اُس کی صحت کی دلیل ہے؟ ارے بھائی! جب اس کی سند سے مسلسل کئی راوی ساقط ہیں اور اِسی وجہ سے یہ معضل ہے تو پھر سارا جہاں بھی اگر اس کو صحیح ثابت کرنا چاہے تو کیسے کر سکتا ہے؟۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کی سند

أخبرنا أبو طاهر محمد بن علي بن محمد البيِّع قال: أخبرنا أبو عبد الله أحمد بن محمد بن عبد الله بن خالد الكاتب قال: حدَّثنا أحمد بن جعفر بن محمد بن سلم الخُتّلي قال: حدَّثني عمر بن أحمد بن روح حدَّثني أبو طاهر بن الحسن العلوي قال: حَدَّثني محمد بن سعيد الدارمي حَدَّثنا موسى بن جعفر عن أبيه عن محمد بن علي عن أبيه علي بن الحسين قال: كنت جالساً مع أبي ونحن زائرون قبر جدنا عليه السلام وهناك نسوان كثيرة إذ أقبلت إمرأة منهن فقلت لها: من أنتِ يرحمك الله؟ قالت: أنا زيدة بنت قريبة بن العجلان من بني ساعدة. فقلت لها: فهل عندك شيئاً تحدثينا؟ فقالت: إي والله حَدَّثتني أمي العارة بنت

"ہمیں ابوطاہر محمد بن علی بن محمد البیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن عبد اللہ بن خالد الکاتب نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن جعفر بن محمد بن مسلم الخُتّلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھے عمر بن احمد بن روح نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھے ابوطاہر یحییٰ بن حسن العلوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن سعید دارمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن جعفر نے اپنے والد محمد بن علی سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد علی بن حسین [امام زین العابدین] سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا: میں اپنے والد گرامی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہم اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کر رہے تھے اور وہاں کافی

عبادةبن نضلة بن مالك بن عجلان
الساعدي۔ أنّهاكانت ذات يوم في
نساء من العرب إذ أقبل أبوطالب
كئيباً حزيناً، فقلت له: ما شأنك يا
أباطالب؟ قال:إن فاطمة بنت أسد في
شدة المخاض، ثم وضع يديه على
وجهه

فبينا هو كذلك ،إذ أقبل محمد ﷺ
فقال له: ماشأنك ياعم! فقال:إن فاطمة
بنت أسدتشكي المخاض،فأخذبيده
وجاء وهي معه فجاء بها إلى الكعبة
فأجلسها في الكعبة ثم قال:
أجلسي على اسم الله قال:فطلقت طلقة
فولدت غلاماًمسروراًنظيفاًمنظفاًلم أر
كحسن وجهه،فسماه أبو طالب عليًا
وحمله النبي ﷺحتى أداه إلى منزلها.

قال علي بن الحسين عليهم السلام: فو
الله ماسمعت بشيء قط إلا وهذا
أحسن منه

(مناقب علي بن أبي طالب
للمغازلي ص٢٦،٢٧)

خواتین موجود تھیں۔اُن میں سے ایک
خاتون آگے آئیں تو میں نے کہا: اللہ
تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ کون
ہیں؟اس نے کہا: میں بنوساعدہ کی زیدہ
بنت قریبہ بن عجلان ہوں۔میں نے اُس
سے کہا: کیاتمہارے پاس کوئی ایسی
خبر ہے جو ہمیں بتلاؤ؟اس نے کہا بہ خدا
ہے، مجھے میری والدہ ام عارہ بنت عبادہ
بن نضلہ بن مالک بن عجلان الساعدی
نے بیان کیا کہ وہ ایک روز عرب خواتین
میں موجود تھیں کہ اچانک حضرت
ابوطالب رضی اللہ عنہ پریشان اور غمگین حالت
میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا:
ابوطالب خیر تو ہے؟ فرمانے لگے: فاطمہ
بنت اسد دردِزہ میں مبتلا ہے، پھر اپنے
چہرہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیئے۔ہم ابھی
اسی حال میں تھے کہ [سیدنا] محمد ﷺ
تشریف لائے اور فرمایا: چچا جان! خیر تو
ہے؟عرض کیا: فاطمہ بنت اسد کو دردِزہ
کی شکایت ہے۔حضور ﷺ نے اُن
کے ہاتھ سے پکڑا اور [واپس] آئے تو
سیدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہمراہ تھیں۔
پس حضور ﷺ انہیں کعبہ معظمہ کی طرف

لے گئے اور کعبہ کے اندر بٹھا دیا، پھر
فرمایا: اللہ جل جلالہ کے نام کی برکت
سے بیٹھ جاؤ۔فرمایا: پس وہ اچانک اُس
تکلیف سے آزاد ہوگئیں اور انہوں نے
ایک مسرور اور صاف ستھرے بچے کو جنم
دیا،ایسے حسین چہرے والا نہیں دیکھا
گیا۔ پھر ابو طالب نے اُس کا نام علی
رکھا اور نبی کریم ﷺ نے اُسے اٹھایا حتیٰ
کہ فاطمہ بنت اسد کے گھر پہنچا دیا۔

امام علی بن حسین [زین العابدین] علیہ السلام
فرماتے ہیں: خدا کی قسم میں نے جو کچھ
سن رکھا ہے یہ واقعہ اس سب سے
خوبصورت ہے۔"

مناقب المغازلي کے محقق نے لکھا ہے کہ اس خبر کی سند میں زیدہ بنت قریبہ اور اُس کی والدہ کو ہم نہیں جانتے ۔اس سے وہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دوراوی غیر معروف ہیں۔اگر اُن کی یہ بات ٹھیک بھی ہو تب بھی یہ روایت مقبول ہے، کیونکہ جب غیر معروف راوی سے کوئی ثقہ اور معتبر شخص روایت لے لے تو وہ قابل قبول ہو جاتی ہے،اور سید الساجدین ،خیر التابعین سیدنا زین العابدین علیہ السلام سے بڑھ کر کون ثقہ اور معتبر ہوگا؟انہوں نے نہ صرف یہ کہ اِس روایت کو قبول کیا ہے بلکہ وہ اس پر خوش بھی ہوئے ہیں۔

"مولودِ کعبہ کون" کے مؤلف کی بے احتیاطی

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کی روایت معروف اور مشہور تھی ، شایداسی شہرت کے معنی میں امام حاکم رضی اللہ عنہ نے اسے

متواتر فرمایا ہے، اور اس کی نفی کو مصعب بن عبداللہ کا وہم قرار دیا ہے، جس پر ''مولودِ کعبہ کون'' کے مؤلف نے یوں تبصرہ فرمایا ہے:

''امام حاکم نے جن کی بات کو وہم قرار دیا ہے یہ حضرت ابوعبداللہ مصعب بن عبداللہ قرشی اسدی، ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، اور نسب کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے دیگر علما کے علاوہ سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ محدثین نے انہیں ثبت، ثقہ اور صدوق جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تو امام حاکم کا ایسے جلیل المرتبت امام کی ایسی بات کو جس کے دیگر محدثین بھی مؤید ہیں، بلا دلیل وہم قرار دینا بذات خود وہم اور بہت بڑا تسامح ہے''۔ (مولودِ کعبہ کون؟ ص 31)

اس اقتباس میں چند باتیں قابل اعتراض ہیں:

۱۔ پہلے خط کشیدہ مقام کو غور سے پڑھیے، اس سے کسی غیر نبی انسان کے بارے میں عصمت کے عقیدہ کا تأثر ملتا ہے، حالانکہ یہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ وہ ائمہ اہل بیت کو معصوم مانتے ہیں۔ اگر یہ تیسری یا چوتھی پشت میں صحابی کی اولاد ثابت ہوتے ہیں تو کیا ہوا؟ کیا امام عالی مقام علیہ السلام کے قاتلین کا سرغنہ یزید کی فوج کا سپہ سالار عمر بن سعد ایک عظیم صحابی سیدنا سعد بن مالک ابووقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا نہیں تھا؟

۲۔ مؤلف ''مولودِ کعبہ کون'' اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے مصعب بن عبداللہ کو جلیل المرتبت امام کہہ گیا، اور یہ اُس کا وہم ہے۔ کیونکہ مصعب بن عبداللہ ایسی بدعقیدگی میں مبتلا تھا جس سے انکار کی پاداش میں امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو کٹھن مصائب ومشکلات سے گذرنا پڑا، اور اس کی یہ بدعقیدگی قرآن کریم کو مخلوق ماننا تھا۔ چنانچہ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے حالات میں حضرت ابوبکر المروزی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

قلت له: قد كان وكيع وأبوبكر بن عياش يقولان: القرآن غير مخلوق

''میں نے اُس (مصعب بن عبداللہ) سے کہا: حضرت وکیع اور ابوبکر بن عیاش

فقال: أخطأ وكيع وأبوبكر. قلت له: فقد بلغنا عن مالك أنه قال غير مخلوق، قال: إنا لم نسمعه.

فرماتے ہیں: قرآن مخلوق نہیں ہے۔ کہنے لگا: وکیع اور ابوبکر نے خطا کی ہے۔ میں نے کہا: ہمارے پاس ثبوت ہے کہ امام مالک نے فرمایا: قرآن غیر مخلوق ہے۔ کہنے لگا: ہم نے نہیں سنا۔''

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ٦ ص ٣١٥، تهذيب التهذيب ج ٨ ص ١٩٣)

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الحسين بن فهم: كان مصعب يقف ويعيب من لا يقف.

''حسین بن فہم نے بیان کیا: مصعب قرآن کریم کو غیر مخلوق ماننے میں توقف کا قائل تھا اور جو توقف نہیں کرتا تھا وہ اُس پر اعتراض کرتا تھا۔''

(ميزان الإعتدال ج ٦ ص ٤٣٧)

جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا کہ اس نے امام وکیع اور امام ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہم کو اسی مسئلہ کی وجہ سے خطاوار ٹھہرادیا۔

افسوس صد افسوس کہ اپنی بات بنانا مقصود تھا تو ''مولودِ کعبہ کون'' کے مؤلف نے بدعقیدہ معتزلی شخص کو جلیل القدر امام بنادیا اور امام حاکم جو کہ امام اہل سنت ہے اسے شیعہ کے کھاتے میں ڈال دیا۔ العجب ثم العجب!

۳۔ ''مولودِ کعبہ کون'' کے مؤلف کی تیسری جرأت یہ ہے کہ جس بات کو پر امام ذھبی ایسے نقاد خاموش رہے اور مصعب سے وہم کی نسبت کی نفی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کے تواتر کی نفی نہ کرسکے اُسے یہ صاحب مسترد کرنے کی ناکام کوشش میں مشغول ہوگئے۔ ارے میاں! اتنا تو سوچنا چاہیئے کہ جس بات کو آپ کے تمام پیش کردہ مصنفین ضعیف سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکے اور نہ ہی جناب اسے موضوع وکذب ثابت کرسکے، اس کی تردید میں اس قدر کدوکاوش کی آخر کیا ضرورت ہے؟

دیکھیئے امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وله منقبة وهو أنه ولد في جوف الكعبة.

"اور اُن کی منقبت ہے، وہ یہ کہ وہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے"۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج۲ ص۳۰۴)

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس منقبت کی سند معضل ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے، اور مناقب میں ضعیف حدیث چلتی ہے۔ سو جس طرح یہ ضعیف ہے اسی طرح زیادہ سے زیادہ مولیٰ علی کے مولودِ کعبہ والی روایت بھی ضعیف ہے۔ پھر یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ والی روایت کے اثبات پر اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی روایت کی نفی پر زور لگایا جا رہا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا مولیٰ علی کو مولودِ کعبہ ماننا معبود ماننے کے مترادف ہے؟

آخری گذارش

آخر میں راقم اثیم عرض کرتا ہے کہ اتنی شدت اچھی نہیں ہوتی، جو بات اہل اسلام میں معروف اور مقبول ہو جائے اور اصولِ شریعت سے ٹکراتی نہ ہو تو اُس کی سند نہ بھی ہو پھر بھی قابل قبول ہوتی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

يحكم للحديث بالصحة إذا تلقاه الناس بالقبول وإن لم يكن له إسناد صحيح.

"جب لوگ کسی حدیث کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگایا جائے گا، اگرچہ اس کی کوئی صحیح سند نہ ہو۔"

(تدريب الراوي ج۱ ص۶۶)

قاضی ابو یعلیٰ حنبلی لکھتے ہیں:

حدثنا أبو بكر المروزي قال: سألت أحمد بن حنبل عن الأحاديث التي تردها الجهمية في الصفات والرؤية والاسراء وقصة العرش؟ فصححها وقال: قد تلقتها الأمة بالقبول.

(طبقات الحنابلة ج۱ ص۱۳۸)

"ہمیں حضرت ابوبکر المروزی نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سے اُن احادیث کے متعلق دریافت کیا جنہیں جہمیہ فرقہ جھٹلاتا ہے، جو کہ صفات، رویتِ الٰہی، معراج اور قصۂ عرش کے متعلق ہیں تو انہوں نے اس سب کو صحیح

قرار دیا اور فرمایا انہیں امت قبول کر چکی ہے۔"

اور یہ خدا کی قدرت ہے کہ امت نے جس قدر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے کو مانا ہے اتنا کسی دوسرے کو نہیں مانا۔

وضاحت

قارئین کرام! میری یہ معمولی سی کاوش اس لیے نہیں کہ میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے مولودِ کعبہ ہونے کی فضیلت کو ثابت کرنا چاہتا ہوں بلکہ میری یہ کوشش فقط اس لیے ہے کہ ایک ثابت و مقبول واقعہ کو جو جھٹلانے کی کوشش کی گئی ہے، اس کا سدباب ہو سکے اور قارئین کرام پر واضح ہو سکے کہ بعض مرتبہ کوئی تحریر بظاہر حوالہ جات سے مزین تو ہوتی ہے مگر اس کی حقیقت نقش ونگار والے غبارے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جبکہ اس سلسلے میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت فی الکعبہ سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ کعبہ کی عظمت بڑھی ہے۔

فائدہ:

یقین فرمائیے کہ جس طرح "مولودِ کعبہ کون" کے مؤلف نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے مولود فی الکعبہ ہونے پر حوالہ جات دیئے ہیں میں اس سے زیادہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مولودِ کعبہ ہونے پر پیش کر سکتا ہوں مگر مجھے اس محنت کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس پر موضوع پر حضرت قبلہ سید عظمت حسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی کی مدلل و مفصل کتاب موجود ہے۔ میں اس کتاب کے مصنف اور پبلشرز سے اپیل کرتا ہوں کہ اس کتاب کو نئے جامہ میں اور جدید پیراگرافی میں چھاپا جائے۔

تو فضائل کیا لکھے گا مرتضیٰ کے اے وزیر
احمد مرسل ہیں جب کہ مرتبہ دانِ علی

مولودِ کعبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مفتی محمد عارف گولڑوی میانوی ☆

آپ کی ولادت بروز جمعہ ماہِ رجب عام الفیل کے تیسویں سال ہوئی۔ قدیم زمانہ سے سلف صالحین کا خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ اسد اللہ الغالب خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت کعبۃ اللہ شریف کے اندر ہوئی جمہور اہلسنت و جماعت اس پر متفق ہیں جیسا کہ شیخ المحقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے۔

سیرت نگارانِ امت نے کہا ہے کہ آپ کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔

ویسوف الامۃ و گفتہ اند کہ بود ولادت وی درجوف کعبہ

(مدارج النبوت ج ۲)

اسی طرح امام شیخ عبدالرحمٰن صفوری الشافعی علیہ الرحمۃ نے "الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ" کے حوالے سے بڑی وضاحت سے لکھا ہے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر سے جوفِ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ فاطمہ بنت اسد کو شدت سے دردِ زہ شروع ہوا تو ابوطالب نے ان کو کعبہ کے اندر داخل کر دیا اس کے بعد ایک ہی درد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔ (نزہۃ المجالس رضی اللہ عنہ ج ۲)

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں امام حاکم کے حوالے سے تواتر سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے "تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفاء الراشدین" میں لکھا ہے:

☆ بمقام و ڈاکخانہ میانی ضلع سرگودھا 0346-6456293

ان تمام دلائل کے پیش نظر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت بیت اللہ شریف کے اندر ہوئی اور یہ بات شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق تواتر سے ثابت ہے یہ فضیلت خاص آپ کو ہی حاصل ہوئی یاد رہے! کہ عمرو بن حزم کی ولادت کعبہ کے اندر اتفاقاً ہوئی اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ کے اندر مشیت الٰہی کے تحت قصداً ہوئی ہے۔

کسے را میسر نہ ایں شد سعادت بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ

وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ اے پروردگار تو اس سے محبت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اور تو اس سے دشمنی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۱۰)

آج کعبہ میں عجب عالم رعنائی ہے
توحید کے گلشن میں بہار آئی ہے
لم یلد پر میرا ایمان ہے لیکن یارب
تیرے گھر سے کسی بچے کی صدا آئی ہے

مولودِ کعبہ

☆ عظمتِ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ...... مفکر اسلام حضرت پیر سیّد عبدالقادر جیلانی

☆ مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصافِ جمیلہ...... حیدر بہارِ باغِ خصالِ محمد است ...... سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی

☆ مولود کعبہ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چالیس حکمت آواز اور حکمت آمیز ارشادات...... مرزا مجاہد احمد

☆ مولائے مرتضےٰ مولودِ کعبہ...... صاحبزادہ سیّد صبغت اللہ شاہ بخاری

امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب

عظمتِ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مفکر اسلام پیر سیّد عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی

اکثر روایات کے مطابق ماہ رمضان شریف کی (۲۱) اکیسویں تاریخ جناب مولیٰ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم' کا یومِ شہادت تسلیم کیا جاتا ہے اگرچہ ۱۷ رمضان سے لے کر ۲۱ رمضان تک کی روایات بھی ملتی ہیں۔ ان کی تطبیق یوں ہے کہ آپ سمجھیں کہ ۱۷ رمضان کو علالت بڑھ گئی، جس آدمی نے دیکھا کہ آخری لمحوں میں ہیں، اس نے اُسی تاریخ کو یومِ وصال تسلیم کرلیا اور وصال کے بعد پھر بھی کچھ دیر رہے اور ان کو قبر میں لے جانے تک کچھ وقت لگا۔ آپ کے دفن کیے جانے کی جو تاریخ ہے وہ اکیس (۲۱) بنتی ہے، اس وجہ سے مختلف اہلِ علم میں اختلاف چلا آرہا ہے۔

قرآن اور اہل بیتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

تاجدار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے روانگی کے وقت فرماتے ہیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ مسلم شریف کے متن کے اندر حدیث موجود ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے ہو کہ حدیث کمزور ہے، یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہو کہ راوی کمزور ہے۔ نہ حدیث کمزور ہے نہ راوی کمزور ہے نہ کتاب کمزور ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال واھل

سرکار نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''میں تم میں دو بلند پایہ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو تھام لو، اور

بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی، اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی

(مسلم شریف، جلد دوئم ص ۲۷۹)

اس سے تمسک رکھو۔ پھر آپ نے کتاب اللہ پر ابھارا اور اس کی ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا اور دوسری میری اہلِ بیت۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔

دو اونچی شان والی چیزیں میں تمہارے ذمے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ثقلین لفظ ثقل سے مشتق ہے، ثقل کے معنی ہوتے ہیں بوجھ۔ یعنی بڑی شان والی ہونے کے بھی ایک معنی ہیں لیکن بظاہر تو قرآن مجید بھی تمہیں ایک بوجھ ہی نظر آئے گا کہ جب ہر حرام کام سے تمہیں روکے گا۔ تمہارا نفس آوارگی چاہے گا لیکن قرآن پاک اسے Bound کرے گا۔ وہ کہے گا یار یہ تو مشکل ہی میں نے اپنی زندگی میں اختیار کر لی ہے۔ یہ تو میں نے عشق کی داغ بیل ڈال کے اپنے لئے دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔

نہ لو نام محبت گر خیالِ زندگانی ہے ۔۔۔ محبت جس کو کہتے ہیں وہ مرنے کی نشانی ہے

اور دوسری اہل بیت رسول ﷺ یہ بڑی شان والی چیز ہے، یہ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ بظاہر یہ بھی دیکھنے میں ایک مشکل ہی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ آج کل ایک عقیدہ بن چکا ہے کہ ماں باپ بھی ایک بوجھ ہیں۔ لیکن یہ بات جاننا چاہئے جب ماں کے ہاتھ اٹھتے ہیں تو رب رد نہیں کرتا۔ باپ کے ہاتھ اٹھیں تو رب کبھی رد نہ کرے۔ اگرچہ بیٹا ولی اور باپ گنہ گار ہو مگر ولی بیٹے کی ڈیوٹی ہے کہ باپ کے پاؤں چومے، ماں کے پاؤں چومے۔

بزرگوں کے پاؤں کو بوسہ دینا

امام بخاری نے "الادب المفرد" باب تقبیل الرجل صفحہ ۲۶۵ پر جناب حیدر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب سامنے آتے تو باپ کا بھائی ہونے کے ناطے ان کے پاؤں چومتے۔ واضح رہے کہ دنیا میں کوئی ایک مسلمان ایسا نہیں گزرا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے وہ افضل تھے۔ تو پاؤں کھڑے کھڑے تو نہیں چوما جاسکتا جب تک گھٹنے نہ ٹیکے تو پاؤں نہیں چومے جاسکتے۔ امام بخاری نے سنی کا عقیدہ واضح کر دیا کہ کسی بزرگ کے پاؤں چومنا ثابت ہے۔

علم علی رضی اللہ عنہ

بخاری شریف ص ۶۴۸ جلد دوئم پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اقضانا علی — اسلام کے تمام تر فیصلوں میں زیادہ دسترس اور زیادہ علم جس شخص کا ہے وہ علی المرتضیٰ ہے۔(۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلقات کتنے خوشگوار تھے۔ اور دوسرے مقام پر حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت موجود ہے۔

اعلمنا علی — امت مسلمہ میں سب سے بڑا دانشور حضرت علی المرتضیٰ ہے۔(۲)

وہ کیا کرتے ہیں؟ وہ اپنے چچا کے پاؤں چومتے ہیں۔

جب میں نے دونوں (قرآن اور اہلِ بیت) کو جوڑ کے دیکھا، تو میں حیرت سے رہ گیا کہ قصہ کیا ہے؟ جب گولی ہاتھ سے ماری جائے تو نتیجہ نہیں لاتی لیکن اگر بیرل میں ڈال کر ڈز کی جائے تو نتیجہ لاتی ہے۔ سرکار ﷺ نے یہ بتایا کہ قرآن مجید کے پڑھنے والے بے شمار ہو جائیں گے لیکن ہدایت اسے ملے گی جو اہل بیت کے

وسیلے سے قرآن پڑھے گا۔ کیونکہ:

یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا — اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

اس سے لوگوں کو ہدایت بھی ملے گی گمراہی بھی۔ لیکن کس طریقہ سے یہ سمجھو گے کہ یہ ہدایت کے واسطے ہے؟ اور قرآن مجید پڑھنے سے مجھے ہدایت مل رہی ہے؟ ہدایت کہاں ہے اور کس کے وسیلے سے ملتی ہے؟ اس کا ثبوت امام ابوحنیفہ ؓ کے طرزِ عمل سے ملتا ہے۔

محبت اہل بیت ؑ اور امام ابوحنیفہ ؓ

حضرت امام ابوحنیفہ ؓ کو مختلف وقتوں میں کہا گیا کہ آپ کو قاضی القضاۃ Cheif Justice کی Post پیش کرتے ہیں۔ یہاں پر آپ کو یہ بات یاد رہنی چاہیئے کہ عالم اسلام میں چیف جسٹس حضور ﷺ کے زمانے میں کوئی نہیں تھا۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں کوئی نہیں تھا۔ خلفائے راشدہ کا سلسلہ جب اختتام پذیر ہوتا ہے اس وقت تک کوئی آدمی چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) نہیں تھا۔ سب سے پہلی مرتبہ جو قاضی القضاۃ کی پوسٹ بنائی گئی وہ امام ابوحنیفہ ؓ کے لیے بنائی گئی تھی۔ جب ان سے Cheif Justice (قاضی القضاۃ) کا عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی پاک ﷺ کی اولاد کے دشمنوں کے لئے جو قلمدان استعمال ہو رہا ہے اور جن کے قلم اولادِ رسول کے خلاف چل رہے ہیں میں ان کے اقتدار میں شریک نہیں ہونا چاہتا، میں پہلے دیکھوں گا کہ کوئی اولادِ رسول کا کتنا وفادار ہے، اس کے بعد میں اس کی متابعت کروں گا۔

اسی طرح امام شافعی ؓ کو کہا گیا کہ آپ نے کہا ہے کہ میں کبھی دشمنانِ اہلِ بیت کے ساتھ ہم نوائی نہیں کرسکتا۔ ان کو عدالت میں کھڑا کیا گیا کہ تم شیعہ ہو۔ آپ نے عدالت میں کھڑے ہو کر فرمایا۔

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض

"اگر محبت اہل بیت کی وجہ سے کوئی آدمی رافضی ہوتا ہے تو دونوں جہان گواہ رہو کہ شافعی رافضی ہے۔" (۳)

محبت اہل بیت اگر کسی کو رافضی بناتی تو پھر صدیق اکبر ؓ کیوں نہ رافضی بنے۔

حضرت صدیق اکبر ؓ اور محبت اہل بیت ؑ

حضرت صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں: اُرقبوا محمد فی اھل بیتہ (بخاری شریف ص ۵۲۶ جلد اوّل)۔ حضرت صدیق اکبر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اہل بیت کے ساتھ سلوک کرتے وقت سرکار ؑ کا لحاظ رکھ کے کیا کرو یعنی سرکار ؑ کو بیچ میں رکھ کر سلوک کیا کرو۔ جو سمجھتے ہو کہ یہ سلوک رسولِ اکرم ﷺ کو گراں گزرے گا وہ سلوک اہلِ بیت رسول سے نہ کرو۔ اگر محبتِ اہلِ بیت کی وجہ سے کوئی شخص رافضی ہوتا تو صدیق اکبر ہو جاتے۔

حضرت فاروق اعظم ؓ اور محبت اہل بیت ؑ

واضح رہے کہ فلاحی مملکت Walfare State کے موجد حضرت فاروقِ اعظم ؓ ہیں۔ دنیا میں پہلی مرتبہ Pension System اور Social Security System بھی انہوں نے شروع کیا تھا۔ اس دور کا پورا ریکارڈ موجود ہے کہ کس کو ماہانہ کھجوریں کتنی ملتی تھیں۔ زیتون کا تیل کتنا ملتا تھا، جو کتنے ملتے تھے۔ گھی کتنا ملتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ جو بے روزگار تھے ان کو ماہنامہ وظیفہ باقاعدہ ملتا تھا حتیٰ کہ کفار کے لئے بھی سوشل سیکورٹی کا تحفظ حضرت فاروقِ اعظم ؓ نے مہیا کیا۔

ابوعبیدہ نے "کتاب الاموال" میں ایک روایت نقل کی ہے:۔

جس وقت بدریوں والا وظیفہ حضرت امام حسن اور امام حسین ؓ کو دیا گیا حالانکہ بدر والی تاریخ حضرت حیدر کرار ؓ کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ تو حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگرچہ میں بدر کی جنگ میں قانونی طور پر شریک نہیں ہوا لیکن عملاً میں شریک ہوا ہوں۔ میں موقع پر موجود تھا سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شامل ہونے کی اجازت نہیں دی تو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والدین کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، ان کو بدریوں والی پنشن (وظیفہ) دیتے ہیں تو مجھے کیوں نہیں دیتے۔ یہ سن کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے۔ انہوں نے کہا: ''بیٹے میں تمہیں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرح بدریوں والا وظیفہ نہیں دے سکتا۔ تم چاہتے ہو کہ ان کے برابر کا سلوک تمہارے ساتھ کروں اگر ان کے برابر کا سلوک چاہتے ہو تو ان کے نانے جیسا نانا لاؤ۔ اُن کا نانا سید الانبیاء ہے۔ ان کی ماں جیسی ماں لاؤ، اُن کی والدہ سیدۃ النساء ہے۔ ان جیسی نانی لاؤ۔ اُن کی نانی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہے۔ اگر ان جیسا وظیفہ چاہتے ہو تو ان جیسا چچا لاؤ۔ ان کا چچا جعفر طیار ہے۔ تو جب کوئی بھی چیز تمہاری ان کے برابر کی نہیں ہے تو وظیفہ ان کے برابر کا کیوں مانگتے ہو۔''

اگر محبت اہلِ بیت کی وجہ سے کوئی رافضی ہو جاتا تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہو جاتے تو اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جتنے چاہنے والے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اہلِ بیت اور قرآن کو اکٹھا رکھ کے سلوک کرنا پڑے گا اور جب کوئی سند لانا ہوگی تو سند میں اولیت اہل بیت کو ہوگی اس لئے کہ اعلم بالقرآن اور اعلم بالحدیث اہلِ بیت سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔

عبدالصمد الصارم نے تاریخ تفسیر و تاریخ حدیث دونوں کے اندر اس بات کو مانا ہے کہ پوری امت مسلمہ میں قرآن اور حدیث کو سب سے بہتر جاننے والے اہلِ بیت تھے۔ اب وہ کیوں نہ جاننے والے ہوتے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دونوں اونچی شان والی چیزیں تم میں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔

حدیث کے الفاظ میں (فیہ الھدی والنور) اس قرآن میں ہدایت بھی ہے اور نور بھی ہے (کتاب اللہ و ارغب فیہ) نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب اللہ کے بارے

میں ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا (اذکر کم اللہ فی اھل بیتی) تین مرتبہ فرمایا میں اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور دوسرے مقام پر اس حدیث کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرما دی، فرمایا:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احب اللہ لما یغذوکم بہ من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی
(الصواعق المحرقہ ص ۱۸۷، ترمذی جلد دوئم باب مناقب اہل بیت)

''تم اللہ سے پیار کرو کیونکہ وہ تمہیں پالتا ہے اور تم مجھ سے پیار کرو اس لئے کہ میں اس کا حبیب ہوں اور میری اہلِ بیت سے پیار کرو میری محبت کی وجہ سے۔''

اس طرح یہ سلسلہ اوپر سے نیچے تک آتا ہے۔ اب ان دونوں کو اکٹھا کر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ امر واضح کیا کہ میرے صحابہ کی بڑی سے بڑی شانیں ہیں، بڑے سے بڑے کارنامے ہیں، بڑی سے بڑی کرامات ہیں، بڑی سے بڑی فضیلتیں اور کمالات ہیں، مگر یہ ایک صدی تک جا کر ختم ہو جائیں گے۔

قرآن اور اہلِ بیت علیہم السلام

کتب حدیث کے اندر یہ حدیث موجود ہے کہ اس وقت جتنے مسلمان کل روئے زمین پر موجود ہیں یہ ایک صدی میں ختم ہو جائیں گے، مگر اہلِ بیت ختم نہیں ہوں گے۔'' نیز فرمایا۔

المھدی منا اھلِ البیت
(صواعق المحرقہ ص ۲۳۷)

''قیامت کے قریب جو امام مہدی ہوگا وہ بھی میری اہلِ بیت میں سے ہوگا۔''

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دور میں اہلِ بیت رسول قرآن کا سہارا بنیں گے اور قرآن مجید ان کی رہنمائی کرے گا۔ قرآن مجید کی تعلیمات ان کی طرف جب لوٹ کر جائیں گی تو صحت مند طریقے سے قوم کی طرف آئیں گی۔ آج تک جتنے

جھوٹے فرقے پیدا ہوئے ہیں، اگر قرآن Care of اہل بیت ان کے پاس آتا تو پھر کبھی یہ گمراہ نہ ہوتے چونکہ انہوں نے اہلِ بیت کو نکال کر قرآن پڑھنا شروع کیا لہٰذا گمراہی کا شکار ہوگئے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا۔

مولودِ کعبہ

اس امت کا پہلا ممبر جس کا نام حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ ہے۔ جب آپ کی ولادت کا وقت آیا آپ کی والدہ ماجدہ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہی ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کعبے کا طواف کرنے کا وہ کون سا وقت ہے؟ ہمارے ہاں جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو کیا عورتیں اس وقت طواف کے لئے گئی ہوتی ہیں؟ کہا نہیں، دراصل اس میں ایک Custom کا دخل تھا۔ عرب لوگ اسلام سے قبل بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خاتمہ اچھا ہو جائے تو سبھی کچھ اچھا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

انما الاعمال بالخواتیم "عمل کا دارومدار خاتموں پر ہوتا ہے۔"

مسلمانو! خاتموں کے بارے میں Vigilent رہو۔ متوجہ رہو۔ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے۔ تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بچے کی ولادت کے وقت یہ ہوسکتا ہے کہ موت کا وقت بن جائے تو بہتر یہ ہوگا کہ کعبۃ اللہ کا طواف کرلیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف ہمارے نامۂ اعمال میں آخری عمل ہو اگر موت واقع ہو جائے تو ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔

اس عقیدے کے تحت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی والدہ جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے لگیں لیکن جس وقت رکنِ یمانی کے پاس پہنچیں تو آپ کو تکلیف شروع ہوگئی۔ عرض کرتی ہیں: "اے پروردگار عالم! تیرے گھر میں آئی ہوں، اب پتہ نہیں کیا بنے گا اب وہ انہی سوچوں میں پڑی ہوئی ہیں تو کعبۃ اللہ کی دیوار پھٹ گئی۔ ان کو اوٹ چاہئے تھی۔ اے کعبے تو سوچ کے بتلا کہ کیوں پھٹا؟ کعبے کی دیوار زبانِ حال سے کہتی ہے ارے دیوانے یہ نہیں سمجھتا کہ

ان کے پیٹ میں علی ہے۔ میں کہتا ہوں، اے کعبے! دورِ حاضر میں تو یہ عقیدہ بن گیا ہے لوگوں کا کہ نبی کو یہ پتہ نہیں کہ پیٹ میں نر ہے کہ مادہ ہے۔ تو ایک دیوار ہے تجھے کس طرح پتا ہے؟ کہا میں دیوار ہی سہی لیکن سیّد الابرار ﷺ نے مجھے چھوا تھا اس لئے میں جانتی ہوں کہ پیٹ میں کون ہے؟ اب اگر اہلِ بیت کی کوئی عزت کرے تو گھبراتے کیوں ہو۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ تو وہ ہیں کہ کعبہ جن کو سلام کرتا ہے کعبہ جن کی بارگاہ میں جھکتا ہے۔ کعبۃ اللہ کی دیوار پھٹی کیوں؟ جناب یہ بات ثابت ہوئی کہ نہ ہوئی کہ کعبہ کی دیوار کو پتہ چل گیا کہ پیٹ میں کون ہے؟ اگر دیواروں کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ لگنے کی وجہ سے پتہ چل جائے کہ پیٹ میں کیا ہے تو ہاتھ لگانے والی شخصیت کے بارے میں ذرا غور کرکے بتلاؤ۔ اب کعبۃ اللہ کی دیوار پھٹی، جناب سیدہ اندر داخل ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا۔(۴)

اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ایک کتاب ایسی نہیں ملے گی جو یہ کہے کہ اس وقت کعبۃ اللہ کی مٹی اکھاڑ کے باہر پھینکی گئی کیونکہ ناپاک ہوگئی ہوگی۔ بچے کی ولادت کے وقت جو نجاست برآمد ہوتی ہے، یہ واضح بات ہے کہ اس سے جگہ ناپاک ہوسکتی ہے اگر کپڑا ہو تو وہ ناپاک ہوسکتا ہے، کوئی اس گندگی کو برآمد ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اب جب بچہ پیدا ہوا تو کعبۃ اللہ کی مٹی کو اندر سے نہ اکھاڑنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پاک بازوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔ کعبۃ اللہ کے Compound کو کعبۃ اللہ کے در و دیوار کو گواہ بناتے ہیں کہ ان کا جدِ اعلیٰ کعبۃ اللہ کے اندر پیدا ہو کے جس نے کعبہ کو ناپاک نہیں کیا، وہ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ کتب صحاح کی حدیث ہے۔

یا علی لایحل لاحد ان یجنب ھذا المسجد غیری وغیرک

"اس میری مسجد سے کوئی آدمی حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا سوائے میرے اور علی کے۔"

(ترمذی جلد دوئم باب مناقب مولا علی رضی اللہ عنہ)

یا رسول اللہ ﷺ آپ تو ہماری بحث سے بالاتر ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتلایئے کہ علی حالتِ جنابت میں کیوں گذر سکتا ہے؟ کہا اس بات کو سمجھ

پیدائش کے وقت کعبے کو گندہ نہ کرے وہ جنابت کی حالت میں مسجد کو گندہ نہیں کرتا۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

الناس من شجر شتی وانا وعلی من شجرة واحدة

"تمام انسانیت مختلف اصلوں سے ہے اور میں اور علی ایک اصل سے ہیں۔"

(الصواعق المحرقه ص ۱۲۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱)

اس لئے حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرکار ﷺ کی جو وحدت بنتی ہے وہ کتنی خوبصورت ہے۔ فرمایا میں اور علی گزریں، یہ تم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ میں وہ ہوں کہ جس کی ٹھوکر زمین کو لگی تو تمام روئے زمین مسجد بن گئی۔ جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً

(بخاری شریف، ص ۴۸، جلد ۱)

اور علی وہ ہے جو کعبے کے اندر پیدا ہوا اور کعبے کو گندہ نہیں کیا اس لئے میری وجہ سے بھی تطہیر ہی تطہیر ہے اور علی کی وجہ سے بھی تطہیر ہی تطہیر ہے۔

حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی
لحمك لحمی جسمك جسمی کچھ فرق نہیں مابین پیا

کہا مولا کریم! تو نے میری محبت کا اعلان کیا ہوا ہے:

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله

"اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

(آیت ۳۱ سورۃ آل عمران)

اپنے چاہنے والے کو رب کریم نے حکم دیا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کر کے دکھلاؤ۔

سرکار نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں اب جو میرا چاہنے والا ہے میں اس کے

متعلق کہتا ہوں۔

من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

"جس کا میں مولا اس کا علی مولا، مولا کریم تو بھی اس سے پیار کر جو علی کے ساتھ پیار کرے اور اس سے تو بھی عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔"

کیوں کہ میری اور علی کی محبت جدا نہیں ہے۔ (۵)

نیز فرمایا:

من احب علیاً فقد احبنی ومن ابغض علیاً فقد ابغضنی

"جو علی سے پیار کرتا ہے وہ میرے محبت کی وجہ سے پیار کرتا ہے اور جو علی سے بغض رکھے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔"

(خصائص علی بن ابی طالب صفحہ ۲۶۔ ۲۷، امام نسائی المتوفی ۳۰۳ھ)

جب حکم ہوا:

وانذر عشیرتك الاقربین ...... الآیة

"آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔"

(آیت ۲۱۴ سورۃ الشعراء)

تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوم بنو ہاشم منایا۔ دعوت دے کر سب کو اکٹھا کیا، کھانا کھلایا، اس دعوت میں بڑے بڑے نامور، بڑے بڑے سورے آدمی تھے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پتہ ہے میں نے یہ کھانا کیوں کھلایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ سخی لوگوں کی اولاد میں ہیں۔ تم ہاشم کی اولاد میں سے ہو۔ سخی ہو سخیوں کے بیٹے ہو اس لئے دعوت دی ہے۔ (۶)

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ بات بھی ٹھیک ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ رب نے مجھے فرمایا ہے کہ تو ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ تم سارے ہاشمی ہو، دلیر ہو جواں مرد ہو، میدانوں کے دھنی ہو۔ (۷)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات کہی کہ رب نے مجھے حکم کیا ہے کہ ان سب کو ڈراؤ۔ خدا نے مجھے اپنا رسول بنایا ہے۔ دعوت کتنے خوبصورت طریقے سے پیش کی۔ فرمایا کون ہے جو مجھے اپنا بھائی بنالے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس دعوے کی بنیاد پر کون ہے جو مجھے اپنا بھائی بنا لے۔ اس وقت ہاشمیوں نے کہا تمہیں خدا اپنا رسول بنائے اور ہم اتنے سینئر آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے والد کے چچیرے ہیں۔ کوئی خلیرے، کوئی ملیرے۔ یہ سب اسی طرح بیٹھے رہیں اور آپ رسول بن جائیں۔ اپنا یہ دعویٰ واپس لیں ورنہ ہماری تلواریں ہوں گی اور آپ کی گردن ہوگی، بچ نہیں سکیں گے اس لئے اس بات کو واپس لیں۔"

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اس کو واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ یہ میرے رب کا حکم ہے، اس کو میں واپس نہیں کرسکتا۔ کہنے لگے اگر اسے واپس نہیں کر سکتے تو پھر یاد رکھو کہ گردن کو تیار رکھو، تیری شہ رگ کا لہو اس مکہ کی گلیوں میں بہے گا دنیا دیکھے گی۔

اس وقت پچھلی صفوں سے ایک ۱۲ سال کا نوجوان اٹھا، پھاندتا ہوا آگے آگیا اور کڑک کر بولا کہ کس نے تلوار کا نام لیا ہے۔

انا اخوک یا رسول اللہ "اے رسول اللہ ﷺ میں بیانگِ دہل کہتا ہوں کہ میں آپ کا بھائی ہوں۔"

(ریاض النضرۃ جلد الثالث صفحہ ۱۲۵ طبری المتوفی ۶۹۴ھ)

کتنا مشکل وقت ہے اور ۱۲ برس کا نوجوان جوش شجاعت سے پھڑک رہا ہے۔ کہا اب مہربانی کرو جس آدمی نے تلوار کا نام لیا تھا صفوں سے باہر آکر بات کرے۔ باہر نکل کر بازو اونچا کر کے بات کرے کہ میں نے تلوار کا نام لیا تھا تو پھر میں تمہیں جانوں۔

اب جتنے بھی حاضرین تھے سارے کے سارے سکتے میں رہ گئے۔ کم عمر بچہ ہے، اس کو جانتا کوئی نہیں۔ دبی آواز سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں یار یہ کون

ہیں؟ اس کی آواز میں بجلی کا کڑکا ہے اس کے بازوؤں میں بڑی جرأت نظر آتی ہے لگتا ہے جو اس کے سامنے گیا وہ گیا۔ بتاؤ تو سہی یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ نہ پوچھا یہ کون ہے؟ یہ

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علیؑ علیؑ — اہلِ وفا کے دل کا سہارا علیؑ علیؑ

آج علی کے نعرے پر جھگڑا ہے۔ اکھاڑے علی کاٹے اور نعرے تمہارے کس طرح لگائے جائیں؟ پورے ہاشمیوں کی صفیں الٹ کے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہیں۔ ابھی ان کے منہ میں اس کھانے کا ذائقہ موجود ہے وہ لوگ کھانا کھانے کے فوراً بعد سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔

لیکن پورے ہاشمیوں کے سیلاب کو راستے میں جس نے روکا وہ کون ہے؟ وہ

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علیؑ علیؑ — اہلِ وفا کے دل کا سہارا علیؑ علیؑ

خرچہ کرے علی رضی اللہ عنہ اور نعرے تمہارے؟ زیادہ سے زیادہ جو بہادری کی ہے وہ اندرا گاندھی کی پوریاں کچوریاں کھائی ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارا کارنامہ ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ میلاد کا حلوہ حرام ہے اور ہندو کی پوری کچوری جو کنہیا کے جنم کے موقع پر پکاتے ہیں وہ درست ہے۔(۸) اب نعرے تمہارے کس طرح لگیں؟ نعرے اس کے لگیں گے جو تلوار کی دھار پر کہہ رہا ہے۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جانبازاں — بصد سامان رسوائی سرِ بازار می رقصم

آج اے محبوب کبریا ﷺ! اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔ انا اخوک یا رسول اللہ۔ جس جگہ کوئی بھائی بن کے اپنی منزل پر نہیں پہنچا، علی کو آواز دیں گے گولی بعد میں جائے گی علی پہلے جائے گا۔

علی امام من است ومنم غلام علیؑ — ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

غیر مسلم اور شانِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پوٹھوہار کے لوگ جانتے ہوں کہ دولتالہ کا ایک سکھ تھا وہ پتھر اٹھایا کرتا تھا۔

لیکن پتھر اٹھاتے وقت علیؓ کا نام لیتا تھا۔ اس سے پتہ چلا علیؓ کا نعرہ جس سے تو اب بھاگا پھرتا ہے ساری کائنات کا نعرہ ہے۔

ذکر دائمی یعنی آنسوؤں کی آمدورفت کے ساتھ جو ذکر ہے یہ صوفیاء کی تحقیق ہے تو کہتے ہیں کہ جس وقت بدر کے میدان میں علیؓ کی تلوار چل رہی تھی ساتھ ساتھ ذکرِ دائمی بھی چل رہا تھا۔ اس منظر کو بیان کرتے ہوئے دلورام کوثری کہتا ہے:

تسبیح بھی ہے ہاتھ میں اور ذوالفقار بھی

یوم مؤاخات اور شانِ مولیٰ علی مدینے میں

مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچپن میں بھائی کہہ بیٹھے بن کے دکھایا۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں آ کے یوم مؤاخات منایا۔ مؤاخات کہتے ہیں ایک دوسرے کا بھائی بنانا۔

آج ایک دوسرے سے ایک قسم کی نفرت پیدا ہوگئی کہ یہ چوہدری صاحب ہے یہ راجہ صاحب ہیں۔ یہ شاہ صاحب ہیں۔ یہ سرحدی ہے۔ یہ پنجابی ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ کفر کے تراشے ہوئے بت ہیں۔

مدینے والے کا کلمہ پڑھنے والو! تم سارے آپس میں بھائی ہو۔ ایک صف میں کھڑے ہو کے دکھلاؤ یہ چٹیں اتار دو۔

یہ ہندی وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی ۔۔۔ تو اے شرمندہ ساحل، اچھل کر بے کراں ہو جا

ایک صف میں کھڑے ہو کے دکھلاؤ، مدینے والے کا فیشن اپناؤ اور وہی صورتیں بنا کر دکھلاؤ، مدینے والے کی ادائیں اپناؤ، مدینے والے کے طریقوں پر عمل کرو تا کہ یہ پتا چلے کہ مدینے والے کے چاہنے والے اور پیروکار ہو۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان محبت و اخوت پیدا کرنے کے لئے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکار نبی پاک ﷺ نے دیکھا، ایک کونے میں

انتظار کر رہے ہیں کہ پتا نہیں مجھے کس کا بھائی بنائیں گے؟ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے بڑھ کر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا کے فرمایا:

یا علی انت اخی فی الدنیا و الاخرۃ

”اے علی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تم میرے بھائی ہو۔“

(ترمذی جلد دوئم باب مناقب علی بن ابی طالب، کتاب مناقب الخلفاء راشدین ص ۱۰۶)

یعنی بھائی ہونے کا دعویٰ تو دنیا میں بھی کر سکتا ہے اور قیامت میں بھی۔ اب جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے گلے لگ کر محبت کے آنسو گرا کے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ اب کیوں نہ کوئی کہے۔

علی امام من است و منم غلام علی ۔۔۔ ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علی

اب ہم آیت مباہلہ پر گفتگو کرتے ہیں:

هل تعالو ندع ابنآء نا وابنآء كم ونسآء نا ونسآء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذبين

(آیت ۶۱ سورۃ آل عمران)

”اے محبوب فرما دو: آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں۔“

قرآن مجید کا فرمان ہے: اے میرے محبوب! ان کو کہو:

تعالوا

”آؤ“

ندع ابنآء نا وابناء كم

”ہم بھی اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔“

ونساء نا ونساء كم

”تم اپنی مستورات کو بلاؤ ہم اپنی مستورات کو بلاتے ہیں۔“

وانفسنا وانفسکم — "اور اپنی جانوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلاتے ہیں۔"

ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین — "پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر لعنت کرتے ہیں۔"

جس وقت بلایا کس کس کو بلایا۔ ابناء نا وابناء کم کی تفسیر میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا۔(۹)

قرآن کی نص سے ثابت ہوگیا کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ ونساء نا ونساء کم خواتین کی فہرست میں جناب خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بلایا، حالانکہ ان دنوں حضور پاک ﷺ کی ۹ بیویاں تھیں، کسی بیوی کو نہیں بلایا گیا بلکہ خاتونِ جنت کو بلایا۔ وانفسنا وانفسکم اور ان دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زندہ تھے، مختلف اقرباء زندہ تھے، علی کے بھائی بھی زندہ تھے اور ان کو بھی نہیں بلایا۔

وانفسنا وانفسکم — "اپنی جانوں کو تم بھی بلاؤ ہم بھی بلائیں۔"

جب جانوں کو بلانے کا وقت آیا تو فرمایا "علی تم بھی آؤ اور میں بھی۔"

اس پر دلورام کوثری کہتا ہے۔

دامادِ نبی بھی ہے اور نفس نبی بھی — یہ مسئلہ ہے سہل بھی اور پیچ دار بھی

وہی داماد ہو اور وہی نفس ہو، یہ مسئلہ ہے سہل بھی اور پیچ دار بھی۔ اب یہ بات کھل گئی کہ سرکار جس کے نفس کو کہیں یہ میرا نفس ہے تو یہ کہنا صحیح ہوا کہ

حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی — لحمک لحمی جسمک جسمی، کچھ فرق نہیں مابین پیا

کسی نے کہا حدیث کمزور ہے، لیکن آیت تو کمزور نہیں ہے اور یہ تم کو کس نے بتلایا کہ حدیث کمزور ہو کر حدیث نہیں رہتی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں ایک بحث لکھی ہے کہتے ہیں کہ

حدیث ضعیف ہو کر حدیث ہے، ہر جگہ حدیث ضعیف کمزور نہیں مانی جاتی۔ وہ چند مسائل ہیں جن کے اندر حدیث ضعیف معتبر نہیں ہے۔ توحید باری تعالیٰ ہے، حدود ہیں، سزاؤں کے فیصلے ان میں کمزور حدیث قابل عمل نہیں ہے لیکن ذکر اذکار میں، فضائل عبادات میں، فضائل شخصیہ میں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح کمزور ہوتی ہیں وہ قابل احتجاج نہیں ہوتیں۔ لیکن حدیث کو رہنے دو۔ انفسنا انفسکم۔ اپنی جانوں کو بلائیں تو جان کہتے وقت کس کو بلایا؟ علی کو بلایا۔ تو علی نفس مصطفےٰ ﷺ ہوئے۔

حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی — لحمک لحمی جسمک جسمی، کچھ فرق نہیں مابین پیا

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے۔ حضرت سید دو عالم ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھائی بنانے کا اعلان کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو امید تھی کہ آپ مجھے اپنا بھائی بنائیں گے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ یوم بنو ہاشم یاد کرو جب پوری دنیا میرے قتل کے لئے تیار ہوئی تھی۔ اس وقت کوئی میرا بھائی نہیں بنا۔ علی ہی ایک تھا جو بھائی بنا۔ دکھ کے وقت علی بھائی بنے سکھ کے وقت میں تمہیں بھائی بناؤں۔ پتا چلا کہ وفا بھی ایک چیز ہے۔ اس بات کا پاس کرنا کہ آدمی نے کس وقت کیا، کیا تھا اور انسانیت کے اصولوں کو زندہ رکھنا۔

جنگ بدر اور شجاعت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

بدر کی جنگ چھڑ رہی ہے اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی تلوار چل رہی ہے، ساتھ ساتھ ذکر الٰہی بھی جاری ہے۔

تسبیح بھی ہے ہاتھ میں اور ذوالفقار بھی

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتلانا ہے کہ جس طرح نبوت کے ادارے کے انچارج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اسی طرح ولایت کے ادارے کا انچارج میں ہوں۔ اب مجھے واضح کرنا ہے کہ ولایت کی ڈیوٹی کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتلانا تھا کہ قرآن میرے سینے میں ہے ذکر الٰہی میری زبان پر ہے، اور مدینے والے کو میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ اب قربانی کا صحیح وقت ہے۔

اب نبی پاک ﷺ کے صحابہ لڑنے جا رہے ہیں۔ سرکار ﷺ کو عریشِ بدر میں بٹھایا۔ (جنگ بدر میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک چھپری بنائی گئی تھی، جسے عریشِ بدر کہا جاتا ہے) مطلب یہ نکلا کہ اے محبوب کبریا ﷺ ہمیں اپنے بارے میں موت قبول ہے لیکن آپ کے لئے دھوپ بھی قبول نہیں۔ اے صحابی کو برا سمجھنے والے تیری بدنصیبی ہے تو اپنی قیامت اور دنیا دونوں خراب کر رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابی کو عزت کی نگاہ سے دیکھو اس کو انتہا درجے کا غیور انسان مان، سرکار ﷺ کا وفادار مان۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس سے چند میل دور پر ادھر دوسری طرف لڑے تھے۔ انہوں نے کہا۔

فذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قعدون "تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔"
(آیت ۲۴ سورۃ المائدہ)

ادھر سرکار ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا انہوں نے کہا ہم قوم موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو کہیں کہ تم جاؤ تمہارا خدا جائے جا کے لڑو ہم تماشا دیکھیں گے۔ ہم یہ کہتے ہیں آپ بھی تماشا دیکھیں آپ کا اللہ تعالیٰ بھی تماشا دیکھے لڑنے کا کام ہم کر کے دکھلائیں گے کہ دنیا دیکھے گی۔

نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام کو برا بھلا کہہ کر سمجھتے ہو کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ نہیں نہیں، صحابہ جیسا ہونا ضروری ہوگا۔ صحابہ کا غلام ہونا ضروری ہوگا۔ مسلمان ہونے کے لئے صحابہ کی اتباع ضروری ہوگی۔ اگر صحابہ کرام کا راستہ چھوڑے گا تو مسلمان نہیں ہو سکے گا۔

میدانِ بدر میں جب کفر و اسلام کا پہلا معرکہ ہوا تو مشرکین کی طرف سے سب سے پہلے تین آدمی مقابلے پر آئے، ایک مشرک آرمی کا CNC ہے جس کا نام ہے عتبہ۔ ایک مشرک آرمی کا رستم ہے جس کا نام ولید ہے، اور ایک مشرک آرمی کا لڑاکا جس کا نام ہے شیبہ۔ یہ سارے یزید کے ننہالوں کا کنبہ ہے۔ جناب یہ سارے مقابلے کے لئے آئے اور جو رستم عرب ہے للکار للکار کے کہتا ہے آؤ میرے مقابلے میں۔ ولید

کا ابا عتبہ ہے وہ کہتا ہے میں نے تمہارے باپوں سے جنگیں لڑی ہیں، میں جانتا ہوں جنگ کیا چیز ہے۔ شیبہ کہتا ہے ایسا داؤ چلاؤں گا کہ جیتے جی مر جاؤ گے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے جانثار انصار مدینے کے رہنے والے، انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ کی جان اور مال پر کوئی حملہ آور ہوا تو ہم اپنے آپ کو پیش کریں گے۔ جب مقابلے کے لئے گئے تو انہوں نے پوچھا کون ہو؟ اب یہ پوچھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ دراصل زرہ بکتر پہن رکھی تھی۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کا ایڈریس بتایا انہوں نے کہا کہ تم تو صحرا نورد ہو، تم جنگلوں کے رہنے والے ہو ہم شہری لوگ ہیں۔ وہ جو مکے سے آئے ہیں ان کو بھیجو، ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں۔ پہلے ہاشمیوں سے جنگ ہوگی کیونکہ وہ آدمی بنو امیہ کے تھے۔ چاہتے تھے کہ ہاشمیوں سے ہماری پرانی جنگ چلی آرہی ہے، ان کا مقابلہ کریں گے۔ اس وقت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کی طرف منہ کر کے فرمایا: ابن علی (علی کہاں ہے) جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ تلوار کو بے نیام کر کے فضا میں لہرا کے زمین کی طرف نوک کر کے عرض کرتے ہیں۔ لبیك یا رسول اللہ ﷺ۔ (یہ رہا علی) صحابہ کہتے ہیں علی جب سینہ تان کے کھڑے ہوئے تو خدا کی قسم مزہ آگیا۔ دل چاہے کہ جنگیں ہی ہوتی رہیں اور علی لڑتا ہی رہے۔ پوچھا: ابن حمزہ؟ (حمزہ کہاں ہے) عرب سوسائٹی میں ان جیسا خوبصورت کوئی نہیں تھا، حضور کے چچا ہیں اور حضور کے جانثار بھی ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کے پیار کی وجہ سے دین قبول کیا، دین کو دین سمجھ کر نہیں یہ نہیں پتہ کہ دین کیا ہے؟ پر انہوں نے کہا آپ ﷺ ناراض ہوتے ہیں تو کلمہ پڑھا دیں میں آپ کو ناراض نہیں کر سکتا۔ تیسرے جنہیں طلب فرمایا آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے، حضرت ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ یہ ایک ہی گھر کے افراد یعنی ایک چچا اور دو چچیرے بھائی تینوں ہاشمی میدان میں نکلے۔

جب میدان میں نکلے تو دشمن نے پوچھا کہ کون ہے؟ اب شیبہ کے مقابلے میں جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور عتبہ کے مقابلے میں حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ ولید جو رستم عرب تھا اس کے مقابلے میں جاتے ہی حضرت مولیٰ

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے کم عمر کا آدمی یہ پہلوان ہے اس کے مقابلے میں مجھے ہی جانے دو۔ اب تین ادھر سے تین اِدھر سے اب سب سے پہلے رستم عرب پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پوچھنا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں؟

انا الذی سمتنی امی حیدرا ضرغام آجام ولکن قصورا

آپ کی ولادت کے وقت یہ جھگڑا ہوا ابا کہے میں علی نام رکھوں گا۔ اماں کہے کہ میرے ابا کا نام حیدر تھا میں اس لئے حیدر نام رکھوں گی۔ کیونکہ ان کی شباہت ان سے ملتی ہے۔ حیدر کے معنی ہیں ببر شیر۔

وھو العلی العظیم۔ ”علی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔“

اور سرکار ﷺ یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے ایمان لانے کے بعد بھی علی کا نام نہیں بدلا۔

اگر ماں فاطمہ سلام اللہ علیہا نہ ہوتی تو کربلا کی گرمی کا مقابلہ ہو سکتا تھا؟ اگر ان کا خون نبی پاک ﷺ کے گھر سے نہ چلا ہوتا تو امام زین العابدین علیہ السلام جیلوں میں زندگی گزارتے؟ امام محمد باقر علیہ السلام ان مشکلات کا مقابلہ کرتے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام ساری زندگی آزاروں میں گزارتے؟ یہ تمام آئمہ اہل بیت اکثر و بیشتر جیلوں میں رہے اور اکثر و بیشتر زہر خورانی کے حادثے سے شہید کیا جاتا رہا۔ اس وجہ سے کہ اولادِ رسول ﷺ ہیں اور کبھی کلمہ باطل کو قبول نہیں کرتے۔ حق پر ڈٹ جاتے، کئی کئی دنوں کے فاقوں کے ساتھ مکانوں میں بند کر کے مکان اوپر سے لیپ دیئے گئے۔ حضرت امام حسن مثنیٰ علیہ السلام بمعہ ۱۵ دیگر افراد کے بغداد شریف میں ان کے مزارات ہیں، اندر لے جا کر کے باہر سے انہیں لیپ دیا مگر وہ مردانِ خدا آخری لمحوں تک مدینے والے کے مشن کے وفادار رہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ماں کی تربیت زندگی میں کتنا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لئے جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا نام لیا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرا ”فرمایا میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے حیدر نام رکھا ہے۔“

باقی جتنی شیروں کی برادری ہے۔ خطرات کو دیکھتے ہیں تو ٹل جاتے ہیں، جان بچانے کے عادی ہیں۔ لیکن ببر شیر کی عادت ہے جیسے ہی ڈر کی آواز آئے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں نے میرا نام ببر شیر رکھا تھا خطرہ جدھر جدھر جائے گا، خطرے کے پیچھے پیچھے جاؤں گا۔ خطرہ کس طرح میرے گلے پڑے گا میں خطرے کا پیچھا کروں گا۔

اب جب واروں کے Exchange ہونا شروع ہوئے، تلواروں کی چکاچاک نے میدان کو اٹھا لیا۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ تلوار تان کے کھڑے ہیں۔ ولید کہتا ہے کہ پہلے وار میں عرب کے ۷۰ رستموں کو گرا چکا ہوں تمہاری ابھی عمر تھوڑی ہے انہوں نے کہا حیدر کا پہلا وار ہو گیا تو دوسرے وار کی گنجائش نہیں رہے گی۔ پہلا وار کر لے کہ بعد میں لوگ یہ نہ کہیں کہ دھوکے سے مار ڈالا، موقع نہیں دیا۔ جب اس نے تلوار اٹھا کے جناب حیدر کرار پر وار کیا۔ اس کا خیال تھا کہ پہلے وار پر نہ سہی تو دوسرے وار پر لے جاؤں گا لیکن پہلا وار جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر آتا لوگوں نے دیکھا۔ مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا وار ایسا لگا کہ دس قدم کے فاصلے پر ادھر گردن پھڑکنے لگی۔ ادھر باڈی پھڑکنے لگی۔ مولیٰ مرتضیٰ، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں دونوں ہاتھ اونچے کر کے سرکار ﷺ کو باور کراتے ہیں کہ جس مشن پر یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بھیجا تھا اس مشن میں کامیاب لوٹا ہوں۔ اب جتنے بھی کفار ہیں پوچھتے ہیں یہ مرنے والا کون ہے؟ کہا یہ رستم عرب ہے اور مارنے والا کون ہے؟ کہا مارنے والا ہے:

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علیؑ علیؑ　　اہلِ وفا کے دل کا سہارا علیؑ علیؑ

غزوۂ احزاب اور شجاعت علی رضی اللہ عنہ

آیئے اب جناب حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا ایک اور اکھاڑہ بیان کرتے

ہیں۔ غزوۂ احزاب ہے خندق کھدی ہوئی ہے۔ مدینہ شریف کی آبادی کے شمال کی طرف خندق کھودی گئی ہے، کیونکہ اس کے مغرب میں جبل سلع ہے ریت کا پتھر ہے اور اس کے جنوب کی طرف کھجوریں تھیں۔ زیادہ تعداد میں گھوڑے آسانی سے وہاں سے نہیں گزر سکتے تھے اور مدینہ طیبہ کے مشرق کے علاقہ میں ایک سخت قسم کا پتھر تھا تو صرف شمال کی طرف فارغ تھی تو اس وجہ سے یہاں خندق کھودی گئی۔

اب اُدھر تیس ہزار، اِدھر دس ہزار، دشمن مقابلے میں آگئے پورا عرب ٹوٹ کے پڑ گیا۔ پورے عرب کی آبادی آج پورے کراچی سے نصف سے بھی کم ہے تو آج سے ۱۴ سو سال پہلے کتنی ہوئی ہوگی؟ اندازہ لگائیں تو اب تیس ہزار فائٹر مہیا کرنا آسان کام تو نہیں تھا اس میں جو چوٹی کا آدمی تھا اس کا نام عمر بن عبدود تھا گھوڑے پر سوار ہے جب دیکھا کہ کسی طرف سے گزرنے کا موقع نہیں تو پیچھے سے گھوڑا لے کر آیا اور چھلانگ لگا کر پار ہو گیا۔ اب مسلمانوں کو کہتا ہے کہ کوئی ہے تم میں ایسا جو جلدی سے جنت میں جانا چاہئے۔ یعنی طنزاً کہہ رہا ہے کہ آؤ تمہیں قتل کر ڈالوں۔ اس وقت سرکار ﷺ نے دیکھا کہ اس کا جواب نہیں دے رہا۔ فرمایا: این علی ؟ (علی کہاں ہے) اس وقت پرانی اداؤں کے ساتھ جمپ کر کے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں آکر عرض کرنے لگے۔ لبیک یا رسول اللہ ﷺ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشکل وقت میں کیوں دنیا علی رضی اللہ عنہ کو یاد کرتی ہے۔ اس لئے کہ مشکل وقت آیا تو ولیوں کا جو سردار تھا اس نے بتایا کہ ولی کی ڈیوٹی کیا ہے؟ جب نبی کریم ﷺ کے مشن کے خطرے کا وقت آئے تو وہ اپنی ولایت کی چادر کو اتار کے مدینے والے کی زرہ بکتر پہن کر میدان میں آتا ہے۔ اس لئے یہ بولی ولیوں کی بولی نہیں ہے کہ نذرانہ ہے تو ہمیں دے دو خطرہ ہے تو مولوی کو دے دو۔

نہیں، بلکہ ولی کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب سارے ہتھیار پھینک دیں تو ولی کہے مروں یا ماروں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

میں بے نیازِ زیست تھا بڑھتا چلا گیا ہر ہر قدم پہ موت کھڑی دیکھتی رہی

یہ ولی کا منصب ہے ولی کا منصب اپنی جان بچانا نہیں ہے مدینے والے کی

آبرو خطرے میں پڑے لیکن تیری آبرو بچ جائے لاکھ لعنت ہے تیری آبرو کو نہیں، خطرے میں پڑے تو میری آبرو پڑے، خطرے میں پڑے تو میرا مال پڑے، لیکن مدینے والے کی عزت پر آنچ نہ آئے، یہ مردِ مومن کی سوچ ہے۔

تمام عالم اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام کائنات میں ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بانٹی ہے۔ تو کل کائنات میں ولایت بانٹنے والا آج خطرے کے مقابلے میں فرنٹ پر کھڑا ہے۔ اب دشمن کہتا ہے کہ وار کر۔ فرمایا، موذی تو پہلے وار کر۔ اس نے کہا 'میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں او موذی میں جو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں، کر لے وار کیوں کہ تیری بہن بڑی مرثیہ خواں ہے، مرثیہ پڑھے گی کہ علی نے موقع نہیں دیا۔ پہلا وار کر لے۔ اب جب پہلا وار کیا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پھر آنکھ نہ جھپکنے دی۔ بس کہیں وار ہی میں وار چل گیا۔ اور وہ وار پہلے ہیلمٹ میں لگا، لوہے کی ٹوپی کھل گئی۔ وہی تلوار کھوپڑی پر پڑی، اسی وار سے کھوپڑی کھل گئی۔ وہی وار باڈی پر پڑا، باڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ وہی تلوار زین پر لگی۔ زین دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہی تلوار گھوڑے کو لگی گھوڑے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ وہی جبل سلع پر پہنچی تو اس پر نشان پڑ گیا، جو اب موجودہ حکومت نے مٹایا ہے۔ وگرنہ تاریخ بتلاتی ہے کہ مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وار کا نشان جبل سلع پر رہا اور حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! پوری امت مسلمہ کے اعمال ایک ترازو میں اور تیرا یہ ایک وار ایک ترازو پر۔ (۱۰)

علی امام من است و منم غلام علی ہزار جانِ گرامی فدائے نام علی

چونکہ رمضان شریف میں حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایام ہیں اس لئے خاص طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ وگرنہ نبی پاک ﷺ کے چمنستان کے ہر پھول کی خوشبو ہی جدا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑ دو ساری زندگی ختم ہو جائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کا ترجمہ نہ ہو سکے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غیرت، شجاعت، جوانمردی، وفا اور خدا پرستی کا ذکر چھیڑ دو، کتابوں کی کتابیں لکھتے چلے جاؤ مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک باب بھی مکمل نہ ہو۔ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ پر گفتگو کرنا شروع کر دو، بڑے بڑے علماء کے علوم وفنون ڈگمگاتے چلے جائیں گے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صرف حیا ہی کا ترجمہ نہ ہو سکے تو جس جس کا موقع ہوتا ہے اس اس کی بات کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھ لینا کہ اور کسی میں کچھ نہیں تھا۔ نہیں نبی پاک ﷺ کے جس پھول کو بھی سونگھو اس کی خوشبو ہی نرالی ہے۔

سرکار ﷺ نے دنیا سے جاتے وقت قرآن کو اہل بیت کی گود میں چھوڑ کے ایک تو اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ذمہ داری سپرد کی، دوسرا ساری امت کو بتلایا کہ مرجع دین اہل بیت رسول ﷺ ہوں گے۔ اس لئے آپ کو جب بھی کبھی قرآن و حدیث کے بارے میں صحت مند سوچ کی ضرورت پڑے تو اہلِ بیت رسول ﷺ سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا خاتمہ سچے دین پر کرے۔ آمین

حوالہ جات

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الجز الثالث ص ۱۶۷ (محب الدین طبری المتوفی ۶۹۴ھ)، تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰ (امام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ) .... (۲) کنز العمال جلد ۱۱ ص ۶۱۴ (علی متقی)........... (۳) صواعق المحرقہ ص ۱۳۳...... (۴) مستدرک جلد دوئم (امام حاکم نیشا پوری متوفی ۴۰۵ھ)، کتاب المناقب الخلفاء الراشدین۔ صفحہ ۹۹ (نواب صدیق الحسن خان قنوجی غیر مقلد)، ان کے علاوہ دیگر کتب نے بھی حضرت مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا ذکر کیا ہے........... (۵) مسند احمد بن حنبل، صفحہ ۹۱۱ جلد ۱ (امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ)، مستدرک امام حاکم صفحہ ۳۷۱ جلد ۳ (امام حاکم المتوفی ۴۰۵ھ)...... (۶) آپ ﷺ کے دادا کا نام ہاشم تھا۔ ہاشم دراصل کہتے ہیں روٹی کو چورا کر کے دینا، ثرید بنانے والا اور کھانا دینے والا۔ انہوں نے ایک مرتبہ کافی سارے اونٹ ذبح کر کے تمام عرب کی دعوت کی اور بڑے بڑے برتنوں میں شوربہ اور بوٹیاں ڈال کر پیش کیا اور کہا کہ جتنا کھا سکتے ہو کھاؤ اور روٹیاں اس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈالو اور ثرید بنا کے کھاؤ۔ اس وجہ سے ان کا نام ہاشم ہے...... (۷) کافر ہونا ایک ایسی بات ہے جو کہ عقیدے سے تعلق رکھتی ہے جہاں تک ان کی جوانمردی کا سوال ہے۔ لڑائی کے دوران تاریخ بتاتی ہے کہ دو تلواریں ان کے پاس علیحدہ ہوتی تھیں۔ دو تلواریں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے لئے Spare تلوار ہے کہ اگر میری تلوار ٹوٹ جائے تو میں یہ استعمال کروں تو دوسری تلوار علیحدہ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن کی تلوار ٹوٹ جائے تو دوسری Spare تلوار دشمن کو دے دوں گا کہ بعد میں لوگ یہ نہ کہیں کہ نہتے آدمی کو مار ڈالا۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ کافر ہونا ایک الگ شے ہے لیکن بہادر ہونا ایک الگ۔ (۸) فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۷۵ (رشید احمد گنگوہی)...... (۹)...... ترمذی جلد دوئم باب مناقب علی ابن ابی طالب، الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۱، الریاض النضرۃ الجز الثالث صفحہ ۱۵۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۹، تصفیہ مابین سنی و شیعہ صفحہ ۴۸...... (۱۰) مدارج النبوۃ جلد دوئم صفحہ ۱۷۱ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ)

حیدر بہارِ باغِ خصالِ محمد است

سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی

دُرِّ دریائے کرامت، گوہر یکتائے سلامت، دیباچہ عنوانِ محبت خواجہ دیوانِ مودت، عندلیب گلستانِ فصاحت، طوطی شکرستانِ ملاحت، چشم و چراغ عاشقان، شمع جمع عارفان، امام مظفر، شجاع غضنفر، والد شبیر و شبر، قاسم طوبےٰ و سقر، انزع البطین، اشرف المکین، اشجع المتین، عالم الامین، عارف المبین، ناصر المعین، سیّد المؤمنین، یعسوب المسلمین، مرکز دائرہ وفا، گوہرِ معدنِ صفا، سلطان الاولیاء، برہان الاتقیاء، حضرت علی المرتضیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی جمیع ائمۃ الھدیٰ۔

نام وکنیت

آپ کا نام نامی والدہ ماجدہ نے اسد رکھا، اور والد بزرگوار نے زید، مگر حضرت خاتم رسالت مآب ﷺ نے آپ کا نام علی رکھا اور یہی مشہور عالم ہوا، کنیت ابومبارک ابوالحسن، ابوتراب، لقب شریف مرتضیٰ، حیدر، اسد اللہ رکھا۔

آپ کے القاب حدیثوں میں بکثرت آئے ہیں۔ آپ کے ننانوے نام بغرض فائدہ ازباب تصوف وسلوک آگے لکھے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

نسب نامہ پدری

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بن ابوطالب عمران بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف القرشی یعنی آپ حضرت رسول اکرم ﷺ کے حقیقی چچا کے فرزند تھے۔

☆ مرسلہ: صاحبزادہ سیّد صبغت اللہ شاہ بخاری سہروردی گڑھی اختیار خاں 0300-9422786

نسب نامہ مادری

آپ کی والدہ شریفہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبداللہ تھا یعنی آپ کے دادا و نانا حقیقی بھائی تھے۔

تاریخ ولادت

آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ بتاریخ سیزدہم ماہ رجب المرجب عام الفیل سے تیس برس بعد ۵۹۹ء میں اندرون بمکہ مکرمہ ہوئی۔

پیش ازیں بیت المقدس قبلہ بود خلق عالم سے نمود آنجا سجود
چوں تولد کرد در کعبہ علی گشت کعبہ قبلہ از نصِ جلی
کعبہ زاں شد قبلہ خلق ازآلہ کاند روزائید شاہِ دیں پناہ
جائے مولودش چو شد مسجود ما پس چہ باشد قدر او پیش خدا
ایں اشارت بس بود از حق بتو گر نمے فہمی تو میدانی وتو

تربیت

جس وقت آپ پیدا ہوئے حضرت رسول اکرم ﷺ نے آپ کو غسل دیا، اور نام رکھا اور اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور بچپن سے ہی آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور تربیت فرمائی۔ یہاں تک کہ جب خلعت نبوت عطا ہوا تو آپ ایمان لائے۔

اسلام میں سبقت:

جس روز آنحضرت ﷺ کو نبوت و رسالت عطا ہوئی اس کے دوسرے روز آپ ایمان لائے، چنانچہ خود فرماتے ہیں ۔بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلثا اوز اول من اسلم من الصبیان آپ ہی ہیں۔

تکریم وجہ

آپ نے تمام عمر بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا، کیونکہ آپ بچپن میں ہی ایمان لائے تھے، چونکہ آپ کا جبہ مبارک کسی بت کے آگے نہیں جھکا، اسی واسطے سب لوگ آپ کو دُعائے تکریم سے یاد کرتے، اور آپ کے نام نامی کے ساتھ کرم اللہ تعالیٰ وجهه الكريم بولتے ہیں۔

جاں نثاری

آپ ہر ایک کام میں حضرت خاتم رسالت مآب ﷺ کے مدد و معاون رہے۔ جب آنحضرت ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا اور کفار قریش نے حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ پختہ کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر آپ کو عنایت فرمائی کہ تم یہ اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو یہ لوگ تم کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، صبح سب کی امانتیں مالکوں کو پہنچا کر مدینہ چلے آنا، آپ حسب الارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں اطمینان سے سو رہے اور ایسی جان نثاری کا ثبوت دیا جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت شریف اس وقت نازل ہوئی۔

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد۔

(سورۃ البقرۃ)

جہاد فی سبیل اللہ

آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کے علاوہ باقی تمام غزوات میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور ایسی ایسی بہادریاں کیں کہ جن کے بیان سے زبان قلم قاصر ہے اس غزوہ میں حضور ﷺ آپ کو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں ہی چھوڑ گئے تھے۔

علامہ خاوند شاہ روضہ الصفا میں لکھتے ہیں کہ آپ نے تمام عمر میں دس ہزار ایسے کفار و فساق کو قتل کیا ہے جن کا قتل کرنا اسلام کی رو سے واجب تھا۔

غزوۂ بدر

غزوۂ بدر میں جو ۲ھ میں واقعہ ہوا آپ نے اکیس مشرکوں کو تہ تیغ کیا۔

غزوۂ احد

غزوۂ احد میں جو ۳ھ میں ہوئی آپ نے کمالِ جوہر شجاعت دکھائے ایسی شمشیر زنی کی کہ دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں سات مشرکوں کو قتل کیا اور سترہ زخم آپ کو ہوئے۔

صاحب روح الدرر نے لکھا ہے کہ بوقت جنگ غیب سے آواز آتی تھی۔

لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار۔

غزوۂ خندق

غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا۔ عمرو بن عبدود کافر جو ہزار بہادروں کے برابر شمار کیا جاتا تھا اور کسی کو اُس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوسکتی تھی اس کو آپ نے قتل کیا اور اس کے بعد نوفل بن عبداللہ کو بھی قتل کیا۔ اسلام کو نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قتل علی لعمر وابن عبدود افضل من عبادۃ الثقلین۔

غزوۂ بنی قریظہ

غزوۂ بنی قریظہ بھی ۵ھ میں واقعہ ہوا۔ اس غزوہ میں ایک دن کی لڑائی میں آپ نے اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے سات سو یہود کو قتل کیا۔

غزوۂ خیبر

غزوۂ خیبر ۷ھ میں جب کوشش کر کے اکثر صحابہ عاجز ہوئے اور قلعہ فتح نہ ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل صبح کو میں علم لشکر ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں، اس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہو جائے گا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس عطائے نبوی کے لئے مضطرب تھے

لیکن صبح کو علم لشکر آپ کو عطا ہوا آپ کا جاتے ہی مرحب پہلوان حاکم قلعہ سے مقابلہ ہوا آپ نے اس کو قتل کیا اور قلعہ فتح ہوگیا۔

ابو رافع سے روایت ہے کہ آپ نے قلعہ خیبر کا ایک کیواڑ اکھاڑ کر بجائے ڈھال کے ہاتھ میں لے لیا تھا اور مقاتلہ کے وقت تک برابر لئے رہے، پھر پھینک دیا اور میں نے دیکھا کہ اس کیواڑ کو آٹھ آدمی پلٹ نہ سکے۔ اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ چالیس آدمی اٹھا نہ سکے۔ کتاب جناب الخلود میں ہے کہ زمانہ ہذا کے حساب سے چھتیس ہزار من اُس کا بوجھ تھا۔

علم بردار ہونا

اکثر غزوات میں حامل لوائے محمدی ﷺ آپ ہی رہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔

یا علی انت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ

تجہیز و تکفین نبوی ﷺ

جب حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے دنیا سے انتقال فرمایا تو آپ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب اور فضل و قثم پسران حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معیت سے آنحضرت ﷺ کو غسل دیا اور اپنے ہاتھوں لحد مبارک میں رکھا اور اُس خزینہ برکات کو سپرد خاک فرمایا۔

وزارتِ خلفائے ثلاثہ

حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں بھی آپ ان کے مشیر و مددگار رہے۔ اُن کی خلافت میں سوائے آپ کے مشورہ کے کوئی کام سرانجام نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی اکثر فرمایا کرتے لولا علی لهلك عمر۔ یحییٰ بن عقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے کچھ پوچھتے اور ان کے جواب باصواب سے خوش ہوتے تو فرماتے لاابقانی اللہ بعدك یا علی۔

مولود کعبہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

چالیس حکمت آمیز اور حکمت آموز جواہر پارے

ترتیب و تحقیق...... مرزا مجاہد احمد☆

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات وملفوظات حکمت آمیز بھی ہیں اور حکمت آموز بھی، فکر انگیز بھی ہیں اور ایمان افروز بھی، اصلاحی بھی ہیں اور روحانی بھی، بے مثل و بے مثال بھی ہیں اور بے نظیر و باکمال بھی۔ آپ کے کلام کے بارے میں ادباء کی رائے یہ ہے:

دون کلام الخالق فوق کلام المخلوق یعنی کلام خالق سے کم مرتبہ مگر مخلوق کے کلام سے افضل واعلیٰ ہے۔

ایسی شخصیت جس کو کائنات ارضی و سماوی کے سب سے بڑے عالم محمد مصطفےٰ ﷺ نے باب مدینة العلم اور باب دار الحکمت قرار دیا ہو۔

جن کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہو کہ حکمت ودانائی کو 10 حصوں میں تقسیم کیا گیا ان میں سے 9 حصے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اور ایک حصہ لوگوں کو عطا کیا گیا۔

جن کو آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم نے علم کے سمندر سے پی پی کر خوب پیاس بجھائی۔

جن کے بارے میں امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہوں کہ آپکا علمی مقام و مرتبہ ایسا تھا کہ نہ پہلے لوگ وہاں تک پہنچ سکے اور نہ پچھلے لوگ وہاں تک پہنچیں گے۔

اور جو خود فرماتے ہوں سلونی ...(جو بات بھی پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو) ایسی شخصیت کے فرمودات اور ملفوظات مذکورہ خصوصیات اور اوصاف سے

☆ پی ایچ ڈی سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور...... لیکچرار شعبہ عربی، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج اوکاڑہ۔
0333-4688676

مزین اور متصف ہوں تو کچھ عجب نہیں۔

آپ کے اقوال کا مطالعہ جہاں ہر شعبے اور ہر سطح کے حضرات کی علمی پیاس بجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہاں ان کی دنیا وعقبیٰ میں کامیابی وکامرانی کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوگا۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اقوال وتعلیمات اور فرمودات وملفوظات سے استفادہ کرنے اور انہیں اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین!

☆ جاہل مردہ اور اہل علم زندہ ہیں۔.........محتاجی ہمیشہ رہتی ہے اور نہ ہی دولتمندی۔(۱)

☆ نعمت ہمیشہ رہتی ہے اور نہ ہی محنت۔(۲)

☆ حریصوں کی طرح دنیا کو تلاش نہ کرو۔(۳)

☆ جمال کا تعلق لباس سے نہیں بلکہ علم وادب سے ہے۔(۴)

☆ توبہ کرنا فرض ہے مگر گناہوں کو چھوڑنا اس سے بھی زیادہ ضروری۔(۵)

☆ صالحین کی دوستی نجات کا سبب ہے۔(۶)

☆ جب مجھ سے کسی نے کچھ مانگا تو میں نے اسے دیا اور جب نہ مانگا تو میں نے بن مانگے دیا۔(۷)

☆ جو انسان علم سے زندہ نہ ہو اس کیلئے قیامت تک زندگی نہیں۔......... لوگوں کا سب سے بڑا خیر خواہ اور اللہ کی زیادہ معرفت رکھنے والا وہ شخص ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے ان کے ایمان کی وجہ سے محبت رکھتا ہے اور ان کی تعظیم کرتا ہے۔ ....ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔.......... ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔(۸)

☆ مالداروں کے نام لینے والے کہیں نظر نہیں آتے جبکہ علمائے دین ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں بستے ہیں۔(۹)

☆ اگر آزاد ہونا چاہتے ہو تو غلاموں کی طرح محنت ومشقت کرو۔(۱۰)

☆ علم زینت ہے تا دم مرگ (اپنی موت تک) اسے حاصل کرتے رہو۔(۱۱)

☆ تو نجات کی امید رکھتا ہے مگر نجات پانے والے راستے پر نہیں چلتا۔(۱۲)

☆ طامع (لالچی انسان) فقیر ہے اور قانع (قناعت کرنے والا) غنی ہے۔(۱۳)

☆ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہزار برس بھی عذاب کر دے تو پھر بھی میری اُمید اس کی رحمت سے قطع نہ ہوگی۔(۱۴)

☆ جو دوسروں کے راز تجھ پر ظاہر کرے اس پر اپنے راز ظاہر نہ کرو۔(۱۵)

☆ زیادتی کرنے والے کو معاف کر دو زمانہ خود اس سے بدلہ لے گا۔(۱۶)

☆ اپنی ہمت بلند کر لو، اللہ تعالیٰ تمہاری کفایت فرمائے گا......(۱۷)

☆ اے دنیا! میرے سوا کسی اور کو فریب دے میں تیری عطا، بادشاہت اور عزت سے بے پرواہ ہوں۔...... دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے زائل ہونے والا سایہ یا وہ مہمان جو رات بھر کہیں ٹھہرے۔(۱۸)

☆ جب اجسام موت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر راہ خدا میں قتل ہونا بہتر ہے۔...... انسان کی درازیٔ عمر کی خواہش نادانی ہے۔......دنیا سے زادِ راہ لے لو؛ اس لئے کہ تم کوچ کرنے والے ہو۔......لاغری (کمزوری) سے نفرت نہ کرو؛ اس لئے کہ اکثر اوقات فربہ جانور ذبح کر دیا جاتا ہے اور لاغر چھوڑ دیا جاتا ہے۔...... جب تجھے کسی قوم کی سرداری اور حکومت سونپی جائے اگر چہ رات بھر ہو تو تجھ سے اس قوم کے بارے سوال پوچھا جائیگا۔...... جب تو کسی جنازے کو قبرستان لے کر جائے تو یقین کر لے کہ تو بھی ایک دن اسطرح اٹھایا جائیگا۔(۱۹)

☆ کہاں ہیں وہ چہرے جو پردہ جلالت (بادشاہت) میں رہتے تھے؟ وہ قبر میں چلے گئے اور آج ان پر کیڑے رینگتے ہیں۔...... بادشاہ سے پوچھو کہ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس کے خدام اور افواج کہاں گئیں؟...... کیا حال ہوگا جب تجھے فراموش کر دیا جائیگا اور تیرے اعزہ واقارب تیرے مال کی تقسیم میں مشغول ہو جائیں گے۔(۲۰)

☆ جب جوانی جاتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ کبھی تھی ہی نہیں اور جب بڑھاپا آجاتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے ہے۔...... جھوٹے وعدے میں کوئی بھلائی نہیں۔...... علم ہو اور عقل نہ ہو تو اس طرح ہے جیسے جوتے ہوں اور پاؤں نہ ہوں۔...... عقل ہو اور علم نہ ہو تو اسطرح ہے جیسے پاؤں ہوں اور جوتے نہ ہوں۔...... اگر علم آرزو کرنے سے حاصل ہو جاتا تو دنیا میں کوئی جاہل باقی نہ رہتا۔...... کوشش کرو اور کاہلی نہ کرو؛ اس لئے کہ آخرت میں اس شخص کیلئے ندامت ہے جو کاہل ہو۔...... ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں جس نے ہمیں علم عطا کیا اور ہمارے دشمنوں کو مال، مال فانی ہے اور بہت جلد زوال پذیر ہو جاتا ہے اور علم باقی ہے کبھی زائل نہیں ہوتا۔...... انسان مال کے سبب غنی نہیں ہوتا بلکہ دل کے سبب غنی ہوتا ہے۔...... انسان قدم کی لغزش سے نہیں بلکہ زبان کی لغزش سے مرتا ہے۔(۲۱)

☆ متلون مزاج انسان کی محبت میں بھلائی نہیں۔...... جب تو شمار کرے تو بے شمار بھائی ہیں لیکن مصیبت کے وقت بہت کم رہ جاتے ہیں۔...... خدا سے ناامید نہ ہو کہ یہ کفر ہے۔...... پیشے میں عار نہیں، عار تو بھیک مانگنے میں ہے۔(۲۲)

☆ ہر شے مائل بہ زوال ہے۔(۲۳)

☆ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے تو اس کا فضل ہے اور اگر عذاب دے تو میں اسی کے لائق ہوں۔...... ایک انسان دوسرے انسان کی کیفیت کا ادراک نہیں کرسکتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا ادراک کیسے کرسکتا ہے؟(۲۴)

☆ کتنے ہی عقل مند مفلس ہیں اور کتنے ہی جاہل مالدار ہیں!(۲۵)

☆ جب دنیا کسی کے پاس آتی ہے تو فتنہ بن کر آتی ہے اور جب منہ پھیرتی ہے تو غمگین کر دیتی ہے۔...... گناہ سے نعمت زائل ہو جاتی ہے۔...... اللہ کا شکر ادا کر کے نعمت کی حفاظت کرو۔...... دنیا کی حلاوت زہر آلود ہے۔...... مظلوم کی بد دعا سے بچو۔...... کتنی باتیں ہیں جن کے سبب قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔(۲۶)

☆ تو فنا سے غافل ہو گیا ہے حالانکہ تو فنا ہوگا اور دنیا میں کسی چیز کو ہمیشگی نہیں۔(۲۷)

☆ صبر مرغوب چیز حاصل کرنے کی کنجی ہے۔......صبر ساری نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔......جب تو کسی منصب پر فائز ہو تو لوگوں کے ساتھ نیکی کر، معلوم نہیں کہ تو کس وقت اس منصب سے محروم کر دیا جائے۔......اگر دولت کا تعلق دانشمندی سے ہوتا تو ہر دانشمند قارون کی طرح ہو جاتا۔......رزق کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ دانشمند کو بھی عطا کرتا ہے اور نادان کو بھی۔......تو دنیا میں موت کے واسطے آیا ہے اور دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تجھے یہاں سے نکالا جائے۔(۲۸)

☆ اے لوگو! دوران سفر کسی سے دل نہ لگانا؛ اس لئے کہ مسافر تو مسافر ہی رہتا ہے جہاں کہیں جاتا ہے۔(۲۹)

☆ ایسی تونگری سے محتاجی اچھی ہے جو گمراہ کن (گمراہ کرنیوالی) ہو۔(۳۰)

☆ مال جو ہم جمع کرتے ہیں میراث کیلئے ہیں اور مکانات جو ہم تعمیر کرتے ہیں بربادی کیلئے ہیں۔......کاش کہ ہمیں موت کے بعد چھوڑ دیا جاتا تو موت ہر زندہ کیلئے سامان راحت پیدا کر دیتی۔......جس شخص کی اصل خلقت پاک نہ ہو وہ پاکیزہ کلام نہیں کرتا۔(۳۱)

☆ انسان کی اصلیت پوشیدہ ہوتی ہے مگر وہ اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے۔......پیدائش کے وقت بچے کی ہتھیلیاں بند ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر زندہ میں حرص موجود ہے اور موت کے وقت انسان کی ہتھیلیاں کھلی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خالی ہاتھ جا رہا ہے۔(۳۲)

☆ کسی مشکل میں گھبرانا نہیں چاہیے؛ اس لئے کہ اللہ کی رحمتیں بے پایاں ہیں جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔......نبی کریم ﷺ سے توسل کرنا ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔......مجلس علم باغ جنت ہے۔......موت کو بھولنا دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔......قبر کے اندھیروں میں نماز کا نور کام آتا ہے۔......چہرے کا نور سچائی میں ہے۔......نااہل کے ساتھ احسان کرنا ظلم ہے۔......احمق کی حکومت دیرپا نہیں رہتی۔......برے ساتھی کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔......انسان کی قیمت اس کی ہمت ہے۔......فرقت کی آگ

جہنم کی آگ سے تیز ہے۔......جھوٹے کیلئے عزت نہیں۔......حاسد کیلئے راحت نہیں۔......قانع (قناعت کرنیوالا) کو غم نہیں۔......تجھے وہی ملے گا جو تیرا مقدر کر دیا گیا۔......چغل خور مہینوں پر محیط فتنہ کھڑا کر دیتا ہے۔......صدقہ کرنا عمر میں اضافہ کا سبب ہے۔......جس طرح تو روزی تلاش کرتا ہے اسی طرح روزی تجھے تلاش کرتی ہے۔......صابر کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔......نیزے کا زخم بھر جاتا ہے اور زبان کا زخم نہیں بھرتا۔......سعادت مند کی صحبت سعادتمند بنا دیتی ہے۔......بلندی بقدر کوشش نصیب ہوتی ہے۔......جو بلندی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ شب بیداری کرے۔......عزت چاہیے تو شب بیداری کر، موتیوں کو ڈھونڈنے والا دریا میں غوطے لگاتا ہے۔......جس نے بغیر محنت اور مشقت کے رفعت (بلندی) چاہی اس نے ناممکن کے حصول کیلئے عمر کو ضائع کیا۔......جوانی کے دن غنیمت جانو، ہمیشہ جوانی نہیں رہتی۔......اے نفس! سستی اور کاہلی چھوڑ دے وگرنہ ذلت پر صبر کر۔(۳۳)

☆ صبر کے چار شعبے ہیں: جنت کا شوق، جہنم کا خوف، دنیا سے بے رغبتی اور موت کا انتظار۔ جو انسان جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ خود کو شہوات سے بچاتا ہے اور جسے جہنم کا ڈر ہوتا ہے وہ حرام کاموں سے کنارہ کش رہتا ہے، دنیا سے بے رغبت شخص کیلئے مصیبتوں پر صبر کرنا آسان ہوتا ہے اور جو شخص موت کا منتظر ہوتا ہے وہ نیکیوں کی طرف جلدی کرتا ہے۔......یقین کے چار شعبے ہیں: فہم و فراست، علم و معرفت، عبرت و نصیحت اور اتباع سنت، تو جس نے فہم و فراست کو پالیا اس نے علم و معرفت کو حاصل کر لیا اور جس نے علم معرفت کو حاصل کر لیا اس نے عبرت و نصیحت سے فائدہ اٹھالیا اور جس نے عبرت و نصیحت حاصل کی اس نے اتباع سنت کی اور جس نے اتباع سنت کی گویا کہ وہ اولین میں شامل ہو گیا۔......جہاد کے چار شعبے ہیں: نیکی کی دعوت دینا، برائی سے منع کرنا، ہر حال میں سچائی پر قائم رہنا اور نافرمانوں سے نفرت کرنا، جس نے نیکی کا حکم دیا اس نے مومن کی کمر مضبوط کی، جس نے برائی سے منع کیا اس نے منافق کی ناک خاک میں ملا دی، جس نے ہر جگہ سچ بولا اس نے اپنا

فریضہ ادا کردیا اور اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نافرمانوں سے بغض رکھا اور
نفرت کی اس نے اللہ ﷻ کیلئے غصہ کیا اور جس نے اللہ ﷻ کیلئے غصہ کیا اللہ ﷻ بھی
اس کیلئے غضب فرمائیگا۔ ......عدل کے بھی چار شعبے ہیں: تحقیق کرنا، زیور علم سے خود کو
آراستہ کرنا، احکام شرع کو جاننا اور باغ حلم میں رہنا، تو جس نے تحقیق کی اس نے
حسن علم کو روشن کردیا اور جس نے باغ علم کو سیراب کیا اس نے شریعت کے احکام جان
لئے اور جس نے شریعت کے احکام معلوم کرلئے وہ حلم و بردباری کے باغات میں داخل
ہوگیا اور جو گلستان حلم میں داخل ہوا اس نے کسی معاملے میں کوتاہی نہ کی بلکہ لوگوں میں
یوں زندگی بسر کی کہ لوگوں نے اس سے راحت و آرام پایا۔ ......انسان کی محافظ اس
کی موت ہے۔ ......عمل سے زیادہ اس کی قبولیت کا اہتمام کرو؛ اس لئے کہ تقوی کے
ساتھ کیا گیا تھوڑا عمل بھی بہت ہوتا ہے اور جو عمل قبول ہوجائے وہ تھوڑا کیونکر ہوگا؟
...... بھلائی یہ نہیں کہ تجھے کثیر مال و اولاد حاصل ہوجائے بلکہ بھلائی یہ ہے کہ تیرا
علم کثیر ہو اور حلم بھی عظیم ہو اور عبادت اتنی زیادہ کرے کہ لوگ اس پر فخر کریں۔
جب تو نیکی کرنے میں کامیاب ہوجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر
گناہ میں پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش طلب کرے اور دنیا میں بھلائی
دو آدمیوں کو حاصل ہوتی ہے: ایک وہ جو گناہ ہوجانے کی صورت میں توبہ کرکے
اسکا تدارک کرلیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو نیکیاں کرنے میں جلدی کرتا ہے۔......
میں دو چیزوں سے خوفزدہ رہتا ہوں: خواہش کی پیروی اور لمبی امیدیں۔ خواہش کی
پیروی سے اس وجہ سے خوفزدہ رہتا ہوں کہ یہ حق قبول کرنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے
اور لمبی امیدوں سے اس وجہ سے خوفزدہ رہتا ہوں کہ یہ آخرت کو بھلادیتی ہیں۔......
آج عمل کا دن ہے یہاں (دنیا میں) حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے وہاں
(آخرت میں) عمل نہیں۔ ......علم کے بغیر عبادت میں بھلائی نہیں۔ ......فہم کے بغیر علم
میں بھلائی نہیں۔ ......غور و فکر کے بغیر تدبیر میں بھلائی نہیں۔ (۳۴)

☆ علم مال سے بہتر ہے؛ کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت

تجھے کرنا پڑتی ہے اور علم خرچ سے بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ (۳۵)

☆ تین عمل مشکل ہیں: بندوں کے حقوق ادا کرنا، ہر حال میں اللہ ﷻ کا ذکر
کرتے رہنا اور اپنے حاجت مند بھائیوں سے مالی تعاون کرنا۔ (۳۶)

☆ لوگو! تم باہم شہد کی مکھیوں کی مانند بن جاؤ اگرچہ دوسرے پرندے ان کو حقیر اور
کمزور جانتے ہیں لیکن اگر ان کو معلوم ہوجاتا کہ شہد کی مکھیوں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے
بڑی برکت والی چیز پوشیدہ کردی ہے۔ تو وہ مکھیوں کو ہرگز حقیر نہ سمجھتے؟ اس لئے اے
لوگو! اپنی زبان و جسم میں اتحاد پیدا کرو اور اعمال وقلوب میں مفارقت و جدائی کو راہ نہ
دو؛ کیونکہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو وہ انجام دیتا ہے اور روز محشر انسان اپنی محبوب چیز کے ساتھ
رہے گا۔ ......وہ کام کرو جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو اور عمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ
کوشش کرو؛ کیونکہ عمل صالح بغیر تقویٰ قابل قبول نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس عمل
میں خلوص نہ ہو وہ قبول نہیں ہوتا۔ ......اے حاملین قرآن! احکام قرآنی پر عمل کرو، عالم وہی
ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرے، علم کو عمل کی موافقت میں
پورا اتارے، یعنی علم وعمل دونوں موافق ومطابق ہوجائیں۔ عنقریب ایسے صاحبان علم ظہور
پذیر ہوں گے جن کا علم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے ظاہر و باطن میں
موافقت نہ ہوگی، ان کے علم وعمل میں یکسانیت کا نام ونشان نہ ملے گا۔ ان کی نشستوں
میں ہر ایک دوسرے پر خود کو سربلند اور صاحب عزت گرداننے کی کوشش کرے گا۔ ان کی
مجلسوں کی کیفیت یہ ہوگی کہ ہم نشین غضبناک ہوکر اپنے ساتھی سے کہے گا جاؤ الگ ہوکر
بیٹھو۔ ان اشخاص کے مجلسی اعمال کو اللہ کی خوشنودی سے کوئی لگاؤ تک نہ ہوگا۔ ......توفیق
الٰہی بہترین رہبر ہے۔ ......خوش اخلاقی بہترین دوست ہے۔ ......عقل وشعور بہترین ساتھی
ہیں۔ ......ادب بہترین میراث ہے۔ ......مسئلۂ قدر وہ تاریک راستہ ہے جس میں رفتار
ناممکن ہے۔ ......مسئلۂ قدر بڑا ہی گہرا سمندر ہے اس میں گھسنے کی کوشش نہ کرو۔ ......مسئلۂ
قدر اسرار الٰہی ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے؛ اس لئے تم اس کی چھان بین نہ
کرو۔ ......رنج ومصیبت ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہوجاتے ہیں؛ اس لئے عقلمند کو چاہیے کہ

مصیبت کی حالت میں صبر کرے تاکہ مصیبت اپنی مدت کے بعد ختم ہو جائے، وگرنہ اختتام مدت سے پہلے مصیبت دور کرنے کی کوشش اپنے ساتھ اور مصیبتیں لے آتی ہے۔۔۔۔۔بغیر مانگے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش۔۔۔۔۔گناہوں کی دنیاوی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی رونما ہو جاتی ہے، معیشت میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور لذت میں کمی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔حلال کی خواہش اس شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کی کمائی چھوڑ دینے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔۔۔۔۔سب سے بڑی دولت عقل مندی ہے۔۔۔۔۔سب سے بڑی مفلسی و محتاجی، بیوقوفی وحماقت ہے۔۔۔۔۔سب سے بڑی وحشت و گھبراہٹ، تکبر و غرور ہے۔۔۔۔۔سب سے بڑی بزرگی و کرم، خوش اخلاقی و نیک کرداری ہے۔۔۔۔۔بے وقوف کی دوستی سے پرہیز کرو، اگرچہ وہ نفع پہنچانا چاہتا ہے لیکن نتیجتاً تکلیف پہنچتی ہے۔۔۔۔۔جھوٹے کی ہمنوائی سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ قریب کو دور اور دور کو نزدیک کر دیتا ہے۔۔۔۔۔کنجوس کی رفاقت سے پرہیز کرو؛ کیونکہ کنجوس ان چیزوں سے تم کو چھڑا دیتا ہے جن کی تمہیں سخت تر ضرورت ہے۔۔۔۔۔فاجر کی دوستی سے پرہیز کرو؛ کیونکہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ وہ ذات نہیں جو عدم سے وجود میں آئے بلکہ وہ بلا کم وکیف اور بغیر تعین زمانہ وغیرہ موجود ہے، اس کے وجود کی کوئی ابتداء نہیں، ہر انتہا اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے وہ ہر انتہا کی انتہا ہے۔۔۔۔۔زیادہ ہوشیاری بدگمانی کی طرف لے جاتی ہے۔۔۔۔۔محبت دور کے خاندان والوں کو قریب کر دیتی ہے اور عداوت خاندان کے قریبی رشتہ دار کو دور ہٹا دیتی ہے۔ہاتھ جسم سے بہت زیادہ قریب ہے لیکن گل سڑ جانے پر کاٹ دیا جاتا ہے اور آخر کار داغ دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔کوئی شخص گناہ کے سوا کسی سے خوفزدہ نہ ہو۔صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی آرزوئیں اور امیدیں وابستہ رکھے۔۔۔۔۔کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔۔۔۔۔عالم کو کسی مسئلہ کی دریافت پر جبکہ وہ اس مسئلہ سے کما حقہٗ واقف نہ ہو جواب میں یہ کہنے سے شرم نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور میں اس مسئلہ سے واقف نہیں۔۔۔۔۔صبر و ایمان کی مثال سر اور جسم کی ہے۔جب سر نہ رہے تو جسم کی طاقت و قوت بالکل ختم ہو جاتی ہے اسی طرح جب صبر نہ رہے تو ایمان رخصت ہو جاتا

ہے۔۔۔۔۔کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور لوگوں کو گناہ کرنے کی ڈھیل نہ دے نیز عذاب الٰہی سے بے خوف نہ کرے اور قرآن پڑھنے کی طرف لوگوں کو مائل کرے۔۔۔۔۔جس عبادت کی عبادت گزار کو خود خبر نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔۔۔۔۔اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو بغیر فہم و شعور حاصل کیا جائے۔۔۔۔۔اس علم کی کوئی عزت و حیثیت نہیں جس میں غور و فکر نہ کیا جائے۔۔۔۔۔لوگوں میں عدل و انصاف کرنے والے پر واجب ہے کہ دوسروں کے واسطے وہی چیز انتخاب کرے جسے وہ خود پسند کرتا ہو۔۔۔۔۔انار کے دانے اس کے متصلہ درمیانی پردوں کے ساتھ کھاؤ کیونکہ یہ مقوی معدہ ہیں۔۔۔۔۔عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے جس میں مسلمان ایک لونڈی سے بھی زیادہ ذلیل و خوار نظر آئیگا۔(۳۷)

☆ نیک بخت آخرت کے سبب اور بد بخت دنیا کے سبب غمزدہ رہتا ہے۔۔۔۔۔تو ہمیشہ غفلت میں ہے حالانکہ موت تیرے قریب ہے۔۔۔۔۔دنیا کے پیچھے نہ پڑو خواہ ساری دنیا تم سے بغاوت کیوں نہ کر دے۔۔۔۔۔آخرت کی تیاری کیلئے ہمہ وقت فکر کرو۔۔۔۔۔ہمیشہ ظالموں کے دشمن اور مظلوموں کے حامی بن کر رہو۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ گھبراؤ۔۔۔۔۔وضو اچھی طرح کیا کرو؛ کیونکہ وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔۔۔۔۔زکوۃ روکنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ۔۔۔۔۔دین میں تفقہ حاصل کرو۔۔۔۔۔ہر کام میں ثابت قدمی رکھو۔۔۔۔۔ہر وقت اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے رہو۔۔۔۔۔جاہلوں کے معاملے میں بردباری سے کام لو۔۔۔۔۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو اور خود بھی برائیوں سے بچتے رہو۔(۳۸)

☆ اپنے قرابت داروں کا خیال رکھو، اللہ تم پر حساب کو آسان کردے گا۔۔۔۔۔ نماز کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔۔۔۔۔اپنے رب کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرو جب تک تم زندہ رہو وہ تم سے خالی نہ ہو۔۔۔۔۔ زکوۃ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے۔۔۔۔۔اپنے نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت کی

ہے۔ ......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے برے آدمیوں کو حکومت دیدے گا پھر تم دعا کرو گے اور وہ قبول نہیں ہوگی ۔ ...... اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں تم کو دو کمزوروں یعنی تمہاری بیویوں اور تمہارے غلاموں کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔......فقراء اور مساکین کا خیال رکھو اور انہیں اپنے معاش میں شریک کرو۔.........آپس کے تعلقات کی اصلاح عام نماز روزے سے افضل ہے۔ (۳۹)

☆ تو اپنے بیوی بچوں کے شغل کو بہت بڑی مہم نہ بنا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں تو تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بوجھ کیوں کھینچتا ہے۔ (۴۰)

حوالہ جات

(ا) دیوان بدیع البیان، سیدنا علی المرتضیٰ، بدون رقم الطبع، بلدون ناشر، ۱۸۹۲م، صفحہ ۴،۳............ (۲) ایضاً، صفحہ ۷...... (۳) ایضاً، صفحہ ۱۴...... (۴) ایضاً، صفحہ ۲۱ ...... (۵) ایضاً، صفحہ ۲۶...... (۶) ایضاً، صفحہ ۵۱...... (۷) ایضاً، صفحہ ۶۸ ...... (۸) ایضاً، صفحہ ۷۲ تا ۷۴...... (۹) ایضاً، صفحہ ۷۵...... (۱۰) ایضاً، صفحہ ۸۰...... (۱۱) ایضاً، صفحہ ۸۷...... (۱۲) ایضاً، صفحہ ۱۰۰...... (۱۳) ایضاً، صفحہ ۱۰۲...... (۱۴) ایضاً، صفحہ ۱۱۱...... (۱۵) ایضاً، صفحہ ۱۱۳...... (۱۶) ایضاً، صفحہ ۱۱۶...... (۱۷) ایضاً، صفحہ ۱۲۲...... (۱۸) ایضاً، صفحہ ۱۳۱...... (۱۹) ایضاً، صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۶...... (۲۰) ایضاً، صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹...... (۲۱) ایضاً، صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۴...... (۲۲) ایضاً، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷...... (۲۳) ایضاً، صفحہ ۱۵۰...... (۲۴) ایضاً، صفحہ ۱۵۲...... (۲۵) ایضاً، صفحہ ۱۷۳...... (۲۶) ایضاً، صفحہ ۱۷۵ ...... (۲۷) ایضاً، صفحہ ۱۸۹...... (۲۸) ایضاً، صفحہ ۱۹۷، ۲۰۰...... (۲۹) ایضاً، صفحہ ۲۰۳...... (۳۰) ایضاً، صفحہ ۲۱۴...... (۳۱) ایضاً، صفحہ ۲۱۶...... (۳۲) ایضاً، صفحہ ۲۱۸...... (۳۳) ایضاً، صفحہ ۲۱۱ تا ۲۲۶...... (۳۴) حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، امام ابونعیم أحمد بن عبداللہ الاصبھان، صفحہ ۷۳ تا ۷۷ (۳۵) ایضاً، صفحہ ۸۰......
(۳۶) ایضاً، صفحہ ۸۵...... (۳۷) تاریخ الخلفاء، الامام جلال الدین السیوطی، بدون رقم الطبع، بیروت: شرکۃ دارالأرقم بن أبي الأرقم، بدون تاریخ، صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵...... (۳۸) تاریخ الطبری، ابن جریر الطبری، ۱۱۳/۳......
(۳۹) البدایۃ والنھایۃ، الحافظ ابن کثیر، بدون رقم الطبع، بیروت: دارالکتب العلمیۃ بدون تاریخ، ۳۴۰/۷......
(۴۰) کشف المحجوب، علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش)، بار اول، اسلام آباد: انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، ۱۳۷۶ھ، صفحہ ۸۹

مولائے مرتضٰے مولودِ کعبہ

پیش کش: صاحبزادہ سیّد صبغت اللہ شاہ بخاری☆

ولادت باسعادت

وقتیکہ بکعبہ مرتضےٰ شد پیدا — در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبریل ز آسمان فرد و آمد و گفت — فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

(خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ ولادت

۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل جب کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی عمر ۳۰ سال تھی اور سرکار رسالت کی بعثت میں دس سال باقی تھے اور ۶۰۰ء بروز جمعۃ المبارک مولود کعبہ علی مرتضیٰ کی ولادت ہوئی۔

مقام ولادت

جوف بیت اللہ کعبہ زاد اللہ شرفہا (ا) تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیر المومنین علی ابن ابی طالب فی جوف الکعبۃ۔

(مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۳)

اس امر میں اخبار درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں کہ جناب فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا نے سرکار ولایت جناب امیر علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کو وسط بیت اللہ میں جنم دیا۔

كون امير كرم الله وجهه ولد فى البيت امر مشهور فى الدنيا و ذكر فى — "جناب امیر علیہ السلام کی ولادت بیت اللہ شریف میں ہونا، دُنیا بھر میں مشہور ہے

☆ خانقاہ قادریہ، شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان 0300-9422786

کتب الفریقین السنة و الشیعة   اور سنی شیعہ دونوں فرقوں نے اس کا ذکر اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔"

(عینیہ جس کے شارح علامہ ابو موسیٰ مؤلف روح المعانی ہیں)۔

ہم یہاں برادرانِ اہلِ سنت کی ان کتبِ سیر و تاریخ میں سے چند کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔ جن میں جناب امیر علیہ السلام کی خانہ کعبہ میں ولادت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

(۱) مروج الذہب جلد ۵ ص ۱۷۵ یہ کتاب علامہ ابو الحسن علی بن حسین مسعودی کی ہے جن کی وفات ۳۴۶ھ مطابق ۹۵۷ء میں ہوئی۔ ان کی مشہور تالیفات مروج الذہب، معاون الجوہر فی التاریخ، کتاب الاشراف و التنبیہ دورِ حاضر کے مؤرخ اور سیرت نگار علامہ شبلی ان کے متعلق اپنی شہرۂ آفاق تصنیف الفاروق میں لکھتے ہیں۔

"ابو الحسن علی بن حسین مسعودی فنِ تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا وہ دُنیا کی اور قوموں کی تاریخ کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس کی تمام تاریخی کتابیں مل جاتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی افسوس ہے کہ قوم کی بد ذوقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں۔ یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذہب اور دوسری کتاب الاشراف و التنبیہ۔ مروج الذہب مصر میں چھپ گئی ہے۔" (الفاروق حصہ اوّل دیباچہ صفحہ ۸)

مروج الذہب مسعودی علامہ محمد محی الدین عبد الحمید پروفیسر ازہر یونیورسٹی کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مصر میں چھپی ہے۔

(۲) مطالب السؤل فی مناقب آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۳۷ یہ کتاب علامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ کی ہے جن کی ولادت ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں ہوئی اور وفات ۶۵۲ھ مطابق ۱۲۵۴ء میں ہوئی۔ شافعی المذہب ہیں اور اہلِ سنت کے جلیل الشان عالم ہیں۔ علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتا ہے:

"محمد بن طلحہ رئیس صاحب حشمت بزرگ تھے۔ علم مناظرہ و فقہ میں انہوں نے درجہ کمال حاصل کیا، بادشاہ کے وزیر تھے پھر وزارت چھوڑ دی اور زہد اختیار کیا اور اپنے نفس کو مائل ریاضت کر لیا۔" (مراۃ الجنان یافعی جلد ۴ ص ۱۲۸)

ازالۃ الخفا مقصد جلد ۲ ص ۲۵۱ یہ کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ وہ ہمارے برصغیر ہندو پاکستان کے مشاہیر علمائے اہلِ سنت میں سے ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام کی خانہ کعبہ میں ولادت کو صاحب مناقب مرتضوی نے اس طرح بیان کیا ہے:

"در بشائر مصطفیٰ از یزید بن قعنب مروی است کہ من عباس بن عبد المطلب بودم و جمعے از بنی عبد العزیٰ برابر بیت الحرام نشستہ بودند کہ فاطمہ بنت اسد در مسجد کعبہ در آمد در عین طواف اثر قلق بروئے ظاہر شد چون بحال بیرون رفتن نماند گفت خداوند بحرمت این خانہ کعبہ زحمات ولادت بر من آسان گردان دیدم کہ دیوار خانہ کعبہ شق شد فاطمہ درون رفت و روز چہارم جناب امیر را بردست گرفتہ بیرون آمد۔"

(مناقب مرتضوی ص ۱۶۵ مطبوعہ بمبئی)

بشائر مصطفیٰ میں یزید بن قعنب سے روایت ہے کہ میں عباس بن عبد المطلب کے ساتھ تھا اور اولاد عبد العزیٰ کا ایک گروہ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد بیت اللہ میں آئیں عین طواف کی حالت میں ان پر آثار ولادت طاری ہوئے باہر جانے کے لئے وقت نہ تھا۔ حضرت فاطمہ بنت اسد نے دُعا کی۔ خداوند! اس بابرکت خانہ کی حرمت کا واسطہ ولادت کی تکالیف کو مجھ پر آسان فرما۔ راوی کہتا ہے کہ مَیں نے دیکھا کہ دیوار خانہ کعبہ شق ہوئی جناب فاطمہ بنت اسد اندر گئیں اور چوتھے دن جناب امیر کو اپنے ہاتھوں پر لئے برآمد ہوئیں۔

مناقب مرتضوی اس کتاب کے مؤلف میر صالح کشفی ہیں، ان کے متعلق روائح المصطفیٰ ص ۳۸۹ میں لکھا ہے کہ: "یہ صاحب انوار جلیہ اور جامع علوم دینی و

دنیوی تھے۔ ان کے خوارق و کرامات مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں ان کو شاہ نعمت اللہ سے بیعت تھی دیگر سلاسل کی اجازت بھی انہیں حاصل تھی انہوں نے ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ (نفائیس السنن فی ذکر فضائل سیدنا ابی الحسن محمد علی حیدر علوی مطبوعہ مدینہ بجنور)

(۴) سرکار ولایت علی ابن ابی طالب کی خانہ کعبہ میں ولادت کو عالمِ اہلِ سنّت مولوی محمد مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے اس طرح لکھا ہے: ”امیر المؤمنین علی پیدا شد در جوف کعبہ و پیدا نگشت کسے بغیر دے و خدائے تعالیٰ مخصوص گردانید اور ابایں فضیلت و شرف گردانید خانہ کعبہ را باین شرافت در بعضے کتب سیر از برید نقل کردہ، عباس و جمعے از بنی ہاشم و عبد المطلب در مسجد الحرام نشستہ بودیم ناگاہ فاطمہ بنت اسد مادر علی حیدر بہم رسیدہ بطواف خانہ کعبہ مشغول گردید و دراثنائے طواف بدردزہ مبتلا شدہ و آثار ولادت و علامت زائیدن بروے ظاہر گشت طاقتش نماند دیدیم کہ دیوار خانہ کعبہ شق شدد فاطمہ درون رفت ماہر چند خواستیم کہ درون در آئیم میسر نشد روز چہارم علی را بردست گرفتہ بیرون آمد“۔ (وسیلۃ النجاۃ ص ۶۰ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ: ”حضرت علی عین کعبہ بیچوں بیچ پیدا ہوئے آپ کے سوا کوئی کعبہ میں پیدا نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ خاص فضیلت یہ آپ کو ہی بخشی اور کعبہ کو آپ کی جائے ولادت بنا کر معزز و سرفراز کیا کتب سیر میں بربد سے منقول ہے کہ میں عباس اولاد ہاشم و عبد المطلب کے کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ حضرت فاطمہ بنت اسد مادر حضرت علی حیدر آئیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگیں۔ دورانِ طواف میں دردزہ عارض ہوا اور علامات وضع حمل نمایاں ہوئیں طاقت بدن کی جاتی رہی اور دیکھا میں نے کہ دیوار خانہ کعبہ کی شق ہوئی اور فاطمہ اندر گئیں ہم لوگوں نے ہر چند چاہا کہ اندر جائیں مگر اندر جانا ممکن نہ ہوا۔ چوتھے روز فاطمہ اپنے فرزند کو لئے ہوئے برآمد ہوئیں۔“

(۵) دور متاخر کے جلیل الشان سُنّی محدث شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی جناب علی مرتضیٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: از مناقب وے (علی) کہ درحین ولادت او ظاہر

گشت یکے آں است کہ در جوف کعبہ معظمہ تولد یافت فقد تواتر الاخبار ان فاطمہ بنت اسد ولدت امیر المومنین علیاً۔ (فی جوف الکعبۃ“ (ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۵۱)

ترجمہ: ”منجملہ فضائل حضرت امیر المومنین علیہ السلام جو وقت ولادت ظاہر ہوئے ایک یہ بھی ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے بیچوں بیچ پیدا ہوئے، اس بات میں حدیثیں حدِ تواتر تک پہنچیں ہوئی ہیں۔ کہ جناب فاطمہ علیہا السلام نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو جوفِ کعبہ میں جنم دیا۔“

خانہ کعبہ بیت اللہ شریف یعنی مولد حضرت علی کا نقشہ:

طول: حجر اسود سے رکن شامی تک: ۳۲ گز

عرض: رکن شامی سے رکن غربی تک: ۲۲ گز

طول: رکن غربی سے رکن یمانی تک: ۳۱ گز

عرض: رکن اسود سے رکن یمانی تک: ۲۰ گز

بلندی: زمین سے چھت تک: ۹ گز

اپنی اس ولادت کی شان کو جناب امیر علیہ السلام نے خود مدح سرکار رسالت فرماتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عترتہ خیر العتر و اسرتہ خیر الاسر شجرۃ خیر الشجر نبتت فی حرمٍ و سبقت فی کرمٍ لھا فروع طوال و ثمرۃ لاتنال

(نھج البلاغہ ج ۱ نمبر ۹۰ ص ۱۸۵، ۱۸۶ مطبوعہ مصر)

”سرکارِ رسالت کی عترت بہترین عترت ہے، ان کا خاندان بہترین خاندان ہے۔ ان کی اولاد کا شجرہ نسب بہترین شجرہ نسب ہے۔ جو حرم یعنی خانہ کعبہ میں اُگا اور جو اللہ کے فضل و کرم سے پھولا پھلا اس کی شاخیں دراز اور پھل ایسے بے نظیر ہیں کہ کوئی ان تک پہنچ نہیں سکتا۔“

خانۂ کعبہ میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کا پیدا ہونا علی علیہ السلام کی عظمت و رفعت کی ایک ایسی مثال ہے جس میں رہتی دُنیا تک کوئی شریک و سہیم نہیں ہے اسی لئے علی علیہ السلام علی علیہ السلام ہیں۔

تمام تاریخیں بتلاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ولادت کے بعد تین دن تک آنکھیں بند رکھیں۔ سب سے پہلے جس کی گود میں آنکھیں کھولیں وہ سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات قدسی صفات تھی۔ آپ کی نگاہیں سب سے پہلے چہرہ نبوی پر پڑیں۔ آنکھیں کھولیں تو جمال محمدی دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت نبوی تیور کہہ رہے ہوں گے ھَل جزاء الاحسان الا الاحسان نیکی کی جزا نیکی ہے اے علی علیہ السلام تم نے میرا چہرہ دیکھنے کے لئے آنکھیں بند رکھیں اب ضروری ہے کہ چہرہ پر نظر کرنا عبادت بن جائے فرمایا النظر الی وجهه علی عبادة۔ سرکار رسالت نے اپنے لعاب دہن سے جناب علی مرتضیٰ کو پہلی غذا دی اور زبان رسول چوس چوس کر پرورش پائی سایہ عاطفت محمد ﷺ عربی تربیت کے لئے ملا یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے آغوش رسالت میں پہنچ کر قبل نزول قرآن سورۂ المومنون کی تلاوت فرمائی۔

نام وکنیت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کتاب مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نام اوست ابو الحسن و ابو تراب کنیت او ابن عم رسول اللہ ﷺ برادر او بمواخات و زوج فاطمہ بتول سیّدۃ النساء و ابو السبطین الحسن و الحسین علیہ السلام سیّدی شباب اہل الجنۃ و بود اسم وی علی و گفتہ اند کہ نام کردہ بود اورا مادر وے فاطمہ بنت اسد حیدرہ بنام پدرش اسد و حیدرہ نام اسد است و چوں قدوم آورد ابو طالب مکروہ پنداشت ایں نام را پس تسمیہ کرد بعلی۔ محدث دہلوی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ تسمیہ کرد است اورا پیغمبر ﷺ بصدیق کما فی الریاض النضرۃ و تکنیہ کردہ است بابی الریحانین و نیز لقب کردہ است بہ بیضۃ البلد۔ و بامین و بشریف بہادی و بمہدی و بدن الاذن الواعیہ و یعسوب الامۃ۔

ولادت کے بعد آپ کی مادر گرامی نے آپ کا نام اسد و حیدر جناب ابو طالب نے زید اور خدا اور رسول نے علی علیہ السلام رکھا۔ سبط ابن جوزی لکھتے ہیں کہ عطاء کا قول ہے کہ علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ نے ان کا نام حیدر رکھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن جناب علی علیہ السلام نے اپنے رجز میں مرحب کے مقابلہ میں فرمایا تھا۔
ان الذی سمتنی امی حیدرۃ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔
(تذکرہ خواص الامہ) بعضوں کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ابھی دودھ پیتے بچے ہی تھے اور تنہا گہوارہ میں تھے آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف تھیں ان کا گھر مکہ میں ایک پہاڑ کے پہلو میں تھا کہ ایک قوی الجثہ سانپ پہاڑ سے اُترا اس نے جناب امیر علیہ السلام کو کاٹنا چاہا۔ جناب امیر علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ ان کے ہاتھ میں مر گیا جب ان کی والدہ آئیں اور سانپ کو مرا ہوا دیکھا کہنے لگیں حیاک اللہ اے میرے شیر خدا تجھے زندہ رکھے۔ اس وجہ سے نام حیدر مشہور ہو گیا۔
(مناقب آل صحابہ) (زندہ باد تصرمات علی ابن ابی طالب علیہ السلام)

حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ یہ بھی مشہور ہے کہ جناب ابو طالب نے اپنے جدّ اعلیٰ جامع قبائل عرب قصیٰ کے نام پر جناب امیر علیہ السلام کا نام زید رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے نام کے متعلق پوچھا جناب ابو طالب اور جناب فاطمہ بنت اسد نے بتلایا کہ زید اور اسد نام رکھا ہے حضور نے فرمایا نہیں علی علیہ السلام نام رکھو فاطمہ بنت اسد یہ سُن کر کہنے لگیں بخدا میں نے ایک روز ہاتف غیبی سے اس بچہ کا نام بھی سنا تھا۔ (روضۃ الشہداء) مناقب کی کتابوں میں تسمیہ علی ابن ابی طالب کا ذکر اس طرح موجود ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر اس طرح دُعا کی کہ ماذیٰ تریٰ اسم ھذ الصّبیٰ میرے معبود تیرے نزدیک اس بچے کا کیا نام ہے۔ فھتف ھاتف من السماء آسمان سے غیب کی ندا دینے نے اس طرح ندا دی۔ اسمه فی شوا مخ العلا۔ علیٌ اشتق من العلی۔ یعنی بلند دُنیا کی بلند چوٹیوں میں اس بچہ کا نام علی علیہ السلام ہے جو میرے نام علی سے مشتق ہے پس آپ کا نام علی علیہ السلام ہے۔ جو اللہ کے

نام سے مشتق ہے۔ اللہ کا نام لینا عبادت ہے پس علی علیہ السلام علی علیہ السلام کرنا عبادت ہے اور علی علیہ السلام علی علیہ السلام پکارتے ہوئے علی علیہ السلام پسر ابو طالب کا تصور ہونا چاہئے کیونکہ اللہ مشتق ہے اشتقاق کرنے والا ہے اور نام علی علیہ السلام اللہ کے نام سے مشتق ہے پس علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا نام ہمہ وقت لینا عبادت ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور القابات یہ ہیں:

امام البررہ۔ صدیق اکبر۔ فاروق امت۔ وصی رسول۔ ولی اللہ۔ کاشف الکرب، خلیفہ۔ وزیر۔ نفس رسول۔ حجۃ اللہ، قسیم النار و الجنۃ۔ ہادی۔ باب حطہ۔ کلمۂ باقیہ۔ ساقی کوثر۔ صاحب حوض۔ ایمان کُل۔ صاحب لواء الحمد۔ مشکل کشا وغیرہ۔ ان تمام اسماء کا ذکر کتب معتبرہ میں پایا جاتا ہے۔

تربیت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تشکیل سیرت اور تعمیر کردار میں تربیت کو دخل عظیم ہے کیونکہ فطرت کا یہ تقاضہ ہے کہ بچپنا جس ماحول میں گزرے اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی تربیت شروع ہی سے جناب رسول خدا ﷺ کرنے لگے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کعبہ میں پیدا ہوئے تین دن تک جناب فاطمہ بنت اسد کعبہ میں رہیں در کعبہ بند رہا اس دوران در کعبہ کھولنے کی کوششیں کی گئیں مگر در کعبہ وا نہ ہو سکا۔ عین پشت کعبہ کو جہاں دیوار کعبہ میں ایک نیا در بنا تھا جناب رسول خدا ﷺ تشریف لائے۔ دیوار کعبہ میں پھر در بنا اور فاطمہ بنت اسد مولود کعبہ کو آغوش میں لئے ہوئے کعبہ سے باہر آئیں اور مولود کو پیغمبر اسلام ﷺ کی آغوش مبارک میں دیدیا۔ پہلی غذا جو علی علیہ السلام ابن ابی طالب کو ملی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ روایات سے ثابت ہے کہ دوسرے دن دودھ پلانے والی عورت بلائی گئی، مگر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے کسی کے پستان کی طرف رغبت نہ کی۔ آنحضرت ﷺ کو پھر بلایا گیا اور حضرت نے اپنی زبان مبارک بچے کو چوسائی اور آنحضرت ﷺ اس وقت تک زبان چوساتے رہے جب تک خدا کو منظور ہوا۔ (ارج

المطالب ص ۴۴۵۔۴۶) ، حیدر علی حنفی السیرۃ العلویہ ص ۲۰ حصہ اوّل) امیر المومنین کا گوشت پوست ہڈیاں اور بدن میں لعاب دہن رسول پیوست ہو گیا تھا۔ علامہ ابن خلدون کی تحقیق یہ ہے کہ ایک مورث کی شرافت و نجابت، حسن کردار و سیرت چار پشتوں تک باقی رہتا ہے اب ذرا غور فرمایئے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خاندان ملا تو ایسا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر جناب ابو طالب تک سب کے سب آباء و اجداد علی الاتصال حسب و شرافت کے صدر نشین رہے ہیں اور اس کی آغوش تربیت ملی کہ جو بعثت سے پہلے صدیق و امین عرب تھے۔ صدیق ہونا صداقت قولی اور امین ہونا عمل کی نشانیاں ہیں اور سیرت میں بھی دو ہی پہلو ہوتے ہیں قول اور عمل چنانچہ علی کا قول نبی ﷺ کا قول علی علیہ السلام کا عمل نبی ﷺ کا عمل ہے یہ ہے تربیت کا اثر کہ جو نہ صرف علی میں پایا جاتا ہے بلکہ اولاد علی علیہ السلام میں تا قائم آل محمد صلوات اللہ علیہ قول و عمل نبوی کار فرما ہے۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے علی ابن ابی طالب کو زبان چوسائی۔ خود غسل دیا اور بچہ کو لینے کے لئے بالقاء خداوندی کعبہ تشریف لائے۔ ایسا کیوں کیا؟ کیا چچا زاد بھائی ہونا ان افعال خصوصی کا محرک تھا۔ جعفر و عقیل بھی تو پسران ابو طالب تھے مگر آنحضرت نے ان کو زبان نہیں چوسائی اور نہ اس طرح تربیت کی۔ آنحضرت ﷺ کا تربیت علی علیہ السلام کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ خلیفہ رسول ﷺ بننے کے لئے تربیت زیر رسول ہونا لازمی ہے کیونکہ بچپنے میں جو نقوش لوح دل و دماغ پر اُبھر آتے ہیں وہ آخر دم تک باقی رہتے ہیں اور یہ تربیت صرف مادی حیثیت کی نہ تھی بلکہ اس تربیت میں عالم علم لدنی نے علم لدنی تعلیم فرمایا تھا خود جناب امیر المومنین نے مقام فخر میں ارشاد فرمایا ہے علمنی رسول اللہ صلعم الف باب من العلم ففتح لی من کل باب الف الف باب یعنی مجھے جناب رسول خدا نے علم کے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لئے کھل گئے اور یہ علوم ربانیہ و نبویہ اس طرح تعلیم ہوئے کہ امیر المومنین فرماتے ہیں زقنی رسول اللہ

زقا زقا۔ کہ مجھے رسول خدا ﷺ نے اس طرح بھرایا جیسے پرندہ اپنے بچے کو بھراتا ہے یہیں سے اندازہ فرمایئے کہ تشکیل سیرت اور تعمیر کردار علی علیہ السلام کتنی حسین ہوگی۔ اس قدر حسین کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ذکرُ علیٍ عبادۃ یعنی علی کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ آنحضرت ﷺ تو یہ ارشاد فرمائیں کہ علی علیہ السلام کا ذکر کرنا عبادت ہے اور مخالفین کہتے ہیں کہ تولہ بھر زبان سے مولائی ہر وقت علی علیہ السلام علی علیہ السلام علی علیہ السلام کرتے رہتے ہیں۔ علی علیہ السلام علی علیہ السلام کرنا کام نہ آئے گا۔ ایسا کہنے والے دراصل تکذیب رسول ﷺ کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ذکر علیٍ عبادۃ اور ذکر کا تعلق زبان سے ہے پس علی علیہ السلام علی علیہ السلام کہنا عبادت ہے اور اس کا اجر بارگاہ خدا سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

ابو الحجاج نے جبیر سے روایت کی ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے حق میں خدا کی نعمت تھی اور خدا نے علی علیہ السلام کے حق میں نیکی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اہل مکہ کو شدید قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ ابو طالب کثیر العیال تھے۔ جناب رسول خدا نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے چونکہ وہ ان دنوں بنی ہاشم میں زیادہ مالدار تھے کہا کہ چچا ابو طالب علیہ السلام بڑے عیالدار ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت لوگوں کو کیا مصیبت پیش آ رہی ہے تم ہمارے ساتھ ابو طالب کے پاس چلو تاکہ ہم ان کے عیال بانٹ لیں۔ ان کا ایک لڑکا میں لے لوں اور ایک تم لے لو اور پھر ہم دونوں کی کفالت و پرورش کریں۔ عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے بہت بہتر رائے ہے۔ دونوں مل کر جناب ابو طالب کے پاس گئے اور کہنے لگے ہم آپ کو عیال کے بوجھ سے کسی قدر سبکدوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ قحط کے اثر سے آپ محفوظ رہیں۔ جناب ابو طالب علیہ السلام نے کہا کہ عقیل کو میرے واسطے چھوڑ دو۔ جناب رسول خدا ﷺ نے علی کو اور جناب عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو لے لیا۔ اس طرح جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی تربیت و معیت میں رہے اور یہ نعمت خداوندی حاصل کی اور جب قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو والذین معہٗ کا مصداق بن گئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی تربیت کچھ اس انداز سے ہوئی کہ علی علیہ السلام نبی

ﷺ کے رنگ میں رنگ گئے اور بہ تعلیم و تربیت رسول جوہر وصابت کے حامل ہو گئے، امیر المومنین کی پاکیزہ سیرت میں جس طرح حقوق اللہ کی حفاظت نظر آتی ہے۔ اسی طرح حقوق العباد کی حفاظت بھی کارفرما ہے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہمارے لئے مثالیہ ہیں۔

حلیہ مبارک

یہ مسلمہ امر ہے کہ چہرہ آئینہ حُسن بشری ہوتا ہے بلکہ تشکیل سیرت اور حُسن کردار کے آثار بھی چہرہ ہی سے ہویدا ہوتے ہیں وہ ذات پاک کہ جو جسم و جسمانیات سے مبرہ منزہ ہے مگر اس نے بھی لفظ "وجہ" اپنے لئے پسند فرمایا ہے: قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝ (پ ۱۷ آیت نمبر ۱۱) ہر ایک شے فنا ہونے والی ہے مگر ربِّ ذوالجلال والاکرام کا چہرہ ذات باقی رہنے والی ہے۔ کیونکہ چہرہ ہی سے معرفت ہوتی ہے وجہ بمعنی چہرہ اور امت مسلمہ میں جناب امیر المومنین کا لقب بھی وجہ اللہ ہے اور اسی لئے آں جناب کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے چنانچہ طبرانی و حاکم و ابن المغازلی اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود عمران بن حصین سے اور ابن عساکر ابوبکر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ و معاذ بن جبل و جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ و انس رضی اللہ عنہ وثوبان و اُمِ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے الحاکم ابویعلی سے دیلمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن السمان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

(ملاحظہ ہو ارجح المطالب اور تمام کتب معتبرہ اسلامیہ)

ارجح المطالب ص ۲۹۵ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ استیعاب عبد البر میں ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک خوبصورتی میں چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔ نور الابصار ص ۶۹ میں ہے آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔

آپ کا قد مبارک

جس طرح انسان کا طویل القامت ہونا معیوب ہے۔ اسی طرح پستہ قد ہونا بھی معیوب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خُداوند عالم نے نہ طویل القامت قرار دیا تھا اور نہ پستہ قد رکھا تھا۔ نور الابصار ص ۶۶ میں ہے حضرت علی علیہ السلام کا قد مبارک میانہ سے کچھ کھلتا ہوا تھا۔ ارجح المطالب ص ۲۹۵ میں ہے جناب امیر میانہ قد سے کچھ اُونچے تھے۔ تاریخ میں جہاں آپ کا حلیہ مبارک بیان کیا گیا ہے آپ کے قد کے بارے میں لفظ ربعہ آیا ہے جس کے معنی میانہ قد کے ہیں۔ المنجد ص ۲۴۶ وصراح جلد ص ۱۵ مذکورہ عبارت میں لفظ فوق بھی مذکور ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ میانہ قد سے بھی کچھ اُونچے تھے۔ اَب ایسی صورت میں آپ کو پستہ قد کہنا کس قدر افسوس ناک ہے۔

آپ کا رنگ

نور الابصار ص ۶۹ طبع مصر میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سانولہ رنگ کے آدمی تھے۔ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وہ رنگ میں گندم گون ہے۔ ارجح المطالب ص ۲۹۵ میں بحوالہ اسد الغابہ رزارہ ابن سعد العینی سے منقول ہے کہ میں نے اپنے والد سے حضرت علی علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے ہوئے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تم ان کو دُور سے دیکھتے تو سبزہ رنگ معلوم ہوتے تھے اور جب گہری نظر کر کے قریب سے دیکھتے تو کھلتا ہوا گندمی رنگ دکھائی دیتا۔

سر اور سر کے بال

آپ کے حُسن و جمال اور آپ کے قد مبارک اور رنگ اقدس پر روشنی ڈالنے کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں آپ کے حلیہ کے سلسلہ میں جسمی تشریحات پیش کر دی جائے لیکن عرض کرنا ضروری ہے کہ جو کچھ بیان کیا جا رہا

ہے وہ کتب اہلِ اسلام سے تمسک کا نتیجہ ہے یعنی جو کتابوں میں موجود ہے ہم اسے پیش کر رہے ہیں۔ بہرحال آپ کا سر مبارک نہایت مناسب تھا نہ بہت بڑا تھا اور نہ چھوٹا تھا آپ کے سر اقدس کے بال سفید تھے اور آپ کی پیشانی کھلی ہوتی تھی۔ جیسا کہ مطالب السئول صفحہ ۴۱، نور الابصار صفحہ ۶۹ میں ہے۔

آپ کی چشم مبارک

نور الابصار صفحہ ۶۹ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم موٹی موٹی آنکھوں والے تھے، ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ آپ کی آنکھیں بڑی اور سیاہ اور خواب آلود تھیں۔

آپ کی ریش اقدس

مطالب السئول صفحہ ۴۱ میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی نہایت ہی چوڑی تھی، جس پر آپ نے کبھی خضاب نہیں فرمایا۔ استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی میں بہت زیادہ بال تھے۔ یعنی ڈاڑھی گھنی تھی، ارجح المطالب صفحہ ۲۹۶ میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی اس قدر گھنی تھی کہ کندھوں کی طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں تک ہمارے مسلمات کا تعلق ہے حضرت علی علیہ السلام کی ڈاڑھی گھنی اور عریض ہونے کے باوجود ایک مشت تھی۔

آپ کی گردن

ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ آپ کی گردن ایک چاندی کی صراحی کے مانند تھی، یعنی آپ کی گردن صراحی دار تھی اور صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے چاندی کی بنی ہوئی ہو۔ ارجح المطالب صفحہ ۲۹۶۔

آپ کے کندھے

امام شبلنجی نور الابصار کے صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں۔ آپ کے دونوں کندھوں کی

ہڈی اور آپس کی مسافت میں چوڑائی تھی اور ایسی ہڈیاں تھیں جیسے شیر درندہ کی ہوتی ہیں یعنی چوڑی اور نرم ہڈیاں تھیں۔ (صراح جلد ا صفحہ ۴۶۷) اسد الغابہ میں ہے آپ نہایت مستحکم اور مضبوط کندھوں والے تھے۔ مقصد یہ کہ آپ کے کندھے مضبوط اور آپ کا سینہ چوڑا تھا۔ ربیع الابرار میں ہے کہ آپ شیر بیشہ شجاعت تھے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ آپ کے سینہ پر بال بکثرت تھے۔

آپ کے بازو

ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ آپ کے بازوؤں اور کلائیوں میں زیادہ فرق نہ تھا۔ استیعاب اور ارجح المطالب ص ۲۹۶ میں ہے آپ کی کلائی اور بازوؤں میں فرق نہ تھا۔ یعنی دونوں ایک سے تھے اور نہایت ٹھوس اور مضبوط تھے۔ اسد الغابہ میں ہے آپ کے بازو بھرے ہوئے اور کلائیاں باریک تھیں۔

آپ کی کلائیاں ہتھیلیاں اور پنجے

حضرت علی علیہ السلام کی کلائیاں نہایت مضبوط مستحکم اور بھری ہوئی تھیں۔ علامہ شبلنجی نور الابصار کے صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں کہ آپ کی کلائیاں سخت مضبوط اور مستحکم گرفت والی تھیں۔ صراح جلد ا ص ۳۷۵، علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں: کلائیاں آپ کی مضبوط تھیں۔ جب کسی کی گردن آپ خود پکڑ لیتے تھے تو اس کا گلا اس طرح گھونٹ جاتا تھا کہ وہ سانس نہیں لے سکتا تھا۔ ان کی کلائی اور ہاتھ سخت تھے، جب جنگ کو جاتے تھے تو ٹھنڈے دل کے ساتھ جاتے تھے۔ وہ ایسے بہادر تھے کہ جس سے جنگ کی فتحیاب ہوئے۔ (ارجح المطالب ص ۲۹۶)

آپ کا شکم مبارک اور ارجح المطالب کی ردّ

حضرت علی علیہ السلام ایک عظیم الشان عالم علم لدنی تھے وہاں ایک عظیم المرتبت اور بیمثل بہادر بھی تھے۔ علماء کے بیان کے مطابق اور اُن کے عملی اثرات کے پیشِ نظر یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ شیر بیشہ شجاعت اور اسد اللہ تھے، آپ ہر جنگ

اسلامی میں شریک رہے ہیں اور ایسی جنگ کی ہے کہ دُنیا لوہا مانے ہوئے ہے۔ جنگ بدر سے لے کر جنگ صفین و جمل تک آپ کی ذوالفقار نے فتح حاصل کی ہے، لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار آپ کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہے۔ بہرحال دُنیا کو اس کا اعتراف ہے کہ آپ سے بڑا بہادر پیدا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ پھر ایسی صُورت میں آپ کے لئے یہ کہنا کہ جناب امیر علیہ السلام تندلیے بڑے پیٹ والے تھے۔ (ارجح المطالب ص ۲۹۵) کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا روحانی حلیہ

حضرت علی علیہ السلام کی شکل و شباہت کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنے کے بعد جی چاہتا ہے کہ آپ کا ایک مختصر ترین روحانی حلیہ بھی پیش کر دیا جائے اور بہتر ہوگا، اگر اسے ایک دشمن کی تصدیق کے ساتھ بیان کیا جائے۔ بنا بریں عرض ہے کہ کتاب استیعاب، کنز العمال اور صواعق محرقہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے ضرار صدائی سے کہا کہ اے ضرار مجھ سے علی علیہ السلام کے اوصاف بیان کر ضرار نے کہا اے امیر مجھ کو اس سے معاف رکھ، معاویہ نے کہا تجھے ضرور ان کے اوصاف بیان کرنا ہونگے۔ ضرار نے کہا کہ جبکہ مجھے اُن کے اوصاف بیان کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو (سُن) واللہ وہ دور کے کام والے اور بڑی قوتوں والے تھے۔ بزرگی سے بات کرتے تھے اور عدل سے حکم دیتے تھے۔ علم کا دریا اُن کے دل سے موجزن تھا، حکمت ان کی زبان بولتی تھی۔ وہ دُنیا اور دُنیا کی خوبیوں سے گریز کرتے تھے وہ اندھیری رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ وہ رونے کو پسند کرتے تھے، اور دُور دراز فکر میں ڈوبے رہتے تھے، ان کو کپڑا چھوٹا اچھا لگتا تھا اور ان کو کھانے میں کرخت چیز بھلی معلوم ہوتی تھی۔ وہ ہم میں ہمارے جیسے تھے۔ وہ ہم کو جواب دیتے تھے جب ہم ان سے پوچھتے تھے۔ وہ ہمارے پاس آتے تھے جب ہم اُن کو بلاتے تھے۔ خُدا کی قسم ہے کہ باوجود ان کے قرب کے ہیبت کی وجہ سے اُن سے کلام نہیں کر سکتے تھے اور اہل دین کی تعظیم کرتے تھے۔ مسکینوں کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ ان کے خوف سے کوئی

زبردست اپنی بیہودگی کی خواہش دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ ضعیف ان کے عدل سے ناامیدی کا منہ نہیں دیکھتا تھا۔ میں نے ان کو بعض مقامات پر دیکھا جبکہ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ستارے سیاہی میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور نرم آواز سے رو رہے تھے اور فرما رہے تھے، اے دُنیا! میرے سوا کسی اور کو فریب دے، میرے کیوں سامنے آئی ہے، یا کیوں مجھ سے شوق رکھتی ہے۔ افسوس! افسوس! میں نے تجھے تین طلاق دی ہیں۔ جن میں ہرگز رجعت کی گنجائش نہیں۔ تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیرے دکھ بہت بڑے ہیں۔ آہ! آہ تھوڑا زاد ہے اور دُور کا سفر ہے۔ امیر معاویہ یہ سُن کر رونے لگے اور کہنے لگے خدا ابوالحسن پر رحم کرے واللہ وہ ایسے ہی تھے۔ ربیع الابرار میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام چودھویں رات کے چاند اور بن کے شیر۔ موج آور دریا اور صبح کے برستے ہوئے شبنمی ابر تھے۔

فرش پر اترا ہوا عرشِ بریں کا چاند ہے
چاند رہتا ہے جہاں پہ، یہ وہیں کا چاند ہے
معجزے☆ کے منکرو کعبے میں جا کر دیکھ لو
تیرہویں کی رات ہے اور چودھویں کا چاند ہے

☆ (معجزے کا صرف لفظی معنی مراد لیا جائے)

مولودِ کعبہ

☆ ناصبیت کا تعارف...... علامہ قاری ظہور احمد فیضی

☆ امام نسائی پر شیعیت کا الزام اور اس کا ردّ......
شیخ الحدیث پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی حضرت مولوی جی صاحب پشاوری

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام و مرتبہ...... علامہ سید عظمت علی شاہ گیلانی

ناصبیت کا تعارف

علامہ قاری ظہور احمد فیضی☆

نواصب ایسے مسلم نما دشمنانِ اہل بیت ہیں جو اہل اسلام میں رہ کر اہل بیت اطہار کے خلاف نفرتوں کا بیج بوتے رہتے ہیں اور حبِ اہل بیت کو شیعیت، رافضیت اور ضعیف الاعتقادی وغیرہ باور کرانے کی کوشش میں رہتے ہیں مگر افسوس کہ اکثر لوگ ان سے ناواقف ہیں۔

ڈاکٹر سید رضوان علی الندوی لکھتے ہیں:۔

"ناصبیت کیا ہے؟ بہت سے پڑھے لکھے بھی اس کو نہیں جانتے ہیں، جبکہ شیعیت اور خارجیت کو سبھی لوگ جانتے ہیں، ناصبیت درحقیقت شیعہ کے بالکل برعکس ایک انداز فکر اور عقیدہ ہے اور یہ خارجیت سے پیداشدہ ہے اس کا ایک پہلو (Offshoot) ہے۔" (خانوادۂ نبوی وعہد بنی امیہ حقائق واوہام ص۳۴، ۳۵)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

"اُن خارجیوں کے برعکس جو شروع میں اہل سنت اور شیعہ سب کو کافر کہتے تھے، ناصبی اُن کی وہ شاخ (offshoot) ہے جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی اولاد یعنی اہل بیت سے ہی عداوت رکھتے ہیں اور یہ حضرت معاویہ، یزید اور دیگر امویوں سے محبت رکھتے ہیں۔" (خانوادۂ نبوی وعہد بنی امیہ حقائق واوہام ص ۳۸)

عداوتِ نواصب کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ حتی الامکان اہل بیت کو موردِ الزام اور سراپا عیب دکھلانے کی کوشش میں رہتے ہیں بلکہ اُن کی خوبیوں کو عیب بنا کر پیش کرتے ہیں اور جو لوگ اہل بیت کے مدمقابل آئے ان کی فضیلت میں

☆ ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ لاہور مکتبہ باب العلم، جامعہ علی المرتضیٰ شریف پورہ لاہور 0300-4881239

زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں اور ان کی خطاؤں اور کوتاہیوں کو الٹا اہل بیت کی خطا قرار دیتے ہیں۔ ہمارے دور میں نواصب نے بہت خوش نما ناموں سے تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں جن کا کام نام کے برعکس ہے۔ ایسی بعض تنظیموں کی دوغلہ پالیسی پر اظہار رنج کرتے ہوئے معروف مصنف مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب نے لکھا ہے:۔

”شخصی آزادی کے اس دور میں اُن کو تقیہ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں، صاف کھل کر کہنا چاہئے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں، یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہیں، ہمارے نزدیک علی و حسین پسندیدہ شخصیتیں نہیں اس لیے ہم ان پر طعن و تشنیع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں جس طرح روافض کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر تبرا کرنے کا حق ہے اسی طرح علی وحسنین رضی اللہ عنہم ان حضرات ثلاثہ پر تبرا کرنے کا ہم کو بھی حق ہے، ہم نے علی و آل علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے، اس لیے ہم ناصبی ہیں۔“ (حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۲۱۶)

ناصبیت کا نمونہ

ہمارے دور کے بعض نواصب کی ناصبیت کا نمونہ یہ ہے کہ ایک ہی بات اُن کے نزدیک اہل بیت کے لیے عیب ہے اور غیر اہل بیت کے حق میں منقبت اور فضیلت ہے۔ چنانچہ کتبِ حدیث وتاریخ میں آیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کعبہ معظمہ میں ہوئی تھی، آپ کے علاوہ یہ فضیلت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے مگر نواصب کے نزدیک یہ بات مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے عیب اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے لیے منقبت اور فضیلت ہے۔ چنانچہ ایک ناصبی لکھتا ہے:۔

”حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علی کعبہ میں پیدا نہیں ہوئے۔ یہ شیعہ حضرات کی گھڑی ہوئی روایت ہے، لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کعبہ کے

اندر پیدا ہوئے تو پھر بھی فخر کی بات نہیں کیونکہ اس وقت کعبہ ایک بت خانہ بنا ہوا تھا۔ اس میں بعض روایات کے مطابق ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ابوطالب اپنی بیوی فاطمہ بنت اسد کو دروزہ سے خلاصی کے لیے بتوں کے سامنے لے گئے ہوں، وگرنہ کوئی تک نہیں کہ ایک عورت بچے کی پیدائش کے لیے خانہ کعبہ میں جائے اور وہاں غلاظت پھیلائے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بیت اللہ میں صرف سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیعہ حضرات نے ویسے ہی مشہور کر دیا ہے کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

حكيم بن حزام الصحابي و من مناقبه أنه ولدفي الكعبة قال بعض العلماء ولايعرف أحد شاركه احد.

”حکیم بن حزام صحابی رسول ہیں۔ ان کے مناقب میں یہ بھی ہے کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں اس فضیلت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔“

(نووی شرح مسلم جلد۲)

(امیر المؤمنین سیدنا علی ۴۹، ۴۸)

قارئین کرام! آپ اپنے ذہن کو اس طرف مت لیجائیے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت مقدسہ کعبہ معظمہ میں ہوئی یا نہیں، آپ فقط اس شخص کے لب و لہجہ پر توجہ فرمائیے اور غور کیجئے کہ اس کے لب ولہجہ میں کس قدر واضح تفاوت ہے؟؟

اس سے پوچھئے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے لیے جو بات منقبت اور فضیلت ہے بعینہٖ وہی بات مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لیے کیونکر فضیلت نہیں۔

اس سے یہ بھی پوچھئے کہ کیا حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت کسی قسم کی غلاظت پھیلنے کا امکان نہیں تھا؟

اس سے یہ بھی پوچھئے کہ اس کے بقول حضرت سیدتنا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

کو تو حضرت ابوطالب [رضی اللہ عنہ] دردِ زہ کی خلاصی کے لیے بتوں کے پاس لے گئے ہوں گے، لیکن حضرت حکیم بن حزام [رضی اللہ عنہ] کی والدہ کیا کرنے گئی ہوں گی یا انہیں کیوں لے جایا گیا ہوگا؟

بعض نواصب کا یہ جملہ کس قدر زہریلا ہے؟

''ہوسکتا ہے کہ ابوطالب اپنی بیوی فاطمہ بنت اسد کو دردِ زہ سے خلاصی کے لیے بتوں کے سامنے لے گئے ہوں۔''

نواصب ''ہوسکتا ہے'' وغیرہ جملوں سے جو گمراہی پھیلانا چاہتے ہیں وہ انہیں پر ہی لوٹ کر رہے گی۔ اہل سنت کا عقیدہ اس قسم کے جملوں سے متزلزل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اہل سنت عقل پر کم نقل پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور کتب سیر و تاریخ میں منقول ہے کہ حضرت ابوطالب ہر مشکل گھڑی میں محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور اُن کے رب کی طرف رجوع فرماتے تھے اسی لیے بت پرست لوگ اس مقدس خانوادہ کے محتاج ہوتے تھے۔ چنانچہ امام سیوطی [رحمۃ اللہ علیہ] لکھتے ہیں:

''امام ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں مکۃ المکرمۃ آیا اور اُس وقت قریش بارش نہ ہونے کے باعث سخت قحط سالی کا شکار تھے، اُن میں مشورہ ہو رہا تھا، کسی شخص نے کہا: لات اور عزیٰ سے التجا کرو، ایک اور شخص نے کہا ''مناۃ'' کا وسیلہ پکڑو۔ اتنے میں ایک باوجاہت، خوبصورت اور عمدہ سوچ والے شخص نے کہا: کن سوچوں میں بھٹک رہے ہو، حالانکہ تم میں حضرت ابراہیم اور اسماعیل [علیہم السلام] کی نسل باقی ہے؟ وہ کہنے لگے: کیا اس سے تمہاری مراد حضرت ابوطالب ہیں؟ اُس نے کہا ہاں۔ ابن عرطفہ کہتے ہیں پس وہ سب لوگ چلے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم نے حضرت ابوطالب کے کاشانۂ اقدس پر دستک دی تو آپ باہر تشریف لائے، سارے لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوکر عرض کرنے لگے: یا اباطالب! وادیٔ مکہ شدید قحط کی لپیٹ میں ہے اور اہل وعیال سختی کا شکار ہیں برائے کرم آپ

ہمارے ساتھ چلیں اور بارش کے لیے دُعا فرمائیں۔ حضرت ابوطالب چلے تو ایک خوبرو لڑکا بھی ان کے ساتھ تھا، وہ اپنے روشن چہرہ کی بدولت یوں لگ رہا تھا جیسے آفتاب بدلی سے نکل رہا ہو، اور اس لڑکے کے ساتھ کچھ اور بچے بھی تھے۔ پس حضرت ابوطالب نے اُس بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت کو کعبہ کے ساتھ لگا دیا اور وہ لڑکا آسمان کی طرف انگلی بلند کر کے عاجزی سے دُعا مانگنے لگا۔ اُس وقت آسمان میں بادل کی ایک ٹکڑی بھی نہیں تھی، پس یکا یک ہر طرف سے بادل اُمڈ آئے، خوب بارش ہوئی۔ وادیاں جاری ہوگئیں اور ماحول سرسبز و شاداب ہوگیا۔ اس موقعہ پر حضرت ابوطالب کی زبانِ اقدس پر فی البدیہہ یہ کلام جاری ہوگیا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

یلوذ به الهلاك من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فواضل

''خدا کی قسم سفید چمکتی رنگت والے سردار کے چہرے کی بدولت بادل سیراب کیے جاتے ہیں، وہ یتیموں کا غمگسار اور ناداروں کا آسرا ہے، آل ہاشم کے تباہ حال اس کی پناہ میں آتے ہیں، پس وہ اسی کی بدولت رحمت میں ہیں اور مستقبل کی نعمت کے امیدوار ہیں۔''

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج۱ صفحہ ۱۲۶، المواہب اللدنیۃ ج۱ صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵ و ج۱ ۷۱، ۷۲، ۷۳ سبل الہدیٰ ج۲ صفحہ ۱۳۷، السیرۃ الحلبیۃ ج۱ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ تاریخ الخمیس ج۱ ص ۲۵۳، ۲۵۴ زرقانی علی المواہب ج۱ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ السیرۃ النبویۃ لابن زینی دحلان ج۱ صفحہ ۷۲، ۷۳)

ان علماء کرام میں سے اکثر نے اپنی اپنی کتاب کے اسی مقام پر یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ قبل از اعلان نبوت حضرت ابوطالب کے مشاہدہ میں آنے والا یہ دوسرا موقعہ ہے اس سے پہلے جب حضور اکرم [صلی اللہ علیہ وسلم] کی عمر مبارک سات برس کی تھی تو حضرت عبدالمطلب قوم کے ساتھ جبل ابوقبیس پر تشریف لے گئے تھے اور نبی کریم [صلی اللہ علیہ وسلم] کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر دُعا مانگی تھی۔

فَسُقُوا فِي الْحَالِ "تو انہیں فوراً بارش عطا کر دی گئی۔

ان میں سے پہلا واقعہ اس وقت ہوا جب نبی کریم ﷺ کی عمر سات برس کی تھی اور دوسرا دسویں یا گیارہویں سال میں پیش آیا اور جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادتِ مبارکہ ہوئی اُس وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک اہل تحقیق کے نزدیک تیس (۳۰) برس کی تھی۔ سو پندرہ سے بیس برس قبل تو قحط جیسی مشکل کے حل کے لیے حضرت ابوطالب کو کسی بت کا خیال تک نہ آیا اور اب جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک اتنی منزلیں طے فرما چکی تھی اور حضرت ابوطالب آپ کے کئی معجزات (ارہاصات) دیکھ چکے تھے تو کیا اب وہ حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر بتوں کی طرف رجوع کرتے؟

خوب یاد رہے کہ اس مقدس خانوادہ کا بھروسہ اُس ذاتِ واحد پر تھا جس نے ابابیلوں سے ہاتھی مروائے تھے۔ اگر اس خانوادہ کا بھروسہ بھی بتوں پر ہوتا تو بتوں سے مایوس قوم ان کی طرف کیوں رجوع کرتی؟ معلوم ہوا کہ بعض نواصب نے "ہوسکتا ہے" وغیرہ جملوں سے جو بات بنانا چاہی وہ ضلالتِ فاحشہ پر مبنی ہے۔

یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت ابوطالب نے حضورِ اکرم ﷺ کے بچپن میں آپ کی شان میں جو برجستہ اشعار فرمائے تھے وہ بعد از اعلانِ نبوت بھی بارگاہِ نبوت میں مقبول رہے، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

"ایک اعرابی نے آکر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شدید قحط سالی کی شکایت کی اور انتہائی فصاحت سے اشعار کی صورت میں اپنا مدعا عرض کیا، ان میں سے آخری شعر یہ ہے:

ولیس لنا الا الیک فرارنا   واین فرار الناس الا الی الرسل

"اور ہم آپ کے سوا کدھر رخ کریں، بھلا رسولوں کے سوا لوگوں کی اور کونسی

پناہ گاہ ہے۔"

یہ اشعار سننے پر رسول اللہ ﷺ نے بڑی جلدی میں چادر مبارک سنبھالتے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہو کر ایک جامع دُعا فرمائی تو ابھی ہاتھ چہرہ مبارک کی طرف واپس نہیں گئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی...... اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوطالب نے جو موتی پروئے تھے ان کی خوبی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اگر آج وہ حیات ہوتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں ہے کوئی جو ان کے اشعار سنائے؟ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ان اشعار کا ارادہ فرما رہے ہیں، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا اشعار سمیت چند اشعار پیش فرمائے۔"

(دلائل النبوۃ للبیہقی ملخصاً ج ۶ ص ۱۴۱، السیرۃ النبویۃ لابن زینی دحلان مکی ج ۱ ص ۷۳، زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۵۸)

بخاری شریف میں بھی حضرت ابوطالب کے یہ اشعار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ (بخاری ص ۱۶۲، رقم ۱۰۰۸، ۱۰۰۹)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالب کے متعلق ناصبی لوگوں نے جو کچھ کہا وہ عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے۔

بہ کعبہ ولادت

باقی رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کعبہ معظمہ میں ولادت کا معاملہ تو اگر آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں نہ بھی ہوتی تو کیا فرق پڑتا؟ کیونکہ زمان و مکان اہل بیت کرام کے لیے باعث فضیلت نہیں بلکہ اہل بیت کرام زمان و مکان کے لیے باعث فضیلت ہیں اور ویسے بھی کعبہ شریف کی عظمت کسی کامل مومن سے زیادہ نہیں ہے۔

بایں ہمہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت بابرکت کا کعبہ معظمہ میں ہونا شیعی اختراع نہیں بلکہ اہل سنت کے محدثین اور مورخین نے بھی اس بات کو تواتر سے بیان کیا ہے

چنانچہ امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله تعالى وجهه الكريم في جوف الكعبة

"بے شک تواتر کے ساتھ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو کعبہ مکرمہ کے اندر جنم دیا تھا۔"

(المستدرک ج ۳ صفحہ ۴۸۳ و طبع آخر ج ۴ صفحہ ۶۱۱ رقم ۶۰۹۸، أسمى المطالب فی سیرۃ أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب صفحہ ۲۷ شرح الشفاء لعلی القاری ج۱ صفحہ ۱۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں شمار فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

واز مناقب وے رضی اللہ عنہ کہ درحین ولادت او ظاہر شدیکے آن ست کہ درجوف کعبہ معظمہ تولد یافت (ازالۃ الخفاء فی تاریخ الخلفاء ج ۴، صفحہ ۴۰۶)

"اور ان رضی اللہ عنہ کے مناقب سے ایک وہ بات ہے جو اُن کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئی کہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں ولادت پائی۔"

یہ بات بہت زیادہ کتابوں میں موجود ہے اور بعض معاصرین نے تو اس موضوع پر "قبلۃ الارواح فی قبلۃ الاشباح، یعنی تذکرہ ولادت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم" کے نام سے مستقل تصنیف فرمائی ہے۔ بعض محبانِ اہل بیت کو معلوم تھا کہ یہ فقیر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر کام کر رہا ہے تو وہ یہ کتاب اس فقیر کے لیے لیتے آئے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ آمین

ولادت فی الکعبہ میں لطیف رمز

اگر عقل و بصیرت سے کام لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مولودِ کعبہ بنا کر اس طرف باریک اشارہ فرمایا ہے کہ اے کعبہ! آج تیرے اندر اُس کی جلوہ گری ہوئی ہے جو تجھے بتوں سے پاک کرنے میں پوری امت پر مقدم ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

أُوصِي مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي مِنْ جَمِيعِ النَّاسِ بِوِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

عمار بن یاسر

لوگوں میں سے جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی میں اسے علی بن ابی طالب سے محبت کی نصیحت کرتا ہوں

امام نسائی علیہ السلام پر شیعیت کا الزام اور اس کا رد

حضرت استاذ العلماء پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہٗ ☆

حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی اہل سنت کے ایک جلیل القدر امام ہیں۔آپ کی کتاب حدیث ''سنن نسائی'' اہل سنت کے صحاح ستہ میں سے ایک ہے جو اہل سنت اور اہل حدیث دونوں کے ہاں مستند و معتبر سمجھی جاتی ہے اور کتب متداولہ میں شامل ہے۔لیکن اس کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شیعیت کا الزام عائد کیا گیا۔اگرچہ عام مورخین نے اس الزام کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کیا لیکن بعض نے اس پر عبارت آرائی کی ہے جن میں ابن خلکان، ابن کثیر اور ابن تغری بردی وغیرہ شامل ہیں۔

ابن خلکان (المتوفی ۶۸۱ء) لکھتا ہے:

وَکَانَ یَتَشَیَّعُ ''اور ان میں شیعیت پائی جاتی تھی۔''

ابن کثیر (المتوفی ۷۷۴ہجری) نے تحریر کیا ہے۔

وَقَدْ قِیْلَ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُنْسَبُ اِلَیْہِ شَیْءٌ مِنَ التَّشَیُّعِ ''اور ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ وہ کچھ تشیع کی طرف مائل تھے۔''

ابن تغری البردی (المتوفی ۸۷۴ھ) لکھتا ہے۔

وَکَانَ فِیْہِ تَشَیُّعٌ حَسَنٌ ''اور ان میں شیعیت حسنہ پائی جاتی تھی۔''

اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر کے ممتاز عالم دین اور عصر حاضر کے معروف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پر شیعیت کے الزام کو رد کرتے ہوئے

☆ سجادہ نشین: خانقاہ غوثیہ اندرون یکہ توت پشاور......(المعروف حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(رابطہ کے لیے: صاحبزادہ سید غلام الحسنین شاہ گیلانی 0333-9135225)

لکھتے ہیں:۔

''اس الزام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دور تک کا بھی کوئی واسطہ نہیں تھا۔بعض لوگوں نے ابن خلکان کی اس عبارت سے دھوکہ کھایا ہے کہ:

وَکَانَ یَتَشَیَّعُ ''یعنی وہ تشیع کرتے تھے۔''

اور ابن کثیر کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ امام نسائی حسب مراتب تمام صحابہ کے فضائل کے معتقد تھے البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی شدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا تشیع کی طرف میلان تھا۔اسی وجہ سے ابن کثیر نے لکھا ہے:

وَقَدْ قِیْلَ عَنْہُ اَنَّہٗ اِلٰی شَیْءٍ مِنَ التَّشَیُّعِ ''یعنی کہا گیا ہے کہ وہ کچھ تشیع کی طرف مائل تھے۔''

نیز یہی علامہ موصوف سنن نسائی کے باب امامۃ اہل علم و فضل سے امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت والی مشہور و معروف روایت نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ:

''امام نسائی کی اس روایت کے ہوتے ہوئے ان کی طرف تشیع کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔''

برصغیر پاک و ہند کے معروف اہل حدیث عالم اور ادارۂ علوم اثریہ لائل پور کے سرپرست استاذ محمد عبدہ الفلاح فیروز پوری ابن خلکان اور ابن کثیر کے اقوال نقل کرنے کے بعد اس الزام پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''لیکن اس سے آپ کو شیعہ سمجھنا دور کی بات ہی نہیں ایک بہت بڑی جسارت بھی ہے جبکہ اس کا کوئی بین ثبوت نہیں ملتا۔یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن خلکان کے الفاظ بھی کَانَ یَتَشَیَّعُ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اپنے مفہوم کو شیعیت کی طرف امام صاحب کے میلان یا اثر سے تعبیر کرتے ہیں یہ نہیں کہ آپ شیعہ تھے۔''

یہی استاد محمد عبدہ فیروز پوری مزید لکھتے ہیں کہ اگر اہل بیت خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت موجبِ تشیع ہے تو یہ الزام کوئی انوکھا نہیں ہے، متعدد کبار محدثین بھی اس میں شامل ہیں جن میں الاعمش، لقمان بن ثابت، شعبہ بن الحجاج، عبدالرزاق، عبید اللہ بن موسیٰ، عبدالرحمان بن ابی حاتم، ابراہیم النخعی وغیرہم سرفہرست ہیں۔ حالانکہ خود شیعہ حضرات نے ان کی شیعیت کا کوئی ذکر نہیں کیا، اس مقام پر امام شافعی رضی اللہ عنہ کا شعر موزوں رہے گا، فرماتے ہیں۔

اِنْ کَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

ترجمہ: اگر آلِ محمد ﷺ کی محبت رفض ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔"

درحقیقت بات یہ ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیئے تو وہاں کے غالی ناصبیوں نے نہ صرف انہیں مارا بلکہ ان پر تشیع کا الزام بھی لگایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بیان سے اس کی قطعی تائید ہوتی ہے کہ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کردیا۔

مندرجہ بالا حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس الزام کا آغاز بنو امیہ کے اس مرکز سے ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حامی تھا اور اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جیسی جلیل القدر ہستی پر اہل دمشق کی طرف سے شیعیت کا الزام ہرگز باعث حیرت نہیں کیونکہ دمشق سلطنت بنو امیہ کا دارالخلافہ تھا اور یہ شہر سالہا سال تک اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کا مرکز رہا اور جناب امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جن سازشوں کی ابتداء اس شہر سے ہوئی تھی بالآخر اس کا نتیجہ کربلا کے دردناک سانحے کی صورت میں سامنے آیا اور اہل بیت عظام پر سب وشتم کی قبیح رسم بھی یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ صحیح مسلم شریف میں اس کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:۔

ترجمہ: عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تم ابوتراب کو برا کیوں نہیں کہتے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بابت ارشاد فرمائی تھیں تو میں انہیں برا نہیں کہوں گا اور اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے کسی جہاد (غزوۂ تبوک) میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا درجہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام تھے لیکن میرے بعد نبوت نہیں اور خیبر کے دن آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ سب اس انتظار میں رہے کہ یہ شرف کسے حاصل ہوتا ہے چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اس وقت ان کی آنکھیں دکھتی تھیں حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا کر جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور انہی کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی پھر جب یہ آیت نازل ہوئی.......... تو آپ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا، اے اللہ یہی میرے اہل بیت ہیں۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، حاکم اور امام احمد بن حنبل نے بھی نقل کیا ہے۔

دراصل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت عظام خصوصاً امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ مہم شروع کی اور برسر عام جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا جاتا رہا۔ بنو امیہ کے عمال (گورنر) اس بدعت میں برابر کے شریک تھے۔

امام المؤرخین ابن خلدون لکھتے ہیں۔

"بصرہ پر جب بسر بن ارطاۃ کو حاکم بنایا گیا تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے

خطبہ دیا اور اثناء خطبہ میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں کلمات ناملائم کہے۔"

ابن خلدون مزید لکھتے ہیں:

"کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ نے یہ عادت اختیار کر لی تھی کہ اپنے زمانہ گورنری میں اکثر مجالس اور خطبوں میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیا کرتا تھا۔"

رئیس المؤرخین المسعودی، امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں:۔

"اموی خلفاء نے ایک بری بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال (گورنر) خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا کرتے تھے اور اسے خطبہ کا جزو بنا دیا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بالکل بند کر دیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو ناملائم الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بند کر دیئے جائیں اور اس کی جگہ کلام اللہ کی یہ آیت داخل کی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

"یعنی اللہ تعالیٰ عدل، احسان، اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور فحش، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے شاید تم سمجھو جو آج تک جاری ہے۔"

انہی کارروائیوں کے نتیجے میں اہل دمشق خانوادۂ نبوت سے سوء ظن رکھتے تھے چنانچہ مفسر قرآن حافظ عماد الدین اپنی تفسیر ابن کثیر میں آیت مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کے ضمن میں کربلا کے بعد اسیرانِ اہل بیت کے دمشق پہنچنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کر دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا تو نے قرآن

پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں پھر فرمایا اس میں حم والی سورتیں پڑھی ہیں؟ اس نے کہا واہ سارا قرآن پڑھ لیا حم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

"یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی۔"

تو اس شخص نے کہا، کیا وہ تم ہو۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل دمشق آلِ رسول کریم ﷺ کے ساتھ کس قدر تعصب اور عداوت رکھتے تھے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فعل کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ دورِ حاضر کے مایہ ناز مؤرخ اور بین الاقوامی شہرت یافتہ فقیہہ پروفیسر ابوزہرہ مصری اس بدعت کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردعمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جو صحابہ اس وقت بقید حیات تھے انہوں نے اسے نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت معاویہ اور اموی خلفاء کو اس سے منع کیا۔ ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ کو اس مضمون پر مشتمل خط لکھا جب تم منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے احباب پر لعنت بھیجتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ و رسول کو ملعون قرار دیتے ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چاہتے تھے۔

حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی لکھتے ہیں۔

"امام نسائی اخیر عمر میں مصر سے دمشق تشریف لے گئے وہاں کے لوگ امیر معاویہ کی شان اور فضیلت میں انتہائی غالی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں انتہائی متعصب تھے بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت ہی ایسے لوگوں کی تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علی الاعلان بدگوئی کیا کرتے تھے۔"

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں درج ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے:۔

۱۔ دمشق اہل بیت رسول ﷺ کے مخالفین اور بنوامیہ کے حامیوں کا مرکز تھا۔

۲۔ دمشق کے باسیوں کو اہل بیت عظام کے فضائل و درجات اور عظمت و رفعت

سے لاعلم رکھا گیا۔

۳۔ اہل دمشق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی برائی سننے کے عادی تھے۔

۴۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جب درس حدیث کے ذریعے اس صورتحال کو بدلنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کی تو انہیں زدوکوب کرنے کے علاوہ ان پر شیعیت کا الزام بھی عائد کیا گیا۔

۵۔ علمائے اہل سنت اور علمائے اہل حدیث کے نزدیک اس الزام کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں۔

۶۔ امام نسائی اہل سنت کے جلیل القدر امام ہیں جن کی کتاب ''سنن نسائی'' صحاح ستہ میں شامل ہے۔

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ
لَنْ يَفْتَرِقَا
حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس اکٹھے آئیں گے۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

اہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقام و مرتبہ

علامہ سید عظمت علی شاہ گیلانی

محدث کبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔ اس مقام پر مفتی اقتدار صاحب نے حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کذب بیانی، افترا پردازی، الزام تراشی اور خرافات نویسی مفتی صاحب کی صفات کمالیہ ہیں۔ مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی روشنی میں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم علمی شخصیت اور صوفی کامل پر شیعیت کا الزام لگا دیا۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ شخصیت اہل سنت میں مشکوک ہے کبھی ان پر سنیت، کبھی وہابیت، کبھی شیعیت کا غلبہ رہا اس لئے کسی بھی مسئلہ میں ان کا کوئی قول علماء اہل سنت کو قبول نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر مسائل میں ان کی تردید فرمائی ہے۔ وہابی دیوبندی ان کو اپنا امام سمجھتے ہیں۔''

(فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۷۸)

حالانکہ مفتی صاحب کے والد گرامی حضرت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جاء الحق اور دوسری کتابوں میں کئی جگہوں پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پیش کیے ہیں۔ تاجدار گولڑہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے کمالات بے حد ہیں وہ علم ظاہر و باطن میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔'' (ملفوظات مہریہ ملفوظ نمبر ۱۴۴)

☆ مدرس: دارالعلوم قادریہ جیلانیہ ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی 0321-5275251

نیز آپ کی تصانیف کا تذکرہ فرمایا خصوصاً محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کتاب "ھوامع شرح حزب البحر" اور "ازالۃ الخفاء" کی تعریف و توصیف فرمائی اور ان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے حوالہ جات دیئے صرف اپنی ایک کتاب "الامن والعلی" کے شروع کے صفحات میں ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے کئی حوالے دیئے اور اس حوالے سے نادعلی کے وظیفہ کا ذکر کیا نیز سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلاء کلمۃ اللہ میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم الامت تسلیم کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ

(براء بن عازب)

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

دلِ نجس میں سماتی نہیں ہے حُبِ علیؑ
یہ شے بڑی ہی نفاست پسند ہوتی ہے

مولودِ کعبہ

باب مدینۃ العلم مولائے کائنات سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

شخصیت و مقام

ڈاکٹر سیّد مظاہر اشرف الجیلانی
حضرت مفتی محمد محب اللہ نوری
ملک محبوب الرسول قادری
میاں محمد صادق قصوری
اعجاز الحق اعجاز
فضل الٰہی رشک
قاری عبدالرحیم چشتی
نامور شاعر و ادیب پروفیسر محمد اکرم رضا
کرنل (ر) محمد انور مدنی

حضرت مولانا مہر محمد خان ہمدم
حضرت علامہ صائم چشتی
علامہ ظہیر عباس قادری
علامہ صاحبزادہ قاری محمد طیب نقشبندی
علامہ عرفان الٰہی قادری
جمال عبدالناصر
مؤرخ لاہور محمد دین کلیم قادری
علامہ محمد علی چراغ
محمد ادریس خان قادری سواتی

مرجع کمالات سر کرامات

سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت پیر طریقت بدر اشرفیت الحاج سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ ☆

جو ہو کعبہ میں پیدا اور شہادت پائے مسجد میں
خدا کے گھر کا مالک وہ بشریوں بھی ہے اور یوں بھی

حضور آقائے دوجہاں ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معلم کائنات بنا کر بھیجا آپ ﷺ نے ہر متعلم کو اس کی استعداد اور کوائف و مقام کے مطابق علوم پڑھائے، عطا فرمائے اور سکھائے۔ بے شک خلفائے راشدین کا مقام بلند ہے۔ ان کی عظمت تمام انسانوں میں سے برتر ہے گو جذوی فضیلت کے لحاظ سے یہ صحابہ رسول ﷺ اپنا اپنا الگ مقام رکھتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ خلفائے راشدین میں کون افضل تھا۔ مماثلت کے لحاظ سے حضرت خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت قریب نظر آتے ہیں۔ جذبۂ ایثار و قربانی، والہانہ فدایانہ لگاؤ، قول و عمل میں یکسانیت مقصد کے حصول کے لئے مضبوط قوت ارادی، رسول معظم ﷺ کی ہدایات پر من و عن، عمل کرنا، اصول پر کوئی رعایت نہ کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے شیخین کو علوم نبوی سے مزین فرمایا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رموز معرفت علوم نبوی کے حصول میں جو کمال حاصل کیا اس کا نتیجہ تھا کہ وہ سرکار کو ظاہری و باطنی طور پر یکساں دیکھتے تھے، جمال مصطفےٰ ﷺ و کمال آقائے نامدار ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اس طرح عیاں تھے کہ ان کے لیے حضور ﷺ کا ظاہری پردہ فرمانا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کو لہرا کر فرمایا کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے متعلق یہ کہا کہ آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تو گردن مار دونگا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

☆ سجادہ نشین: خانقاہ اشرفیہ جیلانی کچھوچھہ شریف مین رائے ونڈ لاہور
0321-4893068، 042-35394513

نے اپنی عروج معرفت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ آپ ﷺ ہماری ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے اور جو اللہ کی پرستش کرتا ہے تو وہ حی قیوم ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک کے ۵ پارے خود پڑھائے تھے اور جو رموز معرفت عطا فرمائے اس کا اظہار اس طرح ہوا کہ جب حضرت ساریہ ملک شام جنگ پر گئے ہوئے تھے اور کافر پہاڑوں کی آڑ میں چھپ گئے تھے کہ مسلمان فوج گزرے گی تو پیچھے سے حملہ کرینگے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے اچانک فرمایا ساریہ پہاڑ کے پیچھے دیکھو بعد میں حضرت ساریہ نے واپسی پر فرمایا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگاہ نہ کیا ہوتا تو ہم سب مارے جاتے حضور ﷺ نے علوم نبوی سے شیخین کو آراستہ و مزین فرمایا کیونکہ حضور سرور کائنات ﷺ خاتم النبین تھے آپ ﷺ کے بعد جب شیخین کا دور ختم ہوا تو یہ علوم نبوی بھی ہمیشہ محفوظ ہو گئے لیکن سرکار ابد قرار ﷺ کو اللہ کے عطا کردہ علم غیب سے معلوم تھا کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہو جائے گا لیکن ولایت کا دروازہ نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ ہمیشہ یہ سلسلہ ولایت جاری رہے گا، حضور ﷺ کے چاروں خلفائے راشدین میں پہلے دو خلیفہ سسر تھے اور بعد کے دو خلفاء داماد تھے۔ سرور دو عالم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کائنات میں وہ خوش قسمت ترین انسان ہیں جن کے صلب سے حضور ﷺ کی آل نکلے گی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو علوم ولایت سے مزین فرما کر انہیں شہنشاہ روحانیت بنا دیا۔ آج دنیا میں ۱۳ خانوادہ سلاسل کا اختتام مولا علی کی ذات گرامی پر ہوتا ہے۔ آج کچھ لاعلم ایک سلسلہ والے کہتے ہیں کہ ہمارا سلسلہ سب سے بڑا ہے۔ حالانکہ کوئی سلسلہ ایسا نہیں کہ جو حضور اکرم ﷺ سے اوپر جاتا ہو سب سلاسل کی انتہا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی پر ہوتی ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی سلسلہ میں واسطے زیادہ ہوں کسی میں کم لیکن تمام ہی سلاسل برابر ہیں۔ اور اس طرح

سلسلہ کی عصبیت نہ ہونا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے صحابہ آسمان کے ستارہ کی طرح ہیں جس نے ایک صحابی کی بھی اقتدار کر لی۔ اس نے میری اقتدا کی اصحاب رسول ﷺ آسمان کے ستارے ہیں اور حضرت صدیق اکبر قطب ستارہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری اہل بیت نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ پار ہوا اور جو اس سے خارج ہوا وہ غرق ہوا۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی کشتی کے ناخدا حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم ہیں۔ اب صورت حال واضح ہوگئی کہ اگر مسافر سفر کرتا ہوا اور قطب ستارہ کو دیکھتا ہوا سفر کرے اور پھر ساحل سمندر پر آئے تو قطب ستارہ موجود ہے راستہ معلوم ہے لیکن آگے کیسے جائے؟ تو اس کو اہل بیت کی کشتی میں سوار ہونا پڑے گا اور مولائے کائنات کی ناخدائی میں آنا پڑے گا۔ خلفائے راشدین میں حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم وہ واحد خلیفہ الرسول ہیں جو اہل بیت میں شامل ہیں۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم ہی کشتی اہل بیت کے ناخدا ہوئے جو کشتی اہل بیت کو قطب ستارہ کی رہنمائی میں چلا کر اور سوار ہونے والوں کو پار کرتے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو کشتی نوح قرار نہیں دیا کیونکہ صحابی کے ہر بیٹے کا صحابی ہونا ضروری نہیں اور صحابہ کی جماعت جو درحقیقت اہل سنت وجماعت ہے اس کا عرصہ تقریباً ایک صدی ہجری کے بعد نظر نہیں آتا اگر صحابہ کو کشتی نوح قرار دیا جاتا تو یہ کشتی ایک صدی کے بعد نامعلوم ہو جاتی لیکن عالم الغیب بالعطا رسول خدا ﷺ نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیا کیونکہ سید کا بیٹا سید ضرور ہوتا ہے اس طرح فرمان رسول ﷺ کے مطاق کہ تمام عالم کے نسب ختم ہو جائینگے لیکن میرا نسب قیامت تک جاری رہے گا تو اہل بیت کی کشتی بھی قیامت تک چلتی رہے گی۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ کچھ لوگ تمہاری محبت میں غلو کر کے جہنم میں جائیں گے اور کچھ تم سے بغض کر

کے جہنم رسید ہونگے، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرنے والوں نے ان کو خدا کا بیٹا بنادیا اور بغض کرنے والے یہودیوں نے آپ کو پھانسی چڑھانے کی کوشش کی اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم سے محبت میں غلو کرنے والوں نے آپ کو وہ کچھ کہہ دیا کہ ان کو نبی علیہ السلام سے افضل قرار دیا اور بغض رکھنے والوں نے آپ کا نام لینا بھی گوارہ نہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ علی سے بغض رکھے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو علوم ولایت سے آراستہ کیا اور اس قدر علوم ولایت میں آپ کو ممتاز فرمایا کہ ایک مرتبہ فرما دیا ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ'' ہے یعنی اگر کسی کو نبی سے علوم ولایت حاصل کرنا ہو تو علی کے بغیر نبی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی! تم دین دنیا میں میرے بھائی ہو اور حقیقت بھی یہی تھی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی چچازاد بھائی تھے لیکن حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی بھائی کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جو بھائی تھے وہ یارسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور آج ۱۴ ویں صدی کا مواحد حضور ﷺ کو بڑا بھائی کہتا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! تیرا گوشت میرا گوشت ایک ہے۔'' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ آج بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ باطنی انصرام وانتظام کے مالک ہیں اور ان کی معاونت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی مناقب میں جس قدر احادیث فرمائی ہیں اتنی احادیث شاید ہی دیگر صحابہ کے لئے فرمائی ہونگی کیونکہ حضور ﷺ کو علم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھا جائے گا۔ کوئی سنی ہوگا کوئی مجدی ہوگا کوئی وہابی ہوگا جو ذاتی بنیاد پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو نشانہ بنائے گا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو یمن

کا قاضی مقرر فرمایا تو حجۃ الوداع کے موقع پر کچھ یمنیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں سے متعلق غلط شکایات کیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا علی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں اس لیے حضور ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر کے مقام پر مولا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر کر کے فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں اس کے بعد سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولا علی کہنا شروع کر دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو اس قدر علم عطا فرمایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبع علم وعرفان ہو گئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے نحو، صرف کی ابتدا فرمائی۔ عربی گرائمر آج بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی مرہون منت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے بسم اللہ شریف کی بے پر تمام دن تقریر فرمائی اور رات ہونے پر فرمایا تھا کہ ابھی بسم اللہ کے ب کی تشریح مکمل نہیں ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم مظہر العجائب والغرائب تھے۔ آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے فرمایا کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے بیٹھوں تو کتابوں سے ستر اونٹ بھر جائیں گے اور تفسیر ختم نہ ہوگی۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے تقریر کے دوران سوال کیا کہ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے اور میں قیامت تک کے حالات بتاؤں۔ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ فیض کا اثر تھا اور تربیت کی تاثیر تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم میں فہم وادراک کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں جتنے اہم فیصلے کرنے ہوتے تھے تو وہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم سے مشورہ لئے بغیر نہ کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں ۲ عورتیں ۲ بچے لے کر آئیں ایک لڑکا تھا ایک لڑکی لیکن دونوں خواتین اس بات پر بضد تھیں کہ لڑکا ان کا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مولا علی

سے فرمایا علی اس کا فیصلہ کرو۔ مولائے کائنات نے ان دونوں سے فرمایا کہ ۲ شیشیاں صاف شفاف لاؤ لیکن دونوں شیشیاں وزن اور سائز میں برابر ہوں۔ جب شیشیاں مطالبہ کے مطابق آگئیں تو آپ نے فرمایا دونوں خواتین اپنی اپنی چھاتیوں کا دودھ نکال کر ان شیشیوں میں بھر دیں۔ جب دونوں شیشیاں دونوں کے دودھ سے بھر گئیں تو آپ نے ایک شیشی کو ایک ترازو کے ایک پلڑے میں اور دوسری شیشی دوسرے پڑے میں رکھی تو ایک شیشی کا وزن زیادہ معلوم ہوا یعنی پلڑا جھک گیا آپ نے پوچھا کہ یہ شیشی جس کا وزن زیادہ معلوم ہوا کس کی ہے تو ایک خاتون جس کا وہ دودھ تھا اس نے کہا یہ میرا دودھ ہے تو آپ نے فیصلہ دیا کہ لڑکا اس کا ہے پھر قرآن پاک کی آیت کریمہ پڑھی کہ جس میں فرمایا گیا ہے "مردوں کو عورتوں پر قوی کیا گیا۔" آپ نے فرمایا قوی جسم کے لئے قوی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب پیٹ میں لڑکی ہوتی ہے تو ماں کی چھاتی میں ہلکا دودھ آتا ہے اور لڑکا ہو تو بھاری دودھ آتا ہے۔ یہ نظامِ قدرت ہے دونوں خواتین آپ کے فیصلے سے مطمئن ہو کر چلی گئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ کا فرمان برحق ہے کہ علی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب سفر فرماتے تھے تو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر سفر فرماتے تھے۔
حضور اکرم ﷺ نے ایک روز حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انگلی کے اشارہ سے فرمایا کہ علی تمہارے سر پر یہاں یہاں زہریلی تلوار کے زخم آئیں گے پھر فرمایا ایک وہ بدبخت انسان تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔ دوسرا دنیا کا بدبخت وہ انسان ہوگا جو علی پر وار کر کے علی کی داڑھی کو خون سے رنگین کرے گا۔ چنانچہ جب خارجی ابن ملجم نے صبح کی نماز سے قبل اچانک آپ پر زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے سر پر وار کیا تو واقعی آپ کی داڑھی خون میں سرخ ہوگئی تھی اور اسی مقام پر گہرے زخم آئے تھے جس کی حضور اکرم ﷺ نے انگلی کے اشارے سے نشاندہی کی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ۲۰

رمضان کو زخم لگے تھے اور آپ نے ۲۱ رمضان کو شہادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے دنیا سے آنکھ بند کرنے سے قبل حضرات حسنین کریمین کو فرمایا کہ میری میت اونٹنی پر سوار کر کے اس کے ساتھ چلتے رہنا جہاں یہ اونٹنی بیٹھ جائے وہاں میری قبر بنا کر کسی کو خبر نہ ہو ورنہ مخالفین میری میت کی بے حرمتی کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی میت حسب ارشاد ایک اونٹنی پر رکھ کر حسنین کریمین اور آپ کا خادم ساتھ چلتے رہے اونٹنی چلتی گئی چلتی گئی ندی پار کر کے نجف اشرف پہنچی پھر ایک مقام پر بیٹھ گئی۔ چنانچہ مولائے کائنات کی قبر شریف اسی مقام پر بنائی گئی۔ اس قبر کی خبر تین حضرات کے سوا کسی کو نہ تھی۔ بعد میں حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا غلام فوت ہوگیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زہر سے شہید ہوگئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق معلوم کرنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن کسی کو نہ مل سکی۔ اس قبر شریف کے آخری عینی شاہد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی یزیدی استبداد کا شکار ہو کر شہادت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوگئے۔ اموی دور کے بعد اللہ کے کسی ولی نے بتایا تھا کہ جہاں حضرت مولا کی قبر ہوگی وہاں کتے نہ جائیں گے۔ چنانچہ چند پالتو کتے لے کر ہر طرف کھوج لگائی جانے لگی آخر نجف اشرف میں حضرت کی قبر شریف کے قریب پہنچے تو کتے آگے بڑھنے سے منکر ہو گئے۔ یہ ۶ میل کا دائرہ تھا جس کے اندر کتے داخل نہ ہوتے تھے۔ پھر اللہ والوں نے مراقبہ میں قبر شریف کو دیکھا اور روحانی طور پر اجازت لے کر باقاعدہ قبر بنائی۔
اب یہاں ایک عالیشان عمارت ہے اور قبر شریف پر گنبد ہے روزانہ ہزارہا انسان حضرت مشکل کشا کے دربار میں اپنی اپنی مشکل حل کرانے حاضر ہوتے ہیں آج صدیاں گزرنے کے باوجود فدایانِ مولا علی کی دربار میں حاضری میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی آمد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد دنیا میں پھیلی ہوئی ہے ان میں جو اولاد حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

بطن سے پیدا ہوئیں یعنی حسنین کریمین اور ان سے چلنے والی نسل آل نبی یا سید کہلاتی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ کے علاوہ تین بیویوں سے پیدا ہونے والی اولاد علوی، ہاشمی، عباسی کہلاتی ہے جو سید نہیں البتہ آل ہاشم کے ناطے ان پر بھی زکوۃ حرام قرار پائی۔ مولا علی شیر خدا کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کعبہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد کے قول کے مطابق ایک غیبی آواز کے ذریعہ آپ کا نام علی پکارا گیا جبکہ حضور ﷺ نے آپ کا باقاعدہ نام علی رکھا۔ حضور ﷺ کی آغوش میں آنکھ کھولی۔ ۷ سال کی عمر شریف سے رسول کریم رؤف ورحیم کی زیر سایہ علوم وتربیت کی منازل طے کیں۔ فاتح خیبر ہوئے اور بارگاہ رسالت ﷺ سے شیر خدا کا خطاب پایا آپ کی شادی غیبی اشارہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کی گئی جو حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں، شب ہجرت آپ سرکار ﷺ کے بستر پر بحکم رسول خدا ﷺ آرام فرما ہوئے جو انتہائی خطرناک تھا لیکن جذبہ ایثار و فدایانہ سوچ کے تحت آپ نے اس بستر پر رات گزاری۔ آپ کے فقر کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے جو جہیز میں سامان دیا تھا اس میں زندگی بھر اضافہ نہ کر سکے۔ فقر وفاقہ، آپ کا زیور تھا۔ آپ کو دربار رسالت ﷺ سے یہ بھی اعزاز ملا کہ جو شخص علی کا چہرہ دیکھے تو عبادت میں شمار ہوگا۔ آپ کو کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کا خطاب بھی عطا ہوا۔ شجاعت، بہادری آپ کی گھٹی میں پیوست تھی۔

ایک مرتبہ آقائے دوجہاں فخر موجودات ﷺ نے دو سو اونٹوں کی قربانی کی۔ حضور ﷺ نے ساٹھ اونٹ خود ذبح فرمائے اور ایک سو چالیس مولا علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم سے ذبح کروائے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم نے کبھی کسی جنگ میں شکست نہ کھائی آپ کی ضرب ایسی بھرپور ہوتی تھی کہ تلوار پڑتی تھی تو جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے اسی لیے ضرب ید اللہ ہی مشہور تھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو آپ ﷺ کو غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

دیا اور حالت یہ تھی کہ اپنے سینے کو سرکار کے سینے سے لگا کر غسل دیتے رہے پھر ماتھے مبارک پر کچھ پانی رہ گیا تو آپ نے زبان کی نوک سے اس کو پی لیا فرماتے تھے کہ ان چند قطرہ سے آپ نے میرا سینہ کھول دیا اور سب کچھ روشن ہوگیا ارض وسماء کی پنہائیاں عیاں ہوگئیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کی زندگی سادگی، فقر اور درویشی کا مرقع تھی اور یہی کچھ آپ نے حضرت حسنین کریمین کو تفویض کیا جن کی شہادت عظمیٰ نے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سربلند کر دیا۔

اللہ تعالی کی بارگاہ بے کس نواز میں دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ

وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی

(ابن عباس)

میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

سیّدنا مولودِ کعبہ کا عظیم شرف

سلطان العاشقین علامہ مہر محمد خان ہمدم رحمۃ اللہ علیہ

آپ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام صحابہ کرام و اہلبیت عظام سے افضل ہیں۔ آپ تمام کمالات و صفات کے جامع ہیں۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، کتابت، علم الشعر، علم تصوف، فن فصاحت و بلاغت، نحو، علم کلام، علم فراست، علم جفر، علم ہیئت، علم قرأت وغیرہ وغیرہ میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

معلوم ہوا کہ تمام علوم کا ظہور اسی بابِ علی سے ہوا ہے پھر وہ تمام علوم دنیا کے ادباء، عقلاء، حکماء، علماء، عرفاء، اولیاء، اقطاب، اغیاث تک پہنچے اور پہنچتے رہیں گے۔ آپ شریعت کے بھی امام ہیں اور طریقت کے بھی۔ کیونکہ اہل بیت عظام اور قرآن کریم دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں جس دل میں ان دونوں کی عظمت ہے اسی دل میں ایمان و عرفان ہے۔

ہو چشتی، قادری، یا نقشبندی و سہروردی
ولایت کا انہی کے ہاتھ سے سب کو ملا ٹکڑا
بنا اس واسطے اللہ کا گھر جائے پیدائش
کہ وہ اسلام کا کعبہ ہے یہ ایمان کا کعبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

"یعنی جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔"

مولیٰ بمعنے مالک بھی آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی آپ ہی کے خدام و غلام ہیں۔

ایک مرتبہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں دس آدمی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ باب مدینۃ العلوم ہیں ہمارا دس آدمیوں کا ایک ہی سوال ہے آپ ہمارے ایک سوال کے دس جوابات عطا فرمائیں۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ہاں بولو وہ کیا سوال ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ علم بہتر ہے یا مال۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے یہ سوال سن کر دس جوابات دیئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مال کی تو حفاظت کرتا ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ علم انبیاء کا ترکہ ہے اور مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے۔

۳۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

۴۔ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہوتا ہے، علم نہیں ہوتا۔

۵۔ مال کو چور کا خطرہ اور علم کو چور کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

۶۔ مال دار بخیل بھی ہوتا ہے مگر ذی علم ہمیشہ سخی ہی ہوتا ہے۔

۷۔ علم سے دل روشن ہوتا ہے مگر مال سے دل تاریک ہوتا ہے۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت علم سے مَاعَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ فرمایا اور فرعون نے کثرتِ مال سے دعویٰ خدائی فرمایا۔

۹۔ مال دار دشمن ہوتا ہے علم دار ہر دل عزیز ہوتا ہے۔

۱۰۔ بروز حشر مال کا حساب ہوگا علم کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

مولودِ کعبہ

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد محبّ اللہ نوری ☆

رات اپنی سیاہ زلفیں بکھیرے ہوئے تھی...... ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا...... چار سو خاموشی کا پہرہ ہے......لوگ محوِ خواب ہیں...... پچھلی رات کا وقت ہے...... انوار و تجلیات کا سماں ہے...... رحمتِ الٰہیہ کا نزول ہو رہا ہے...... کہیں سے مسلسل صدا آرہی ہے......

شہسوارِ مشرق کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا...... چاند نے اپنی ردا سمیٹی...... ستارے اپنی محفل برخاست کر گئے......سورج کی کرنیں عالم کو منور کرنے لگیں اور ہوا کے جھونکوں میں آفتاب کی حدت رچ بس گئی...... ادھر ابوطالب کسی ضروری کام سے یمن روانہ ہو رہے ہیں...... مکہ کی سنگلاخ اور پتھریلی زمین پر چلتے ہوئے، تپتے صحراؤں سے گزرتے ہوئے، طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ایک عرصہ بعد یمن پہنچتے ہیں......

مثرم اپنی عبادت گاہ میں مجسمۂ حیرت بنا ہوا ہے...... وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دنیا فانی ہے...... یہاں جو آیا ہے، اسے کوچ کرنا ہے...... زندگی کے آخری لمحات سے گزر رہا ہوں اور پھر اب تو میری عمر بھی ۱۹۰ سال ہو چکی ہے...... میری دُعا قبول ہو گی بھی یا نہیں؟ ......آخر وہ دن کب آئے گا، جب میری دُعا ثمر بار ہوگی؟ ...... اس کے ذہن میں ایسے ہی بے شمار سوال کروٹ لے رہے تھے......

جناب ابوطالب نے جہاں دوسرے شرفاء یمن سے ملاقاتیں کیں، وہاں مثرم کی زیارت کے لئے اس کی عبادت گاہ بھی گئے...... مثرم نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟......

"مکہ سے آیا ہوں"......

"کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"...... مثرم نے دوسرا سوال کیا......

☆ سجادہ نشین: آستانہ عالیہ فقیہ اعظم مہتمم دار العلوم حنفیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان
0300-4321088

"بنی ہاشم بن عبد مناف سے"......

مثرم کو شاید اب اپنی دُعا کی قبولیت کا احساس ہونے لگا تھا، تبھی تو اس نے ابوطالب کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا......

"ذرا اپنا نام تو بتائیں"......

"میں ابوطالب بن عبد المطلب ہوں"......

اب تو مثرم کو اپنی دُعا کی قبولیت، یقین کے سانچے میں ڈھلتے ہوئے دکھائی دینے لگی تھی...... اس نے بات جاری رکھتے ہوئے، خوشخبری دی......

"میں نے کتبِ سابقہ میں پڑھا ہے کہ عبد المطلب کی اولاد سے دو لڑکے پیدا ہوں گے، ایک نبی آخر الزماں ہوگا، جن کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا...... ان کی پیدائش سے تیس سال بعد دوسرے لڑکے کی پیدائش ہوگی، جس کے باپ کو لوگ ابوطالب کے نام سے پکارتے ہوں گے اور وہ لڑکا کامل ولی ہوگا۔"......

مثرم ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گیا اور پھر تفصیل پوچھتے ہوئے گویا ہوا:

"کیا عبد اللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہو گیا ہے؟"......

"کیوں نہیں، اس کی تو عمر بھی انتیس "۲۹" سال ہو گئی ہے اور ان کا نام "محمد" ہے.......... ابوطالب نے وضاحت کے ساتھ جواب دیا......

"تو پھر مبارک ہو، تمہیں اسی سال وہ فرزند دل بند عطا ہوگا جو امام المتقین اور پیشوائے مومنین ہوگا...... یہاں سے جب واپس لوٹو، تو حضرت محمد (ﷺ) کو میرا سلام عقیدت پیش کرنے کے بعد عرض کرنا کہ مثرم آپ کے نیاز مندوں میں سے ہے...... اللہ تعالیٰ کو ایک اور آپ کو اس کا آخری نبی مانتا ہے اور جب تمہارے ہاں وہ لڑکا پیدا ہو تو اسے بھی میری طرف سے سلام شوق کہہ دینا۔"......

مثرم نے فرطِ عقیدت اور نہایت محبت آمیز لہجے میں کہا......

"آخر آپ کی بات کا کیسے یقین کر لوں؟..........کوئی ایسی علامت ہو جس

سے میں آپ کو صاحب کشف تسلیم کر سکوں۔“......

ابوطالب نے مخزدوانہ انداز میں کہا......

”آپ خود بتائیں کہ کس طرح آپ کی تسلی ہو سکتی ہے؟.......... میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے شرم سار نہیں کرے گا۔“......

مثرم نے بڑے عزم اور یقین کے ساتھ کہا......

”تو پھر یہ درخت تروتازہ ہو جائے۔“......

ابوطالب نے سامنے کھڑے انار کے خشک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا......

مثرم نے دُعا کی تو قدرت خداوندی کا یہ عجیب منظر نمودار ہوا کہ خشک درخت یکا یک سرسبز و شاداب اور ثمر آور ہو گیا۔

ابوطالب نے یہ کرشمہ دیکھ کر نہایت پر امید اور شاداں و فرحاں مکہ واپسی کا سفر شروع کر دیا......

بکعبہ ولادت

صحن حرم میں حسب معمول آج بھی خاصی گہما گہمی تھی...... مرد و زن کعبۃ اللہ کے طواف میں مصروف ہیں، کچھ کعبہ میں رکھے ہوئے، اپنے خود ساختہ ”خداؤں“ (بتوں) کے آگے کورنش بجا لا رہے ہیں اور اپنی پیشانیاں زمین پر رکھے گڑگڑا رہے ہیں۔

ابوطالب کی اہلیہ فاطمہ بنت اسد بھی ان بتوں کو سلامی دینے کے لئے آگے بڑھیں، مگر کوشش اور خواہش کے باوجود جھک نہ سکیں...... حیرانی کے عالم میں سوچنے لگیں کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ ...... ایک آدھ بار تو ایسا نہیں ہوا کہ اسے واہمہ قرار دیا جائے...... گذشتہ چند ماہ سے یہی ہو رہا ہے کہ وہ جب بھی بتوں کے آگے جھکنے کا ارادہ کرتی ہیں، پیٹ کا بچہ جھکنے سے باز رکھتا ہے...... بچہ ایسی پوزیشن اختیار کر لیتا ہے کہ ہزار کوشش کے باوجود ان ”خداؤں“ کی تعظیم بجا نہیں لا سکتیں۔

فاطمہ بنت اسد باہر نکل کر خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول ہو جاتی ہیں، دو تین چکر ابھی باقی تھے کہ دردِ زہ کی شدت کے باعث طواف روک کر کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور پھر وہاں وہ بچہ پیدا ہوا، جس کی بشارت مثرم نے دی تھی اور جس کی پیشانی والدہ کے پیٹ سے لے کر مرتے دم تک کبھی بتوں کے آگے سجدہ ریز نہ ہوئی تھی۔ مگر کائنات کے قلوب آج بھی عقیدت سے ان کے سامنے خمیدہ ہیں۔

بنا اس واسطے اللہ کا گھر جائے پیدائش کہ وہ اسلام کا کعبہ ہے یہ ایمان کا کعبہ

کعبہ میں پیدا ہونے والا یہ بچہ وہ تھا، جو بعد میں سرخیل اولیاء اور اہل تصوف کا پیشوا بنا، جسے کائنات آج ابوالحسن، حیدر کرار اور علی المرتضیٰ (کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم) کے نام سے یاد کرتی ہے......

تاریخ ولادت

آپ کی ولادت باسعادت بعثت نبوی سے دس سال پہلے رجب المرجب کے مہینے میں ہوئی...... علامہ مومن شبلنجی لکھتے ہیں:

وُلِدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ بِمَکَّۃَ دَاخِلَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ عَلٰی قَوْلٍ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَالِثَ عَشَرَ رَجَبَ الْحَرَامِ سَنَةَ ثَلَاثِیْنَ مِنْ عَامِ الْفِیْلِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِیْنَ سَنَةً...... وَلَمْ یُوْلَدْ فِی الْبَیْتِ الْحَرَامِ قَبْلَهٗ اَحَدٌ سِوَاهُ۔

”ایک روایت کے مطابق آپ بیت اللہ کے اندر جمعہ کے دن ۱۳ رجب شریف ۳۰ عام الفیل (چھٹی صدی عیسوی)، ہجرت نبوی سے تئیس سال پہلے پیدا ہوئے...... آپ سے پہلے کسی شخص کو کعبہ میں پیدا ہونے کی سعادت نہیں ملی۔“

گھٹی

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے

اس نومولود کو "علی" کے نام سے موسوم فرمایا اور اپنے لعاب دہن کی گھٹی سے نوازا......

حضرت علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بیان کرتی ہیں۔

لَمَّا وَلَدْتُهُ سَمَّاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَبَصَقَ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ اَنَّهُ اَلْقَمَهُ لِسَانَهُ فَمَا زَالَ يَمُصُّهُ حَتّٰى نَامَ

"جب میرے اس بچے کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام "علی" رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اپنی زبان مبارک نومولود کے منہ میں ڈالی، جسے چوستے چوستے وہ سو گیا۔"

حضرت فاطمہ بنت اسد کا کہنا ہے کہ اگلے دن دودھ پلانے والی کا انتظام کیا گیا مگر علی نے اس کا اور کسی بھی دوسری عورت کا دودھ نہ پیا بالآخر حضور ﷺ نے اپنی زبان چوسائی تو علی سکون سے سو گئے...... پھر ایک عرصہ تک یہی معمول رہا۔

کفالت و تربیت

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر اللہ تعالیٰ جل و علا کا خصوصی انعام تھا کہ انہیں بچپن ہی سے رحمۃ للعالمین ﷺ کی آغوش رحمت و شفقت میں پرورش اور تربیت کی سعادت میسر آئی...... اس کا ظاہری سبب یوں بنا کہ قریش قحط سالی کی وجہ سے سخت تنگ دستی کا شکار تھے، ابوطالب چونکہ کثیر العیال تھے، ظاہر ہے انہیں مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے دوسرے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو، جو خوش حال تھے، مشورہ دیا کہ ہمیں ابوطالب کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیئے...... چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر اور رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔

یوں سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنے بچپن سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک کم و بیش تیس سال کا عرصہ حضور ﷺ کی خدمت و معیت میں رہنے کا شرف نصیب ہوا۔

تاریخ و تحقیق کے آئینے میں

ولادت باسعادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علامہ صائم چشتی

ولدته فی حرم المعظم آمنة طابت و طاب ولیدها و المولد السید الحمیری بحوالها نور الابصار وغیرہ۔

آپ کی والدہ مکرمہ نے آپ کو حرم معظم میں جنا، جننے والی بھی طیب اور پاک ہے اور بیٹا بھی طیب اور پاک ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

معتبر اور مشہور روایت کے مطابق سلطان الاولیاء تاجدار ہل اتی امیر المومنین، امام المسلمین، صاحب ذوالفقار، حیدر کرار، مرتضےٰ مشکل کشا، شیر خدا، سیدنا و مولنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عین جوف کعبۃ اللہ میں سید الایام جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب المرجب کو تیس عام الفیل میں اپنی والدہ مکرمہ حضرت جناب سیدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کی آغوش رافت میں بصد کر وفر تشریف لائے۔

فی الحقیقت کعبہ معظمہ میں پیدا ہونے کا شرف سوائے آپ کے کسی دوسرے کو حاصل نہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پہلے عمرو بن حزام کی ولادت بھی کعبہ معظمہ میں ہوئی لیکن یہ روایت نہ تو تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور نہ ہی اسے ثقہ لوگوں نے قبول کیا ہے اور اگر کسی نے یہ روایت قبول کی بھی ہے تو وہ اسے ایک اتفاقی امر قرار دیتا ہے جیسا کہ نزہۃ المجالس شریف میں ہے۔

واما عمرو بن حزام فولدته امه فی الکعبة اتفاقا الا قصدا۔

بہرحال ثقہ محدثین اور سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ کعبہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کی ولادت مبارکہ ان کا خاصہ ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

چنانچہ نزہۃ المجالس میں بھی حضرت علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابو الحسن مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف "فصول المھمہ فی معرفت الائمۃ" کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر سے جوفِ حرم یعنی کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفہا کے اندر پیدا ہوئے تھے اور یہ فضیلت خاص طور پر آپ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی، جب جنابِ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا پر زچگی کا عالم طاری ہوا جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ کو حرمِ محترم کے اندر لے گئے اور وہیں پر آپ تیس عام الفیل رجب المرجب میں جمعۃ المبارک کے دن پیدا ہوئے اس وقت امام الانبیاء حضور ﷺ کا ام المومنین محبوبہ محبوبِ ربّ العالمین جناب سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح مُبارک ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔ متن ہے۔

عن علیا رضی اللہ تعالی عنه ولدته امه بجوف الکعبة شرفها اللہ وھی فضیلة خصه اللہ تعالی بھا و ذالك ان فاطمة بنت اسد رضی اللہ تعالی عنھا اصابھا شدة الطلق فادخلھا ابو طالب الی الکعبة فطلقت طلقة واحدة فولدته یوم الجمعه فی رجب ثلاثین من عام الفیل بعد ان تزوج النبی خدیجة بثلاث سنین۔

(نزہۃ المجالس جلد۲ صفحہ ۲۰۵)

علامہ شبلنجی اپنی مشہور تالیف "نور الابصار فی مناقب آلِ بیت النبی المختار" میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم بیت الحرام زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں جمعۃ المبارک کے دن تیرہ رجب الحرام کو پیدا ہوئے اور اس سے قبل یہ سعادت آپ کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔"

ولد رضی اللہ تعالی عنه بمکة داخل البیت الحرام علی قول لیوم الجمعة ثالث عشر رجب الحرام، ولم یولد فی بیت الحرام قبله احد سواہ۔

(نور الابصار صفحہ ۸۵)

مورخ جلیل علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کعبہ شریف کے اندر پیدا ہوئے تھے۔

(مروج الذھب مسعودی مطبوعہ مصر جلد۲ صفحہ ۳۸۵)

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اپنی عظیم تالیف ازالۃ الخفاء میں رقمطراز ہیں۔ متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم اپنی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنتِ اسد کے ہاں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

ولدة امیر المومنین علیا فی جوف الکعبة (ازالۃ اللخفاء جلد۲ صفحہ ۲۵۱)

علاوہ ازیں اسی مفہوم کی عبارت سیرتِ حیدر کرار پر مشہور کتاب اسد اللہ کے صفحہ ۱۴ پر بھی موجود ہے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بیت اللہ شریف میں ولادت کے متعلق علامہ قہستانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف "ذھب الصوفیه" میں رقمطراز ہیں۔

ان امیر المومنین علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم ولد بمکة فی جوف بیت الحرام یوم الجمعة ثالث عشر من الرجب۔

(سلسلة الزھب الصوفیه قھستانی ص ۴۶)

امام العاشقین مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف شواہد النبوت شریف میں فرماتے ہیں:

آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں اور بقولِ بعض آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف میں ہوئی ہے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۰)

علاوہ ازیں متعدد کتب تواریخ و سیر میں ولادتِ مُرتضوی کے متعلق معمولی

اختلاف سے مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد طوافِ کعبہ میں مصروف تھیں کہ آپ کو دردِ زہ کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ بے حد پریشان ہوگئیں کیونکہ سوائے خانہ کعبہ کے قریبی مقام پر باپردہ مکان موجود نہیں تھا۔ آپ ابھی پریشانی اور خفت کے عالم میں سوچ ہی رہی تھیں کہ معاً کعبۃ اللہ کی دیوار خود بخود شق ہوگئی اور آپ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد دیوار کا شگاف از خود بند ہوگیا۔ آپ ابھی خانہ کعبہ کے اندر پہنچی ہی تھیں کہ ولائت و امامت کا درخشندہ آفتاب آپ کی جھولی میں آگیا اور بعض روایتوں میں جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں اس طرح مرقوم ہے کہ طوافِ کعبۃ اللہ کے دوران میں حضرت ابو طالب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اُن سے آپ نے اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا تو وہ آپ کو کعبہ شریف کے دروازے کے راستہ سے اندر چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تو سیّد العرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام والدہ ماجدہ کی گود میں تشریف لے آئے۔

بہرحال یہ ایک مسلمہ اَمر ہے کہ آپ کی ولادتِ معظمہ کعبہ معظمہ کے اَندر ہوئی اور یہ آپ کا خاص اعزاز ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کوئی شخص بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشدہ

شرف کس کو ملا؟

عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتی شیرِ خدا مشکل کشاء حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا حرمِ محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کے لئے شرف و کرامت کا باعث ہے۔ بلاشبہ یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ زادھا شرفاً تعظیماً کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ اسلام کے لئے نہایت ہی محترم مقام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں کعبہ معظمہ کی عظمت و بزرگی کے متعلق متعدد آیات نازل فرمائی ہیں۔

کعبہ شریف وہ مقدس گھر ہے۔ جسے بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔..... کعبہ محترم وہ مینارۂ نُور ہے جو اَنوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے۔......... کعبۃ اللہ وہ طیّب و طاہر مقام ہے جو تمام تر اہلِ اسلام کا قبلہ ہے۔......... کعبۂ معظم وہ مقدس خانہ خُدا ہے۔ جس کی دیواروں کی زیارت کرتے رہنا عبادت ہے۔......... کعبہ وہ ہے جس کی دیوار میں جنّت کا پتھر نصب ہے۔......... کعبہ وہ ہے جس کی بنیادیں خُدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروںؑ نے استوار فرمائیں۔......... کعبہ وہ ہے جسے حرمِ محترم کہا جاتا ہے اور جس کے گرد گھومنے سے اہلِ اسلام کی نجات ہو جاتی ہے۔......... کعبۂ معظّے وہ باعظمت مقام ہے جس کا طواف کئے بغیر حج جیسے رُکنِ عظیم کی تکمیل نہیں ہوتی۔......... کعبۃ اللہ وہ مقامِ تقدیس و عظمت ہے کہ جب حج کے دیگر اَرکان ادا کر کے اِس کا طوافِ زیارت کیا جاتا ہے تو اِنسان گُناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

من طاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین و شرب من ماء زمزم غفرت له ذنوب كله۔ (درمنثور جلد اوّل ۱۲۰)

بہرحال کعبۃ اللہ شریف خیر و برکت کا منبع بھی ہے اور اَنوار الٰہیہ کا مرکز بھی۔ کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونا فی الواقع جنابِ حیدرِ کرّار کا عظیم ترین اعزاز ہے۔ مگر اِس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کعبہ شریف کے اندر جنابِ حیدر کرار کی ولادت کعبہ شریف کے لئے بھی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس لئے کہ مقامِ مُرتضےٰ علیہ السلام بہرطور کعبۃ اللہ سے بلند و بالا ہے۔

اگر کعبۃ اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو جنابِ حیدر کرّار کے چہرہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔......... اگر کعبۃ اللہ انوار و تجلیات کا مرکز ہے تو علی کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش اور منبعِ نور ہے۔......... اگر کعبہ کو بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے تو علی کو کرم اللہ اور اسد اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔......... اگر کعبۃ اللہ میں پتھر نصب کرنے والے خلیل و ذبیح علیہم السلام ہیں تو علی کو گود میں اُٹھانے والے سیّد

المرسلین ﷺ ہیں۔......اگر کعبہ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے تو علی کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مُشتق ہے۔

کعبہ کی دیواروں اور حجرِ اَسود کے چُومنے سے تو انسان کے گناہ ہی دُھلتے ہیں مگر علی کے قدم چومنے سے مقامِ غوثیت وقُطبیّت حاصل ہو جاتا ہے۔

کعبہ فی الواقع معظم ومکرّم ہے لیکن اس میں یہ قوت نہیں کہ اپنے اندر رکھے ہوئے بُتوں کو اُٹھا کر باہر پھینک دے۔ یہ علی کا کام ہے۔ کعبہ اگر بُت خانہ بن جائے تو علی اسے انجاس وارجاس سے پاک کر کے پھر کعبہ بنا دے۔

کعبۃ اللہ کا طواف کرنے سے ارکانِ حج کا ایک رُکن اَدا ہوتا ہے جبکہ علی علیہ السلام کی زیارت ہزاروں حجّوں کے ثواب کے مترادف ہے۔

کعبۃ اللہ کو دیکھنے سے کعبے والے کی یاد آتی ہے۔ مگر علی رضی اللہ عنہ کو ملنے سے کعبے والا مل جاتا ہے۔ لوگ دُور دُور سے کعبہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں مگر کعبہ علی رضی اللہ عنہ کے غُلاموں کا استقبال کیا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کعبہ بھی محترم ہے اور علی رضی اللہ عنہ بھی محترم ہے۔ مولد بھی محترم ہے اور پیدا ہونے والا بھی محترم ہے۔ کعبہ بھی مکرم ہے اور علی رضی اللہ عنہ بھی مکرم ہے۔ کعبہ بیت اللہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ ہے۔ کعبہ بھی عظیم ہے اور علی رضی اللہ عنہ بھی عظیم ہے۔ کعبہ شریف میں پیدا ہونے کا اعزاز جو جنابِ حیدر کرار کو حاصل ہوا اُس سے کہیں بڑھ کر شرف کعبے کو علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے حاصل ہوا، علی رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کعبے نے کی اور کعبے کو معزز علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو شرفِ ولادت کعبہ میں حاصل ہوا اور اِس سعادت سے مشرف کعبے کو علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ کعبے کا اِعزاز علی رضی اللہ عنہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کا اِعزاز کعبہ ہے۔ علی رضی اللہ عنہ خدا کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور خدا علی رضی اللہ عنہ کے گھر سے ملتا ہے۔

بعد تلاش نہ کچھ وُسعتِ نظر سے ملا — نشانِ منزلِ مقصود راہبر سے ملا
علیؑ ملے تو ملے خانۂ خدا سے ہمیں — خدا کو ڈھونڈا تو وہ بھی علیؑ کے گھر سے ملا

مظہر العجائب، امام زمن، شاہ خیبر شکن

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

یوم شہادت...... ۲۱ رمضان المبارک ۶۱ھ

ملک محبوب الرسول قادری ☆

اسم گرامی علیؑ، لقب مرتضیٰؑ اسد اللہ اور حیدر ہیں جبکہ کنیتیں ابوتراب، ابوالحسن اور ابوالحسین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا نام ابو طالب جو بنو ہاشم کے نامور سردار اور سرورِ کائنات ﷺ کے چچا تھے والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ جب حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی تو خود امام الانبیاء ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر انہیں اس کا کفن دیا اور قبر میں خود لیٹ کر اس کو برکت عطا کی۔ حضرت سہل بن سعد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کنیت ''ابوتراب'' بہت پسند تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بارگاہ رسالت ﷺ کی خاص عنایت تھی۔ ایک دن کسی وجہ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکر رنجی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں لیٹ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وجودِ مسعود پر مٹی لگ گئی۔ رحمت عالم ﷺ تشریف لائے اور خود اپنے نورانی ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے اٹھوؑ اٹھو! ابوتراب اٹھوؑ اٹھو ابوتراب اٹھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ۱۳ رجب المرجب کو ہجرت سے دس سال قبل کعبۃ اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ کے آنے سے پہلے آنکھیں تک نہ کھولیں جب آنکھ کھولی تو چہرہ مصطفیٰ ﷺ سامنے تھا۔ سوموار کے روز حضور رحمت عالم ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدا کی وحدانیت اور مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی۔ بچوں میں سب سے

☆ مدیر اعلیٰ: ''انوار رضا'' جوہر آباد...... مدیر: ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور 0300/0321-9429027

پہلے مسلمان ہوئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی ؓ نے بچپن میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ آپ ؓ کی پرورش خود رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔ جنگ احد میں آپ ؓ کو سولہ زخم آئے' کئی مرتبہ غزوات میں حضور ﷺ نے آپ ؓ کو پرچم عطا فرمایا' غزوہ تبوک کے علاوہ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک میں بھی اس لیے نہ گئے کیونکہ انہیں حضور ﷺ نے اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ جب حضرت علی ؓ کے جذبۂ جہاد نے مجبور کیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے' رو کر عرض کی کہ آقا ﷺ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ...... اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی شب حضرت علی ؓ کو حضور ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا۔ آپ ؓ بڑے جری' انتہائی شجاع' اور انتہائی کے بہادر تھے۔ صاحب زادہ رفعت سلطان قادری نے خوب کہا کہ۔

ہمت و جرأت مردانہ کا پیکر حیدر   نام بھی جس کا ہے دنیا میں آگیں

جنگ خیبر کے موقع پر رحمت دوعالم ﷺ نے اہتمام کے ساتھ پرچم اسلام حضرت علی ؓ کے ہاتھوں میں دے کر کامیابی و کامرانی کی پیش گوئی فرمائی۔ آپ ؓ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ جس کی مثال ملنا محال ہے۔ باب خیبر جسے بعد میں ۴۰ صحابہ کرام مل کر گھسیٹ کر دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ مولا علی ؓ نے فتح کے وقت اس کو اکیلے پکڑ کر دور پھینکا، سخی ایسے تھے کہ کوئی سوالی کبھی دروازے سے خالی نہ لوٹا جو آیا امید سے زیادہ دامن بھر کر گیا۔

منبع جود و سخا، پیکرِ تسلیم ورضا   مرکزِ مہر و وفا، شرع محمد ﷺ کا امیں

اس کے در سے تہی دامن کوئی کیسے آئے   اس کے سر پر تو سخاوت کا ہے تاج زریں

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے حضور ﷺ نے یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے زیادہ تجربہ نہیں شاید میں معاملے طے نہیں کر سکوں گا، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس آ، پھر حضور ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، الٰہی اس کے سینے کو روشن کر دے اور زبان کو استقلال مرحمت فرما دیجئے۔ اس کے بعد مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔ پھر وہ مرتبہ پایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

حضرت علی ؓ سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ اس وقت سے پناہ مانگتے تھے جب کوئی معاملہ پیش آجائے اور علی ؓ موجود نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت علی ؓ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا خبردار...... ''......علی کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ خدا کے معاملات میں بڑے سخت ہیں......'' ......حضرت سعید بن میتب ؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی ؓ کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کہہ سکے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو۔

حضرت علی خود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ...... ''......مومن تجھ سے محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا......'' ...... حضرت ابوسعید ؓ کہتے ہیں کہ ہم منافق کو علی ؓ کے بغض سے پہچان لیتے ہیں۔ مواخات مدینہ کے وقت جب حضور ﷺ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ یعنی مہاجرین اور انصار صحابہ میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی ؓ رو پڑے کہ میرے آقا و مولا ﷺ! آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ...... اے علی ؓ! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو...... حضرت زید بن ارقم ؓ کی ایک روایت

امام ترمذی نے نقل فرمائی ہے' سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ...... ''جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے'' ...... ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے ان چار آدمیوں میں علی' ابوذر' مقداد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق کے ساتھ علی ہے اور علی کے ساتھ حق ہے۔ آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ...... ''......مختلف لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں لیکن میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت سے ہیں......''

طبرانی میں مختلف صحابہ کی روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے بغض رکھے تو بھی اس سے نفرت فرما۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خارجیوں میں سے ایک خارجی نامراد عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی نے ۱۸اء رمضان المبارک کو صبح کی نماز کے وقت کوفہ کی جامع مسجد میں حملہ کیا اور شدید زخمی کر دیا، آپ نے شب یک شنبہ ۲۱ رمضان المبارک کو شہادت پائی۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

صاحبزادہ رفعت سلطان قادری نے کیا خوب کہا ہے۔

ظلمت نشاں ہے دہر، تو ہے روشنی علیؑ
لرزاں ہے جس سے موت بھی، وہ زندگی علیؑ

☆☆

جسے علیؑ کی ولایت کا اعتراف نہیں
ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں

بدن میں حج کا احرام دل میں بغض علیؑ
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

مولودِ کعبہ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ

علامہ ظہیر عباس قادری☆

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں اور یہ بھی ساری اُمت کے علم میں ہے اور متفق علیہ ہے کہ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کو بیت اللہ میں ولادت پانے کا شرف حاصل ہے۔ اور یہ واقعہ کوئی حادثاتی طور پر رونما نہیں ہوا بلکہ رب العالمین کی بارگاہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ حسنین کریمین کے بابا اور سیدہ زہرا رضی اللہ عنہم کے سر کے تاج صاحب ذوالفقار حیدری، شہنشاہِ ولایت، بابِ مدینۃ العلم، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت کعبہ معظمہ میں ہو گی۔

اور آج کچھ جاہل، بدباطن اور کور باطن لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مولودِ کعبہ نہیں ہیں۔ چاند کو جتنا مرضی بُرا کہو چاند کی روشنی اور نور میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر کہنے والے کے مبلغِ علمی، بددماغی اور حقائق سے نا آشنائی کا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔

۱۔ امام حاکم المستدرک میں نقل کرتے ہیں۔

إن عليا أول من ولد من بني هاشم في جوف الكعبة

بنی ہاشم میں حضرت علی ہی وہ صاحبِ شرف ہیں جو بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔

۲۔ اور مزید لکھتے ہیں کہ:

إن الأخبار تواترت أن عليا ولد في جوف الكعبة۔

(المستدرک ج ۳ صفحہ ۴۷۳)

☆ انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 0301-4040271

انہیں الفاظ کو علی محمد الصلابی اپنی کتاب علی بن ابی طالب میں نقل کرتے ہیں کہ امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ بات تواتر کی حد تک پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جو کہ "مولودِ کعبہ" ہیں۔

۳۔ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔

إن عليا ولد داخل البيت الحرام في يوم الجمعة ليلة الثالث عشر من شهر رجب قبل البعثة بعشر سنين۔ (أسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۲۸۲)

حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے اور آپ بعثتِ مصطفیٰ ﷺ سے دس سال پہلے ۱۳ رجب بروز جمعۃ المبارک دنیا میں تشریف لائے۔

۴۔ اسی طرح صاحب ازالۃ الخفاء تحریر کرتے ہیں کہ:

عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک تیس برس تھی۔ ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ (ازالۃ الخفاء)

۵۔ سیرت سیّدنا علی المرتضیٰ کے مصنف محمد حبیب القادری یوں رقم طراز ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کے تیسویں سال پیدا ہوئے۔ یوں آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم سے تیس برس چھوٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی۔ (سیرت علی المرتضیٰ صفحہ ۲۷)

جیسا ہم نے کہا کہ آپ کے "مولود کعبہ" ہونے کا فیصلہ پہلے ہو چکا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر الہامی کتابوں میں آچکی تھی۔ شیخ مفید بیان کرتے ہیں کہ یمن میں ایک زاہد رہتا تھا جو ہر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ اس زاہد کا نام "مثرم بن وعیب" اور یہ زاہد یمن کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی عمر ایک سو نوے سال تھی اور اکثر اوقات یہ دُعا کرتا تھا کہ الٰہی! اپنے حرم سے کسی بزرگ کو بھیج تاکہ میں اس کی زیارت کرسکوں۔

اس زاہد کی دُعا قبول ہوئی۔ ابوطالب تجارت کے لئے یمن تشریف لے گئے اور اس زاہد سے ملاقات ہوئی۔ زاہد نے جب آپ کو دیکھا تو نہایت ادب سے پیش آیا اور پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ حضرت ابوطالب نے کہا کہ میں تہامہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کون سے تہامہ کے؟ آپ نے بتایا کہ مکہ مکرمہ۔

زاہد نے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ میرا تعلق بنی ہاشم بن عبدمناف سے ہے۔ زاہد نے جب یہ سنا تو بے اختیار آگے بڑھ کر بوسہ لیا اور کہا! الحمد للہ میری دُعا قبول ہوئی اور مجھے حرمین کے خادم کی زیارت نصیب ہوئی۔

زاہد نے آپ کا اور آپ کے والد کا نام پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میرا نام ابوطالب اور میرے باپ کا نام عبدالمطلب ہے۔

زاہد نے عبدالمطلب کا نام سنا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ نکلا کہ میں نے الہامی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے دو پوتے ہوں گے جن میں سے ایک نبی ہوگا اور دوسرا اللہ کا ولی ہوگا۔ اور ان کا جو پوتا نبی ہوگا اس کے والد کا نام عبداللہ اور جو ولی ہوگا اس کے والد کا نام ابوطالب ہوگا۔

جب نبی تیس سال کے ہو جائینگے اس وقت اللہ کا یہ ولی پیدا ہوگا۔

زاہد نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا تو ابوطالب نے بتایا کہ میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا "محمد" ﷺ انتیس برس کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ زاہد نے کہا آپ جب واپس جائیں تو انہیں میرا سلام کہیں اور یہ بھی کہیں کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ جب وہ نبی دنیا سے پردہ فرما جائیں گے تو پھر آپ کے بیٹے کی ولایت ظاہر ہوگی۔ ابوطالب نے یہ سن کر کہا کہ میں اس حقیقت کو کیسے جان سکتا ہوں؟

اس زاہد نے کہا: آپ وہ چیز چاہتے ہیں جس سے میری سچائی کا علم ہو؟

ابوطالب نے ایک سوکھے ہوئے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

مجھے اس درخت سے تازہ انار چاہئیں؟

زاہد نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے نبی اور ولی کی تعریف کی ان کے صدقے میں مجھے تازہ انار عطا فرما۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے درخت ہرا بھرا ہوگیا اور اس پر تازہ انار پک گئے۔ ابوطالب نے وہ انار کھایا اور اس عابد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس مکہ روانہ ہوگئے۔

(سیرت علی: صفحہ ۲۸)

شیخ مفید نے اس روایت کو مستند ذرائع سے روایت کیا ہے جس سے حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ولایت و ولادت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ رب العالمین ہمیں حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ والہانہ محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دشمنانِ علی کے شر سے اسلام اور اہلِ اسلام کو محفوظ فرمائے۔

آج تک جس نے بھی اللہ والوں کے ساتھ بغض رکھا ہے۔ اس کا انجام ہمیشہ عبرت ناک ہوا ہے۔ حیدرِ کرار کے مولود کعبہ ہونے کا انکار بھی بغضِ علی ہے اور جس نے آپ سے بغض رکھا اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی اور دونوں جہانوں کا خسارا اس کا مقدر بنا۔ ربّ کریم ایسی فکر اور سوچ سے محفوظ رکھے ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور ہدایت وعرفان کے باب میں اسی کی طرف رجوع کے متمنی ہیں۔

وقتیکہ بکعبہ مرتضےٰ شد پیدا
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبریل ز آسمان فرد و آمد و گفت
فرزند بخانہ خدا شد پیدا

(خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ)

لافتاح الاعلی لاسیف الاذوالفقار

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

میاں محمد صادق قصوری☆

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا مشکل کشا کی ولادت مبارک ۱۵ اکتوبر ۵۹۹ء مطابق ۱۳ رجب المرجب عام الفیل سے تیس برس بعد اندرون کعبہ مکہ مکرمہ ہوئی۔ اس شرف وفضیلت میں آپ سے پہلے کوئی شریک نہیں ہوا۔

کسے را میسر نشد ایں سعادت بکعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

حضور سید دوعالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو نہلایا، نام رکھا اور اپنا لعاب دہن آپ کے دہن میں ڈالا۔ بچپن سے ہی اپنی کفالت میں لے لیا۔ تربیت فرمائی یہاں تک کہ خلعت نبوت عطا ہوئی تو آپ ایمان لائے۔

آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ سیدنا علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے دوسرے امام وشیخ ہیں اور خلفائے راشدین میں چوتھے خلیفہ ہیں۔ آپ کے فضائل ومناقب میں بے شمار آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں چندنمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ ۲۰۷)

"کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔"

☆ خلیفہ مجاز حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون میانوالی)
پوسٹل ایڈریس: بمقام وڈاکخانہ بُرج کلاں ضلع قصور 0306-4469496

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

"اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔"

(پارہ ۲۹، سورۃ الدھر: ۸)

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

"وہ جو اپنے مال کی خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیک بدلہ ہے ان کے رب کے پاس، ان کو نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔"

(پارہ ۱۳ البقرہ ۲۷۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

"اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ ۱۲)

آیات کریمہ کے بعد اب احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک میں جب آپ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا (اور دیگر مجاہدین کے ساتھ نہیں لیا) تو آپ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا "کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے بس فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (اس حدیث کو احمد، بزار اور دیگر صحابہ نے

روایت کیا ہے)۔

۲۔ بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر کے زمانے میں ایک روز حضور سیّد دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں کل پرچم اسلامی اس شخص کے حوالہ کروں گا جس کے ہاتھ سے ان شاء اللہ خیبر فتح ہو جائے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے راضی ہے رات کو لوگ بہت دیر تک اس بات پر غوروخوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل صبح کو کس کو عَلَم عنایت ہو۔ صبح ہوئی ہر شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہر ایک کے دل میں یہی خواہش موجزن تھی کہ شاید فخر مجھے حاصل ہو جائے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں اس وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہوئے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا انہیں فوراً بلا لو، جس وقت آپ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے آپ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن (شریف) لگا دیا جس سے آپ کی آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں (اور پھر تا زیست دکھتے نہیں آئیں) اس کے بعد حضور ﷺ نے عَلَم لشکر آپ رضی اللہ عنہ کو ہی مرحمت فرمایا اور ہم سب غوروخوض کرتے ہی رہ گئے۔" (طبرانی نے اس حدیث کو متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے)۔

۳۔ صحیح مسلم میں سعد بن وقاص سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی۔ نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ (آل عمران: ۶۱) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر دُعا کی کہ یا الٰہی یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔

۴۔ ترمذی نے ابوسریحہ رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں "صاحب" (مولا) ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے "صاحب" (مولا) ہیں۔ اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے بھی لکھا ہے۔ بعض راویوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ الٰہی جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے تو

بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

۵۔ احمد نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وسیع مقام پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے "یوم غدیرِ خم" کے موقع پر میری نسبت کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اس مجمع سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

"میں جس کا "مولا" ہوں علی بھی اس کے "مولا" ہیں۔ الٰہی! علی سے جو محبت رکھے اس سے تو بھی محبت فرما اور جو علی سے بغض رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھنا۔"

۶۔ ترمذی اور حاکم نے بریدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر بھی دے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ان میں ایک علی ہیں باقی تین حضرات کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین حضرات یہ ہیں۔ حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم)۔

۷۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔"

۸۔ ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رشتۂ مواخات قائم کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بچشم گریاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا (ایک دوسرے کو بھائی بنایا) مگر میں یوں ہی رہ گیا (آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

۹۔ ابویعلیٰ اور البزار نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دی اس نے خود مجھے اذیت دی۔"

۱۰۔ طبرانی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب سرکار ﷺ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ ﷺ سے گفتگو کر سکے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے ہی دن تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سوا مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے۔ بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت طلحہ، حضرت عائشہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے آمنا سامنا ہوا اور یہاں جنگ ہوئی۔ یہ لڑائی "جنگ جمل" کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ طرفین کے تیرہ ہزار مسلمان کام آگئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخری ۳۶ھ مطابق ۶۵۲ء میں پیش آیا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پندرہ دن قیام فرمایا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ آپ اپنی فوج لے کر آگے بڑھے اور طرفین کی فوجوں کے درمیان کئی روز تک نہایت خون ریز جنگ ہوتی رہی۔ یہ جنگ "جنگ صفین" کے نام سے مشہور ہے۔ جو صفر ۳۷ھ مطابق ۶۵۷ء میں ہوئی۔ بعدہ جنگ ایک صلح پر ختم ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام کو اور حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لائے۔ کوفہ تشریف لانے پر خارجی لوگ آپ کی اطاعت سے علیحدہ ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر کے سرکشی شروع کر دی۔ یہی نہیں بلکہ لشکر جمع کر کے چڑھائی کر دی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کی یہ حالت دیکھی آپ نے بھی ان خوارج کی سرکوبی کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا جو خوارج پر غالب آیا۔ ان خوارج میں بہت سے تائب ہو کر کوفہ واپس آگئے اور کافی سارے وہاں سے بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں جا کر مسلمانوں کی بستیوں پر حملے اور راہزنی کرنے لگے۔ اس فتنے کے انسداد اور قلع قمع کے لئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ مطابق ۶۵۸ء میں ایک فوج لے کر نہروان تشریف لے گئے اور ان خوارج کا قتال کیا۔ ان مقتول خارجیوں میں ذوالثدیہ بھی مارا گیا جس کے بارے میں آقائے دوجہاں ﷺ نے خبر دی تھی کہ "یہ وہ بدنصیب خارجی ہوگا جو خروج کرے گا اور اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی مانند ہوگا اور مومنین کی بہترین جماعت اس کو قتل کرے گی۔"

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کمالات و فضائل مسلم ہیں۔ سراج الامت امام الائمہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس طرح سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ "غنیۃ الطالبین" میں ارشاد کرتے ہیں۔

"عقیدہ اہل سنت و جماعت اس بات پر ہے کہ بے شک امت محمدیہ سب امتوں سے افضل ہے اور تمام امت محمدیہ میں عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور وہ دس شخص یہ ہیں۔"

ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد و سعید و ابوعبیدہ الجراح، اور ان دسوں میں افضل خلفائے راشدین ہیں۔ ان چاروں حضرات میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

آپ کی مقدس زندگی اخلاقیات کا حسین مرقع ہے۔ قدرت نے آپ کو اخلاق حسنہ کا پیکر بنایا تھا۔ آپ نے ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہونے کے باوجود کبھی دوسرے سے اپنے کو ممتاز تصور نہیں کیا۔ ہمیشہ خندہ پیشانی اور انکساری کی زندگی بسر کرتے رہے۔ عام لوگوں کی طرح گھر کے کام بھی کر لیا کرتے تھے، اپنے ہاتھ سے پھٹے ہوئے کپڑوں میں پیوند بھی لگا لیا کرتے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک معمولی مزدور کی طرح کام کیا، خود ہی کھودتے تھے اور خود ہی مٹی اٹھا کر باہر پھینکتے تھے اور اگر کوئی بڑا پتھر سامنے آجاتا تو اپنی خداداد قوت سے اس کو ریزہ ریزہ کر دیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ بڑے حلیم و کریم تھے۔ کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی بھی ہو جاتی تو رحم و کرم سے درگزر فرماتے تھے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑے اولوالعزم، بلند ہمت اور صادق البیان، نرم طبیعت اور خوش طبع تھے۔ غرباء نوازی کا جذبہ آپ کے دل میں سمندر کی طرح لہریں مارا کرتا تھا، اپنے گھر سے دور دور جا کر غریبوں، مسکینوں، محتاجوں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی خدمت و اعانت فرمایا کرتے تھے۔ مریضوں کی عیادت بھی معمولات زندگی سے تھی۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ انہیں "اشجع الناس" (لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر) کہتے ہیں۔"

آپ "غزوۂ تبوک" کے سوا تمام غزوات میں حاضر و شامل رہے اور بڑے بڑے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتارا، ایک دن آپ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے بنو قریظہ کے سات سو آدمی قتل کئے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جنگ خیبر میں جب گھمسان کا رن پڑنے سے ڈھال کٹ کر گر پڑی تو جوش جہاد میں آپ رضی اللہ عنہ آگے

بڑھے اور قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے کواڑ کو ڈھال بنا کر دشمن کی تلواروں کے وار روکتے رہے۔ یہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہیں اٹھا سکتے تھے۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار   لافتی الا علی لا سیف الاذوالفقار

آپ نے نبی کریم ﷺ سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں اور آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں کا انمول مجموعہ اسلامی علوم کے خزانوں کا بہترین اور قیمتی سرمایہ ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔" اور کبھی یوں بھی ارشاد کرتے تھے کہ "میں ایسے مقدمہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جس کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہ کرسکیں۔"

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سوا کوئی ایسا صاحب علم نہیں جو یہ کہہ سکے کہ "جس کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔" اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما باوجود اپنے علم وفضل کے اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ "حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جیسا زیادہ فرائض کا جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص بھی نہیں ہے۔" اور سیدنا مشکل کشا مولا علی رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں اگر چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے چالیس اونٹوں کو کتابوں سے لاد دوں۔"

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں حضرات شاعر تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شعر وشاعری کا شغف فرماتے لیکن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تینوں سے زیادہ اشعار کہا کرتے تھے۔ فصاحت و بلاغت کے میدان میں اہل عرب اپنے مدمقابل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور برجستہ اشعار کا زبان سے ادا ہو جانا ایک عام بات تھی لیکن شاعری میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت منفرد اور اعلیٰ تھی۔ چنانچہ اکثر تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں آپ کے بے شمار حمد ونعت اور رجز کے اشعار ملتے

ہیں۔ شعبی سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا تھا جس کی صحبت وہم نشینی آپ کی طبع پر گراں تھی، اس وقت آپ نے یہ اشعار کہے۔

ولا تصحب اخاه الجهل وایاك وایاه   فکم من جاهل أروی حکیما حین أخاه

"جاہلوں کی صحبت مت اختیار کر ان سے بچ، بہت سے جاہلوں نے اس دانش مند کو تباہ کر دیا جس نے ان سے دوستی کی۔"

یقاس المرء بالمرء اذا ما هوا ماشاه   وللشیء من الشی مقاییس واشباه

"دو آدمی جب ساتھ ساتھ چلتے ہیں تو ایک دوسرے پر قیاس کیا جاتا ہے کہ چیزیں ایک دوسرے کے لئے مقیاس اور مشابہ ہوتی ہیں۔"

قیاس النعل بالنعل اذا ما هو ما زاه   وللقلب علی القلب دلیل حین یلقاه

"اور جوتا دوسرے جوتے سے جب ہی اندازہ کیا جاتا ہے جب مدمقابل کیا جائے جب دو دل ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے راہ ہوتی ہے۔"

حمزہ بن حبیب الزیات نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

ولا تفش سرك إلا إليك فإن لكل نصيحه نصيحا
فانی رأیت غواة الرجال لایدعون أدیما صحیحا

"اپنا راز سوائے اپنی ذات کے کسی پر ظاہر نہ کرنا کہ ہر ایک نیک خواہ کے لئے نیک خواہ موجود ہیں اور میں نے بہت سے گمراہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کھال کو بھی صحیح نہیں چھوڑتے (عیب جوئی کرتے ہیں)۔"

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فقر میں کامل تھے اور قناعت کا انتہائی مرتبہ آپ کو حاصل تھا۔ آپ عموماً تین چار دن کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی تو نو نو دن تک افطار کی نوبت نہ آتی تھی تاہم ایک مٹھی جو کے ستو اور ایک چلو پانی سے زیادہ نوش نہیں فرماتے اور حتیٰ الوسع اس راز کو چھپاتے رہتے تھے۔ آپ نہایت صابر، صادق، متقی

اور باعظمت تھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دیتے اور اپنے پراثر مواعظ سے مسلمانوں کے سخت دلوں کو نرم بنا کر ارباب رشد میں داخل فرما لیتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں فقر و پرہیز گاری کو نہایت عزیز رکھتا ہوں اور فقراء سے محبت ہے کیونکہ خدا پرست کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرنی چاہیئے۔

آپ افطار کے وقت اس قدر روتے کہ آپ کا لباس مبارک تر ہو جاتا۔ روزہ آپ کو بہت ہی مرغوب تھا۔ فرمایا کرتے تھے "کہ میں نے بھوک میں وہ لذت پائی جو احاطۂ بیان سے باہر ہے۔" بھوک مجھے کیوں نہ مرغوب ہو؟ جب کہ پیغمبر خدا ﷺ بھوک اور فقر کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ افطار کے بعد میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ نہیں معلوم میرا رزق حلال یا حرام ہے۔ بصورت حلال ہونے کے نہیں معلوم کہ اس کے حساب سے کیونکر عہدہ برا ہوں گا اور بصورت حرام ہونے کے نہیں معلوم کتنا عذاب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ روز حشر علی رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہوگا۔"

آپ کا اتنا انکسار اور اس قدر گریہ وزاری عیوب نفس سے واقف ہونے کی بناء پر تھی۔

ایک مرتبہ آپ کوفہ کی مسجد میں مقیم اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ ایک غریب نابینا بھی اسی مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ اس کی غریبی و مصیبت کی وجہ سے بہت متاثر ہوئے اور جب روساء کوفہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوتی تو روزے کا عذر کر کے اپنا کھانا اس کے لئے لے آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز وہ نابینا امام عالی مقام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یہاں شرفا و اکابرین شہر کے ساتھ مدعو تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچشم خود دیکھا کہ وہ دستر خوان پر عمدہ اور لذیذ کھانوں کو علیحدہ رکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عزیز من! تم کھانا کھا لو اگر لے جانا چاہتے ہو تو اور کھانا موجود ہے، اس نے جواب دیا کہ یہ کھانا میں اپنے مشفق و مہربان کے لئے لے جانا چاہتا ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارا مشفق کون ہے؟

اس نے کہا کہ میرا شفیق دائم الصوم اور شب بیدار ہے۔

امام نے فرمایا کہ اور زیادہ واضح کر دو تا کہ اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

اس نے کہا کہ وہ بھوکوں کو آسودہ اور لوگوں کو پند و نصیحت سے مستفید کرتا ہے۔

امام نے مزید کہا کہ مزید وضاحت کر دو تا کہ واضح ہو جائے۔

اس نے کہا کہ جب وہ تکبیر کہتا ہے تو دیوار، درخت، پتھر اور ڈھیلے اس کے ہم زبان ہوتے ہیں اور افطار کے وقت ایک مٹھی بھر جو کے ستو اور ایک چلو بھر پانی پر اکتفا کرتا ہے۔ چنانچہ میں اسی یار وفادار کے لئے یہ کھانا آپ کی مبارک محفل سے لے جانا چاہتا ہوں۔

اس واقعہ کو سنتے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ بہت روئے اور فرمایا اے عزیز دوست! جس کے اوصاف تم نے بیان کئے وہ میرے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند خلفائے تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت کمیل بن زیاد، حضرت خواجہ اویس قرنی، حضرت قاضی ابو المقدم شریح بن ہانی، زید الحارثیؓ، حضرت خواجہ حسن بصری۔

چار سال آٹھ ماہ ۹ دن خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق فروری ۶۶۱ء کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کردی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ "تم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو" چنانچہ میں

نے بارگاہ رب العزت میں اس طرح دُعا کی کہ:

"الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان لوگوں کو ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو۔"

ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابن نباح موذن نے آکر آواز دی۔ الصلٰوۃ الصلٰوۃ۔ چنانچہ آپ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم خارجی سے سامنا ہوا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ وار اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔

زخم بہت کاری تھا سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب میں آپ کی روح بارگاہ اقدس میں پرواز کر گئی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نجف اشرف میں آخری آرام گاہ بنی۔ ابن ملجم کے جسم کے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکرے میں رکھ کر آگ لگا دی گئی اور وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔

ارشاداتِ قدسیہ

۱۔ عقبہ بن ابی صہبا کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا یعنی جب آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے میری ان چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ کیا ہیں۔ فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ "سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے، حماقت سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں، غرور وتکبر سب سے سخت وحشت ہے اور سب سے عظیم خلق، کرم ہے۔ امام حسن

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی فرما دیجئے، آپ نے فرمایا "احمق کی محبت سے بچو، کیونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے، لیکن پہنچ جاتا ہے ضرر، جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے، بخیل سے اعراض کرو کیونکہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو احتیاج ہے، فاجر سے کنارہ کش رہو کیونکہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے فروخت کر ڈالے گا۔

۲۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ آپ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ ہمارا رب کب سے ہے، یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "وہ ایسی ذات نہیں کہ کبھی نہیں تھا اور پھر ہو گیا، وہ ہمیشہ سے ہے اور بیچگوں اور بیچوں ہے، نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ اس کی انتہا ہے۔ تمام نہایتیں اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے وہ ہر انتہا کی انتہا ہے۔" یہ سن کر وہ یہودی اس وقت مسلمان ہو گیا۔

۳۔ جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے۔

۴۔ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں (شیطانی حرکات ہیں)۔

(۱) بہت زیادہ غصہ (۲) زیادہ پیاس (۳) جلد جلد جمائی آنا (۴) قے آنا (۵) نکسیر پھوٹنا (۶) بول و براز (۷) یادالٰہی میں نیند کا غلبہ۔

۵۔ عالم کے سامنے تیرا پڑھنا اور عالم کا تیرے سامنے پڑھنا برابر ہے۔

۶۔ لوگ ایک ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن شخص کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔

۷۔ انار کے دانے کو اس جھلی کے ساتھ کھانا چاہیے جو دانوں پر لپٹی ہوتی ہیں یہ مقوی معدہ ہے۔

۸۔ زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے۔

۹۔ اللہ تعالٰی کی رحمت سے ناامید ہونا نہایت نقصان دہ ہے۔

۱۰۔ فرصت کو کھونا بہت بڑی مصیبت ہے۔

۱۱۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

۱۲۔ دنیاداروں کی دوستی ایک معمولی اور ادنیٰ بات سے دور ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ حق نہایت زبردست مددگار ہے اور جھوٹ بہت کمزور معاون ہے۔

۱۴۔ صبر ایک ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی۔

۱۵۔ شریف عالم تواضع اختیار کرتا ہے اور جب کمینہ باعلم ہو جائے تو وہ بڑائی کرنے لگتا ہے۔

۱۶۔ جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو وہ بدسلوکی سے درست ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ جس شخص کا راز اس کے سینے میں نہیں سما سکتا اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

۱۸۔ جب رزق کی تنگی تیرے اوپر ہو تو بخشش مانگ اللہ تعالیٰ سے یعنی "استغفر اللہ" اور "کلمہ" پڑھ کشادگی ہوگی۔

۱۹۔ خاموشی سے آدمی باوقار رہتا ہے اور بے ہودہ گوئی سے طعن کا نشانہ بنتا ہے۔

۲۰۔ عقیدے میں شک کرنا شرک کے برابر ہے۔

۲۱۔ عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کر لیتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔

۲۲۔ برائیوں سے پرہیز کرنا نیکیاں کمانے سے بہتر ہے۔

۲۳۔ محبت اور خلوص آپس کے فاصلے کو کم کر دیتے ہیں۔

۲۴۔ بے موقعہ مزاح دشمنی پیدا کرتا ہے۔

۲۵۔ اولیاء اللہ کے سینے اسرارِ الٰہی کے مدفن ہیں۔

امیر المؤمنین سیّدنا

حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی ☆

اہل بیت رسول اکرم ﷺ کے اجتماعی فضائل پر قرآن و حدیث کی نصوص کے بعد مناسب نظر آیا کہ ان کے انفرادی فضائل پر روشنی ڈالی جائے تو یہ سلسلہ دامادِ رسول شوہر بتول، فاتح خیبر، کعبہ کے گوہر، فاطمہ کے شوہر، علی حیدر شیر خدا تاجدار ہل اتی، مولائے کائنات سیّد السادات اسد اللہ الغالب، غالب علی کل غالب، امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے ذکر خیر سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ربّ العزت اسے راقم الحروف کے لیے ذریعہ نجات اور توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

حیات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں نقوش

آپ کی سیرت طیبہ اور مکمل سوانح حیات کے لئے راقم الحروف کی کتاب سیرت خلفائے راشدین کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں اس کا خلاصہ عرض کیا جا رہا ہے۔

ولادت

واقعہ فیل سے تیس برس بعد اور ظہور اسلام سے دس برس قبل بقول امام حاکم کعبہ شریف کے اندر ۱۳ رجب بروز جمعۃ المبارک آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے جنھوں نے سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول کریم ﷺ کی تربیت فرمائی تھی۔ والد کا نام ابوطالب ہے جو نبی کریم ﷺ

☆ مصنف ابنِ مصنف۔ رد روافض میں کام کے حوالے سے سند سمجھے جانے والے معروف عالم دین...... حال مقیم برطانیہ

کے والد حضرت عبداللہ کے ماں باپ دونوں کی طرف سے سگے بھائی ہیں اور نبی ﷺ کی کفالت بھی انہیں کے سپرد رہی اور قریباً چالیس برس انہوں نے رسول پاک ﷺ کی مدد اور حمایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

تربیت

ابوطالب کثیر العیال تھے ظہور نبوت سے قبل مکہ میں قحط پڑا۔ ابوطالب کی سفید پوشی اور کثرت عیال کو دیکھ کر ان کے بیٹے جعفر کو عباس رضی اللہ عنہ نے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ نے اپنی کفالت میں لے لیا چنانچہ وہ آپ کی زیرِ کفالت و تربیت ہی رہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی پر قرآن اُتارا اور بطور نبی مبعوث فرمایا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انہیں محبوب خدا سیّد الانبیاء ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھایا۔

قبول اسلام

کثیر روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگرچہ بعض روایات کے مطابق اُم المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بعض کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض کے مطابق زید بن حارث رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں تاہم امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق دیتے ہوئے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو، مردوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پہلا مسلمان قرار دیا ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد تین برس تک سلسلہ وحی منقطع رہا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ "یعنی آپ اپنے رشتہ داروں کو دعوت اسلام دیں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے تمام بنو ہاشم کی دعوت طعام کی پھر انہیں دین کی

دعوت دی تو سب نے انکار کیا مگر اکیلے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے زندگی بھر آپ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میرے وصی ہو۔

ہجرت

نبی ﷺ نے نبوت کے تیرھویں سال مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں انہیں ادا کر کے تم بھی میرے پیچھے چلے آنا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ سلا کر رات کو اپنے گھر سے خفیہ طور پر نکل گئے اور مدینہ طیبہ کا راستہ لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ امانتیں ادا کر کے چند خواتین اسلام کو ساتھ لے کر چند دن بعد رسول خدا ﷺ کے پیچھے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

عقد مواخات

مدینہ طیبہ پہنچ کر رسولِ خدا ﷺ نے امیر اور غریب صحابہ کرام اور مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخات قائم کیا۔ آپس میں دو دو آدمیوں کو بھائی بھائی بنایا۔ مثلاً امیر حمزہ اور زید بن حارث کو بھائی بنایا وہ دونوں مہاجر تھے مگر امیر و غریب کا فرق تھا اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع کو بھائی بنایا۔ عبدالرحمان مہاجر تھے اور سعد انصار میں سے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ غم سے آبدیدہ ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی میں نے تجھے اپنے لیے ہی چھوڑا تھا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

شادی

ہجرت کے دوسرے برس جنگ بدر کے بعد اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح قائم فرمایا۔ چنانچہ جنگ اُحد سے ایک ماہ بعد نصف رمضان ۳ھ میں آپ کے ہاں پہلے بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ کی

ولادت ہوئی اور ۳ شعبان ۴ھ کو دوسرے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تولد فرمایا۔ چمنستانِ رسالت میں ان نواسوں کی صورت میں ایسے پھول مہکے کہ سیّد المرسلین ﷺ کو اپنی ساری نرینہ اولاد کے فوت ہونے کا غم بھول گیا۔

بدر و احد میں آپ رضی اللہ عنہ کا کردار

۲ھ میں جنگ بدر ہوئی مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آغازِ جنگ میں ولید بن عتبہ آپ کے مقابل آیا آپ نے پلک جھپکنے میں اسے جہنم رسید کر دیا۔ اس کے بعد عام حملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار بجلی بن کر لشکر کفار پر گرتی رہی اور خرمن کفر کو خاکستر کرتی رہی کفار کے ۷۰ اہم لوگ فنا فی النار ہوئے جن کی ایک مقتول تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جہنم پہنچی۔ ۳ھ میں اُحد میں معرکہ کفر و اسلام بپا ہوا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آغاز میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا پھر اپنی غلطی سے معاملہ بدل گیا کفار کا پلہ بھاری ہوگیا اس ایسے میں رسول کریم ﷺ کا دفاع کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے بے مثال جوان مردی دکھائی اور نبی ﷺ کا خوب دفاع کیا ایک روایت میں ہے جبرئیل علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہا:

انہالمواساۃ — "یہ واقعی بڑی وفا ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

انہ منی وانا منہ — "یعنی علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

مطلب یہ کہ وہ میرا مددگار ہے اور میں اس کا مددگار ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

وانا منکما — "اور میں آپ دونوں سے ہوں یعنی دونوں کا مددگار ہوں۔"

(طبری جلد ۳ صفحہ ۶۵)

جنگ خندق

۵ھ غزوۂ خندق ہوا جس میں لڑائی نہیں ہوئی صرف ایک جگہ سے کفار نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی وہاں مسلمانوں کا ایک حفاظتی دستہ کھڑا تھا اس جگہ عرب کے مشہور شاہزور اور شاہسوار عمرو بن عبدود سے آپ کا مقابلہ ہوا پہلے اس نے وار کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر پڑا اور وہ پھٹ گئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر کچھ زخم آیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے موقع دیئے بغیر اس کے سر اور کندھے کے عین درمیان وار کیا اور تلوار اس کے سینے تک اُتر گئی اور اس کا لاشہ تڑپنے لگا اس کے قتل سے تمام مسلمانوں کے چہرے تمتما اُٹھے دوبارہ کفار کو خندق عبور کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

غزوۂ خیبر ۷ھ میں وقوع پذیر ہوا خیبر میں یہود کے پانچ قلعے تھے چار فتح ہو گئے آخری قلعہ قموص جو سب سے مضبوط تھا بچ گیا کئی دن لڑائی چلی مگر وہ فتح نہ ہوا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں اس کے ہاتھ جھنڈا دے کر لشکر بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اگلے دن ہر صحابی کی تمنا تھی کہ جھنڈا اسے ملے نبی ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہیں عرض کیا گیا وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا علی کو بلاؤ تو انہیں لایا گیا آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں پھر وہ جھنڈا لے کر نکلے خیبر کے سب سے طاقتور اور جنگجو جواں مرد مرحب نے آپ کو للکارا اور کہا کہ میں مرحب ہوں، بہادر اور تجربہ کار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں جنگل کے خوفناک شیر کی طرح ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دشمن کو پہل کرنے دیتے تھے تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے کہ اس نے وار ہی نہیں کیا پھر اسے کوئی لمحہ دیئے بغیر اس کا کام تمام کر دیتے تھے مرحب نے وار کیا جو خطا گیا پھر آپ نے وار کیا جو عین سر میں لگا اس کا سر خود پھٹ گیا اور تلوار ذوالفقار سر کو چیرتی ہوئی داڑھوں میں جا پیوست ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس وقت دُعا رسول ﷺ کے صدقے سے آپ کے ہاتھوں میں وہ روحانی قوت اور طاقت بھری کہ آپ نے قلعے کے دروازے کو پکڑ کر جھنجوڑا تو وہ کھل گیا تو

اسلامی فوج اس میں فاتحانہ داخل ہوگئی۔

خیبر میں آپ کے لئے سورج کا لوٹایا جانا

خیبر سے واپسی پر مقام صہباء میں رسولِ خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی رسول کریم ﷺ پڑھ چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ نہ اُٹھے تا آنکہ نماز عصر فوت ہوگئی۔ بیدار ہونے پر پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ تم نے نماز عصر پڑھ لی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے دُعا فرمائی اے اللہ تعالیٰ علی تیرے اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ نماز پڑھ سکے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے سورج کو ڈوبتے ہوئے خود دیکھا پھر دیکھا کہ اس کی روشنی نکل آئی اور پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ امام طحاوی نے اسے مشکل الحدیث میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے کہ یہ علامات نبوی میں سے ہے۔

(مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۸)

علی رضی اللہ عنہ دوشِ نبی پر

۸ ھ میں فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے گرد لگے بت توڑے گئے کچھ بت دیوار کعبہ میں بہت بلند نصب کیے گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہوں اور ان کو گرائیں۔ فرمایا! علی تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے۔ تم میرے کندھوں پر چڑھو اور انہیں گراؤ۔ تو وہ دوشِ رسالت مآب ﷺ پر چڑھے اور بت گرائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ! تم اس وقت خود کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھوں سے سارے حجابات اٹھ گئے ہیں اور میرا سر ساقِ عرش سے جا لگا ہے۔ (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۷۰)

غزوۂ تبوک اور مولا علی رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ ۹ ھ میں تبوک کو تشریف لے گئے منافقین حیلوں بہانوں سے ساتھ

نہ گئے اور مدینہ شریف ہی میں رہ گئے آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ شہر مدینہ طیبہ میں ٹھہرایا تاکہ منافقین پر نظر رکھے۔ یہ پہلی بار تھی کہ وہ کسی غزوۂ سے پیچھے رہ رہے تھے تو رو پڑے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اے علی آج میرے ساتھ تمہارا مقام ایسا ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ صرف یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہ حدیث تقریباً تمام کتب صحاح ستہ میں ملتی ہے) یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی جگہ ٹھہرایا تھا میں تمہیں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں

حجۃ الوداع سے چند ماہ قبل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیں وہ گئے مگر لوگ نہ مانے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ آپ نے ایسے موثر انداز میں دعوتِ اسلام دی کہ سارا یمن اسلام لے آیا۔ قیام یمن کے دوران بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو یمن گئے ہوئے تھے بعض امور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف رائے ہوا انہوں نے آکر بارگاہِ رسالت میں ان امور کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے نفرت مت رکھو البتہ اگر محبت رکھتے ہو تو اور محبت کرو، جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

اعلانِ غدیر خم

حجۃ الوداع کے اختتام پر نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا۔ جسے غدیر خم کہتے ہیں۔ وہاں تک وہ سارے لوگ جو یمن سے حج کرنے آئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ ان تمام لوگوں کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے جا شکائتیں رکھتے تھے خواہ وہ یمن سے تھے یا مدینہ طیبہ سے یمن گئے ہوئے تھے۔ سمجھایا جائے آپ نے کجاوے ایک دوسرے پر کھڑے کر کے بلند جگہ بنوائی پھر اس پہ کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کر

کے فرمایا:

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

"جس شخص کا میں محبوب ہوں اس کے لیے علی بھی محبوب ہے۔ اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے (دوست رکھے) تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تغسیلِ نبی

حجۃ الوداع سے واپس ہو کر نبی کریم ﷺ اڑھائی ماہ کے قریب دنیا میں رہے پھر ۱۱ ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز پیر بارہ بجے دن کے قریب آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ چونکہ آپ ﷺ کو غسل دینا گھر والوں کا کام تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، فضل بن عباس قثم بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ پر حکمت کا دروازہ کیسے کھلا تو فرمایا وقت غسل نبی ﷺ میں نے آپ کی آنکھوں اور ناخنوں پہ لگا پانی چوس لیا تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم.

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي

جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کو گالی دی بلاشبہ اس نے مجھے گالی دی۔

(مستدرک: ۳، ۱۲۱)

حیدرِ کرار سیّدنا علی رضی اللہ عنہ

اعجاز الحق اعجاز (بی ایس سی)

"آج تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوگیا کہ جب رسالت مآب ﷺ اُسے علَم عطا فرماتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مدد سے فتح حاصل کیے بغیر واپس نہ آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے سات سو درہم کے علاوہ چاندی نہ سونا، کچھ جمع نہیں کیا تھا درہم بھی اپنے گھر والوں کے لئے ایک خادم خاص کرنے کے لئے تھے جو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹھائے۔"

یہ الفاظ اُس خطبے سے لے گئے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی وفات کے بعد حضرت امام سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں دیا۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں منقول ہے کہ حضرت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا۔ "اب عرب جو چاہیں کریں اب ان کو روکنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔" یہ ہیں وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم جو ۱۳ رجب المرجب ۳۰ھ عام الفیل کو خانہ کعبہ میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ نے آپ کا نام حیدر، آپ کے والد نے زید اور آنحضرت ﷺ نے علی رکھا۔ والد کا نام "عبدمناف" تھا لیکن اُن کی کنیت اُن کے بیٹے طالب کی مناسبت سے ابوطالب تھی۔ والدہ کا نام "فاطمہ بنت اسد" تھا۔ آپ کے والدین باہم چچا زاد تھے اس لئے آپ نجیب الطرفین ہاشمی حضور ﷺ کے حقیقی چچا زاد بھائی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب اور "حیدر" آپ کا تخلص۔ آپ کو اپنی کنیتوں میں ابوتراب بہت پسند تھی جو حضورِ اکرم ﷺ کی عطا کردہ تھی۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

مرسل حق کرد نامش بوتراب　　حق ید اللہ خواند در اُم الکتاب

حلیہ

آپ کا رنگ گورا، آنکھیں کشادہ، قد درمیانہ اور شخصیت نہایت پر رعب تھی۔
آپ کے سر کے بال کسی قدر اڑے ہوئے، باقی تمام جسم پر بال لمبی اور گھنی داڑھی اور دوہرا بدن تھا۔

قبول اسلام اور خدمات

نبوت کے اعلان کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر دس گیارہ برس کی تھی آپ بچپن ہی سے حضور ﷺ کے زیر تربیت رہے اور اس پر یوں فخر کرتے تھے کہ "بچپن ہی سے رسول اکرم ﷺ نے میری تربیت اس طرح کی اور مجھے علوم اس طرح تعلیم کئے جیسے کوئی طائر اپنے بچے کو دانہ بھرتا ہے۔"

آپ چونکہ آغوش نبوی ﷺ میں ہی پلے تھے لہٰذا بلاچون و چرا اسلام قبول کر لیا اور اس طرح "السابقون الاولون" میں شمار ہوئے۔ ہجرت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۲۱ برس کی تھی۔ ہجرت کی رات کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور رات کو آپ ﷺ کے مکان کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو وحی کے ذریعے اس واقعے سے باخبر کر دیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ کے بستر مبارکہ پر سونے کا شرف حاصل ہوا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خدمت اسلام میں ایک اہم خدمت سمجھی جاتی ہے اس لیئے کہ مکہ سے تمام مسلمان ہجرت کر کے جا چکے تھے۔ بہت ممکن تھا کہ مشرکین مکہ اپنی ناکامی کے غیض و غضب میں انہیں قتل کر ڈالتے یا کم از کم اذیتیں پہنچاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطور نذرانہ پیش کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس رات کے ایک ایک لمحے میں شہادتِ عظمیٰ کے مقام پر فائز رہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس رات کی نیند کے عوض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نفس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور رضائے الٰہی خرید لی تھی۔ کفار اقرار کرتے ہیں کہ رات بھر وہ یہی سمجھتے رہے کہ

حضور اکرم ﷺ اپنی چادر میں آرام فرما رہے ہیں اہل ایمان کہتے ہیں کہ واقعی آغوش رسول ﷺ کی تربیت کی یہ وہ خوشبو تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صداقت کا نام دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کر کے دکھاؤ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور حضور ﷺ کی امانتیں یعنی خواتین عصمت کو لے کر تین دن کے بعد مدینہ منورہ کا قصد کیا حضور اکرم ﷺ قبا کی بستی میں منتظر تھے ہجرت کے پہلے سال جب حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ ہجرت کے دو سال بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا عقد آپ سے کر دیا۔ حالانکہ اس سعادت کے حصول کے لئے بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کوشش کی۔ نسائی میں ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
"بیٹی! میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ عزیز شخص کے ساتھ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔"

شجاعت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت تاریخ اسلام میں ضرب المثل بن چکی ہے اور "لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار" کی صداقت ہر ایک سے اپنا لوہا منوا چکی ہے تمام غزوات میں ان کا حصہ امتیازی تھا۔ اپنی شجاعت اور دلیری کی وجہ سے "اسد اللہ الغالب" کے لقب کے مستحق ہوئے۔
۲ھ میں غزوۂ بدر ہوا جس میں ستر کافر مارے گئے ان میں سے ۲۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔
۳ھ میں غزوۂ احد ہوا جس میں تیس کافر مارے گئے ان میں سے ۱۳ کافر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے مارے گئے اس بہادری اور ثابت قدمی کے صلے میں

آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار "ذوالفقار" بطور انعام عطا فرمائی۔

۵ھ میں غزوۂ مطلق ہوا۔ اس غزوۂ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اس میں بھی لشکر اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی اسی سال غزوۂ خندق ہوا جس میں کفار قریش اکثر قبائل عرب کو ساتھ لائے تھے۔ ان میں ایک مشہور بہادر "عمرو ابن عبدود" بھی تھا جو تنہا ہزاروں پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔

۶ھ میں فدک کے مقام پر لشکر اسلام نے یہودیوں کے ایک بڑے لشکر کو جو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شکست دی۔ اسی سال صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔

خیبر شکن بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان جب خیبر پر حملہ آور ہوئے اور اس کا محاصرہ کیا تو متواتر پانچ روز تک کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ چھٹے روز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل اس وقت اس شخص کو علَم دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور وہ فتح یاب ہو کر لوٹے گا۔ یہ علَم بردار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

۸ھ میں مکہ فتح ہوا اس موقع پر بھی فوج کا علَم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا اس موقع پر انہیں سب سے بڑی سعادت یہ نصیب ہوئی کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جب حضور اکرم ﷺ چھڑیوں کے ذریعہ کعبہ کے بت گرا رہے تھے اور ایک اونچے بت کو گرانے کے لئے حضور ﷺ نے انہیں اپنے مبارک کندھوں پر چڑھایا اور اس طرح انہیں بت کو توڑنے کا شرف حاصل ہوا۔ یوں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد اسلام کے دوسرے بت شکن ہونے کا شرف پایا۔ اسی سال غزوۂ حنین ہوا۔ جس میں بہت کم مسلمان ثابت قدم رہ سکے چند فدایان نبی جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اسی سال حضور اکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام

مقرر کیا اور خوش کرنے کے لئے فرمایا:

"علی (رضی اللہ عنہ) کیا تم اس سعادت کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ اس قسم کا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کا تھا اگرچہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔"

۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ گئے اور کفار کو سورۂ برأت سنائی جس میں کفار کا حج میں شرکت کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۱۰ھ میں انہیں حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ دین کے لئے یمن بھیجا جو آپ رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے مرکز اسلام بن گیا۔ اسی سال حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور واپسی پر مقام "غدیر خم" میں اپنے خطبے میں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کے مولا ہیں۔ اسی بناء پر آپ کو مولا علی کہتے ہیں۔ اسی بات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا مبارک ہو مبارک ہو اے علی! اب تو تم میرے اور ہر مومن کے مولا ہو گئے۔"

۱۱ھ میں حضور اکرم ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کے چند افراد کے ساتھ حسب وصیت کفن و دفن کے فرائض انجام دیئے۔

حکومت و سیاست

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تینوں خلفائے کے عہد میں آپ رضی اللہ عنہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو تین اہم محکموں کی ذمہ داری سونپی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا مشیر بنائے رکھا اور جب کبھی مدینہ سے باہر جاتے تو انہیں اپنا قائم مقام بنا کر تشریف لے جاتے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد باشندگان مدینہ اور باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن ایک دن بھی آپ رضی اللہ عنہ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا کیونکہ اسلامی معاشرہ اندرونی اختلافات کا شکار ہو چکا

تھا اور نو مسلمین، یہودی اور منافقین نے سادہ اور جدوجہد کی زندگی کے برخلاف اقتصادی اونچ نیچ کا مطلوب بنا دیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تلف ہونے کو برداشت نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حکومت اور سیاست کو اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت جانتے تھے انہوں نے عوام الناس کی حکومت اس لئے سنبھالی تھی کہ وہ انہیں ہر طرح کا سکھ پہنچائیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان کے عہد میں عوام بڑے خوش حال تھے اور انہیں زندگی کی ہر فراغت میسر تھی اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایرانی ذمی کفار بھی کہتے تھے کہ "اللہ کی قسم اس عربی حاکم نے تو نوشیرواں عادل کی یاد تازہ کر دی۔"

علم فضل اور حکمت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پانچ سال ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک خلافت کی۔ آپ کا شمار قریش کے ان سترہ افراد میں تھا جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ تقویٰ و طہارت اور حسن و اخلاق سے متصف تھے۔ اکابر صحابہ آپ سے مسائل فقہ پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بہترین فیصلے کرنا والا تسلیم کیا اور عبداللہ ابن مسعود نے انہیں مسائل وراثت کا ماہر تسلیم کیا ہے۔ اپنوں کے علاوہ دشمن بھی آپ کی ذہانت کے قائل تھے۔

ایک مرتبہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، اتنے میں ایک اور آدمی آ گیا ان دونوں نے اسے اپنے ساتھ کھانے کو بٹھایا جب وہ تیسرا آدمی کھانا کھا کر چلنے لگا تو اس نے آٹھ درہم ان دونوں کو دے کر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے یہ اس کے عوض میں سمجھو۔ اس کے جانے کے بعد ان دونوں میں درہموں کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والا بضد تھا کہ چونکہ میری پانچ روٹیاں تھیں لہٰذا مجھے پانچ اور تجھے تین روپے ملنے چاہئیں کیونکہ تیری روٹیاں بھی تین ہی تھیں لیکن دوسرا شخص اس تقسیم پر راضی نہ تھا لہٰذا وہ دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کے

بیان سن کر تین روٹیوں والے سے کہا کہ تو رضا مند ہو جا۔ اس نے کہا کہ جب تک میری حق رسی نہ ہوگی میں کیسے راضی ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تیرے حصے میں صرف ایک درہم آئے گا اور تیرے ساتھی کے حصے میں سات درہم آئیں گے۔

یہ سن کر اسے بہت تعجب ہوا اس نے کہا کہ آپ بھی عجیب قسم کا انصاف کر رہے ہیں ذرا مجھے سمجھا دیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو سنو۔ کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم تین آدمی تھے چونکہ مساوی طور پر تقسیم نہیں ہو سکتیں لہٰذا ہر ایک روٹی کے تین ٹکڑے قرار دے کر کل چوبیس ٹکڑے سمجھو یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ لہٰذا یہی فرض کرنا پڑے گا کہ تینوں نے برابر کھانا کھایا اور ہر ایک شخص نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تیری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے ایک اس تیسرے شخص نے کھایا اور آٹھ تیرے حصے میں آئے اور تیرے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑوں میں سات تیسرے شخص نے کھائے چونکہ تیرا ایک ٹکڑا اور تیرے ساتھی کے سات ٹکڑے کھا کر اس نے آٹھ درہم دیئے ہیں لہٰذا ایک درہم تیرا ہے اور سات درہم تیرے ساتھی کے یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ ہاں اب میں راضی ہوں۔

حفظ قرآن اور علم قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں بے مثل تھے مختلف علوم اسلامی، ادبی و فکری ایجاد کا سلسلہ بھی آپ کا فیض ہے فن نحو بھی آپ نے ایجاد کیا ہے، فصاحت و بلاغت میں بھی آپ کا کوئی نظیر نہ تھا۔ نثر و نظم دونوں میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔

شہادت

۴۰ھ میں خارجیوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا تہیہ کیا۔ ۱۷ رمضان المبارک کو کوفہ کی جامع مسجد میں آپ رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ حسب معمول لوگوں کو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی بلند آواز سے جگاتے ہوئے تشریف لائے۔ اس اثناء میں ابن ملجم نے اپنے دو ساتھیوں وردان اور

شبیب بن شجرہ کے ساتھ مل کر آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا۔ شبیب بھاگنے میں کامیاب ہوگیا جبکہ وردان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر میں اس زخم سے مرجاؤں تو تم بھی اس کو قتل کر دینا اور اگر میں اچھا ہو گیا تو خود جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بنو عبدالمطلب کو وصیت کی میرے قتل کو مسلمانوں کی خون ریزی کا بہانہ نہ بنانا صرف اسی شخص کو جو میرا قاتل ہے۔ قصاص میں قتل کر دینا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حسن! اگر اس زخم کے صدمہ سے میں مرجاؤں تو تم بھی اس کو تلوار کے ایک ایسا ہی وار کرنا کہ اس کا کام تمام ہو جائے اور مثلہ ہرگز نہ کرنا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ اسی قسم کی باتوں اور ذکر الٰہی میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ اَطَاعَ عَلِیًّا فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصَا عَلِیًّا فَقَدْ عَصَانِیْ

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جس نے علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (مستدرک: ۳:۱۲۱)

فضائلِ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آج تک آفاق میں ہے ہیبتِ شیرِ خدا

علامہ صاحبزادہ عرفان الٰہی قادری

ولادت باسعادت

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد طواف کعبہ میں مصروف تھیں۔ طواف کرنے والوں کا جم غفیر تھا کہ حضرت فاطمہ کو دردِ زہ شروع ہوا تو آپ گھبرا گئیں کہ کیا کروں اپنے گھر تو جا نہیں سکتی اور یہاں لوگوں کا ہجوم ہے۔ اچانک دیوار کعبہ پھٹی اور ندائے غیبی آئی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں اگر اپنے گھر نہیں جاسکتی تو ہمارے گھر میں آجا۔ ایسی حالت میں کوئی بھی عورت کسی بھی مسجد کے قریب نہیں جاسکتی بلکہ بی بی مریم کو حکم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہونے والی ہے۔ بیت المقدس سے ذرا دور چلی جا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کو کعبہ کے اندر بلا لیا گیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضور ﷺ نے صرف علی رضی اللہ عنہ کو ہی حالت جناب میں مسجد میں جانے (گزرنے) کی اجازت دی کہ جس کی ماں حالت نفاس میں کعبہ کے اندر جاسکتی ہے اس کا بیٹا حالت جنابت میں مسجد کے اندر کیوں نہیں آسکتا۔

یہاں ہم ایک قابل غور نکتہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ عام زمین سے میقات کی زمین افضل ہے کیونکہ اس سے آگے بغیر حرام کے نہیں جاسکتے پھر میقات سے حرام افضل ہے کہ وہاں کوئی غیر مسلم نہیں جاسکتا۔ پھر حرم مکہ سے شہر مکہ افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یاد فرمائی ہے۔ پھر شہر مکہ سے مسجد حرام کی سرزمین افضل ہے کہ جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے پھر اس سے خانہ کعبہ کے ارد گرد کی جگہ جہاں

طواف کیا جاتا ہے۔ پھر اس سے کعبۃ اللہ کی عمارت والی زمین افضل ہے۔ جو بیت عتیق ہے اور سارے جہانوں کے لئے ہدایت ہے اور کعبہ شریف کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

اور دوسرے الفاظ میں یوں ملاحظہ فرمائیے۔

مولا بھی محترم ہے ولا بھی ہے محترم — کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؓ کی ہے

کعبہ سے ابتداء ہے تو مسجد پہ انتہا — مرقوم دو حرم میں حکایت علیؓ کی ہے

شہنشاہ ولایت کی محبت اور طواف کعبہ کے بارے میں:

جسے علیؓ کی ولایت کا اعتراف نہیں — ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں

بدن میں حج کا احرام دل میں بغض علیؓ — یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی ولادت باسعادت ہوئی تو چشمان مبارک بند ہیں۔ عجیب بات ہے کہ لوگ ہزاروں، لاکھوں روپے لگا کر زیارت کعبہ کے لئے جاتے ہیں۔ شاید حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کعبہ کو بعد میں دیکھنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے کعبہ کے رخ شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ کی زیارت پہلے کرنا چاہتے تھے۔

جیسا کہ بریلی کے تاجدار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ان کے طفیل حج بھی رب نے کرا دیئے — اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

یا اس لئے آنکھیں بند رکھیں کہ غریب کے گھر کا بچہ پیدا ہو تو سب سے پہلے محلے کی دائی کا منہ دیکھے۔ امیر کے گھر بچہ پیدا ہو تو ہسپتال کی نرس کا منہ دیکھے۔ مولیٰ علی نے چاہا کہ نرس اور دائی کا منہ تو سارے بچے ہی دیکھتے ہیں۔ ایک بچہ ایسا بھی ہونا چاہیے کہ جو پیدا ہوتے ہی نہ دائی کا منہ دیکھے نہ نرس کا بلکہ نہ اپنی ماں کا چہرہ دیکھے نہ

باپ کا پیدا ہوتے ہی ادھر اس کی آنکھ کھلے اور ادھر محبوب خدا کا چہرہ کھلا ہوا قرآن علی کو زیارت کرانے کا منتظر ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی اتفاق ایسا ہوا کہ ادھر بیت اللہ سے اپنی والدہ کی گود میں باب ولایت چل پڑے۔ ادھر بیت عبداللہ سے باب نبوت و رسالت چل پڑے۔ ادھر سے شہنشاہ اولیاء چل پڑے۔ ادھر سے تاجدار انبیاء چل پڑے۔ ادھر سے باب العلم چل پڑے۔ ادھر سے مدینۃ العلم چل پڑے۔ ادھر سے کرامات والا غلام چل پڑا اور ادھر سے معجزات والے آقا چل پڑے۔ ادھر سے حسنین کا ابا چل پڑا۔ ادھر سے بتول کا بابا چل پڑا۔ ادھر سے اسد اللہ چل پڑے اور ادھر سے رسول اللہ چل پڑے۔ ادھر سے حبیب مصطفےٰ چل پڑے۔ ادھر سے محبوب خدا چل پڑے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ عنہ)

راستے میں نبی وعلی کی ملاقات ہوگئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چچی فاطمہ بنت اسد (والدۂ مولا علی رضی اللہ عنہ) کو بچے کی مبارک دی۔ انہوں نے مبارک قبول تو کی لیکن عرض کیا بچہ بڑا خوبصورت ہے لیکن آنکھیں نہیں ہے۔ حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہاتھوں پہ اٹھایا اور علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پہ آتے ہی ایسی موٹی موٹی آنکھیں کھول دیں کہ:

اکھاں وچ قدرتی سرمے دی دھاری — ولاں توں چیر دی جیویں کٹاری

فرمایا: چچی تو کہتی ہے آنکھیں نہیں ہے میں کہتا ہوں اس جیسی کسی کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔

اٹھے تو بجلی پناہ مانگے — گرے تو خانہ خراب کر دے

علماء کرام لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن آپ سے پوچھا! اے علی تو نے کعبہ میں پیدا ہو کر آنکھیں کیوں بند رکھیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اللہ نے مجھے آپ کے لئے بھیجا تھا تو میں نے سوچا:

اعظم اوتھے کی "ویکھنا" جتھے یار نظر نہ آوے

یعنی یہ عقیدۂ مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بتا دیا کہ بغیر عشق مصطفیٰ کعبہ کی ساعتیں بھی کچھ نہیں۔ پھر ایسے علی رضی اللہ عنہ کی شان ایسی کیوں نہ ہو۔

وہ اولیاء کا پیشوا وہ عارفوں کا راہنما ۔۔۔ وہ بابِ علم و معرفت وہ زور دست مصطفیٰ
وہ مخزن یقین بھی وہ آفتاب دین بھی ۔۔۔ وہ خضر کا بھی خضر ہے وہ شاہ ذوالفقار بھی

محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت شعروں میں شان علی رضی اللہ عنہ بیان فرمائی ہے۔ اہل ذوق کے لئے پیش خدمت ہے۔

اہل نظر کی آنکھ کا تارا علیؑ علیؑ ۔۔۔ اہل وفا کے دل کا سہارا علیؑ علیؑ
رحمت نے لے لیا مجھے آغوش نور میں ۔۔۔ میں نے کبھی جو رو کے پکارا علیؑ علیؑ
اک کیف اک سرور سا رہتا ہے رات دن ۔۔۔ جب سے ہوا ہے ورد ہمارا علیؑ علیؑ
کعبے کے بت گرائے نہیں اپنے ہاتھ سے ۔۔۔ حضرت نے مسکرا کر پکارا علیؑ علیؑ
دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو ۔۔۔ اس واسطے ہے نام تمہارا علیؑ علیؑ
اعظم یہ مغفرت کی سند ہے ہمارے پاس ۔۔۔ ہم ہیں علیؑ کے اور ہمارا علیؑ علیؑ

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کا نام نامی اسم گرامی علی ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوتراب ہے۔ آپ کے القابات میں اسد اللہ الغالب، امام المشارق و المغارب، نفس رسول، داماد رسول، شوہر بتول، مرتضیٰ، شیر خدا، حاجت روا، حیدر کرار، خلیفۃ الرسول، مولیٰ المؤمنین، امیر المسلمین، امام الاولیاء، مولائے کائنات، تاجدار ولایت، شہسوار حقیقت و معرفت وغیرہ شامل ہیں۔

نسب مبارک

والد محترم کی طرف سے آپ کا نسب مبارک اس طرح ہے۔ علی بن ابی طالب (عمران) بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب

بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ اور والدہ کی طرف سے آپ کا شجرہ نسبی یوں ہے: علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف۔ آپ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نسب میں آپ کو خصوصی نسب حاصل ہے کیونکہ عبدمناف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ۲۶ویں فرزند ہیں جن کے پوتے عبدالمطلب ہیں جو نبی وعلی کے دادا جان ہیں۔ حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابوطالب (عمران) آپس میں سگے اور حقیقی بھائی تھے۔

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

اسلام کی شمشیر کا جوہر ہے علیؑ ۔۔۔ ہے کعبہ صدف اس کا گوہر ہے علیؑ
جس بی بی کے پیار کو اٹھتے تھے رسولؐ ۔۔۔ اللہ رے! اس بی بی کا شوہر ہے علیؑ

برادران اسلام! تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا پیارا قرآنی جملہ بولا جاتا ہے یعنی کہ "اللہ ان پہ راضی ہوگیا"۔

لیکن سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کے نام اقدس کے ساتھ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بابرکت جملہ بولا جاتا ہے (اگر دُعائیہ ہو) تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو عزت دے (اگر بمعنی ماضی ہو) تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو عزت دی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کبھی کفر وشرک کی آلودگی میں لوث نہ ہوئے۔ نہ غیر اللہ کو سجدہ کیا جب کہ وہ ایمان لانے کے وقت چھوٹے تھے۔ اس لیے آپ کو خاص طور سے "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم" کہا جاتا ہے اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔" (سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت ج ۴ ص ۸۲۲)

"حضرت حسن بن زید بن حسن رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بتوں کی عبادت نہیں کی (یعنی زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کہیں بھی کسی بت کے قریب نہیں گئے اور زمانہ اسلام میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا) اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کہا جاتا ہے۔

(یارانِ مصطفیٰ ﷺ بحوالہ رسالۃ الصبان علی ہامش نور الابصار)

بعض علماء کرام آپ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے الفاظ کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جب ایک جنگ کے موقع پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے والے بدبخت نے شجاعت علی رضی اللہ عنہ کا نظارا کر کے اپنی شکست کو یقینی دیکھا تو اس نے کہا۔ اے علی (رضی اللہ عنہ) ! تیرا چہرہ سیاہ ہو (نعوذ باللہ) امام الانبیاء ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کرم اللہ وجھک۔ اے علی! اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو عزت عطا فرمائے۔

(یارانِ مصطفیٰ ﷺ مع وارثان خلافت راشدہ ص ۶۵۲)

رسول پاکؐ کا میری طرف سلام آیا — میری زبان پہ جس دم علیؓ کا نام آیا
امیر بزم ولایت خطاب ہے تیرا — حدیث جسمک جسمی تیرا مقام آیا
وہ دوجہان کی دولت سے مالا مال ہوا — تیرے حضور جو بن کر تیرا غلام آیا
سیاہ کار ہوں آقا مگر یہ کیا کم ہے؟ — کہ تیرے چاہنے والوں میں میرا نام آیا
علیؓ کا نام ہی اعظم وہ اسم اعظم ہے — کہ جس کسی نے پکارا اسی کے کام آیا

اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّینَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّینَ

میں انبیاء کا سردار ہوں اور علی وصیت کرنے والوں کے سردار ہیں۔

شخصیت، افکار، خدمات

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ

پروفیسر فضل الٰہی رشک

۱۔ تعارف

آپ کا نام علی رضی اللہ عنہ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ ماں نے آپ کا نام حیدر رکھا۔ امین، شریف، مرتضیٰ اور اسد اللہ آپ کے خطابات تھے۔

۲۔ ولادت

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت مدینہ سے اکیس سال پہلے خانہ کعبہ میں ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد اور والد کا نام ابوطالب تھا آپ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی النسل تھے۔

۳۔ حضور ﷺ کی کفالت

تاریخ طبری میں مجاہد سے مروی ہے کہ قریش سخت تنگ دستی میں مبتلا ہوئے اور حضرت ابوطالب جو کہ کثیر العیال تھے کے گھر فاقوں کی نوبت آئی تو حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ متمول تھے سے عرض کیا چچا! آپ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور ان دونوں کی مشکل سے بسر اوقات ہو رہی ہے چلیں اور ان کا بوجھ کچھ ہلکا کریں اور ان کے بال بچوں میں سے کچھ کی پرورش آپ اپنے ذمہ لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رضا مند ہوئے تو دونوں حضرت ابوطالب کے پاس گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی کفالت اور حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اور یہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے تک جاری رہا۔

۴۔ ایمان سے سرفرازی نبوی

بعثت کے فوراً بعد جب کہ صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے سرفراز ہو چکی تھیں۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے تو حضور ﷺ کو اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضور ﷺ نے بتایا یہ اللہ کا دین ہے جو تنہا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تم کو بھی خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں جب تک حضرت ابوطالب سے ذکر نہ کرلوں کچھ فیصلہ نہیں کرسکتا۔ رات بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ صبح ہوتے ہی آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۹ سال تھی۔

آپ حضور ﷺ کی کفالت اور آغوش تربیت میں آجانے کے باعث ہر قسم کی معاشرتی مکروہات سے محفوظ و مامون رہے۔

۵۔ بت شکنی کا اعزاز

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں اور حضور ﷺ خانہ کعبہ میں آئے حضور ﷺ مجھے بٹھا کر اور میرے کندھوں پر اپنے پاؤں رکھ کر کھڑے ہوئے لیکن آپ ﷺ میں میری کمزوری کا احساس ہوا تو آپ ﷺ خود بیٹھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ میں حضور ﷺ کے کندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاؤں میں نے حکم کی تعمیل کی تو میں کعبہ کی چھت کے قریب پہنچ گیا اور وہاں جو پیتل یا تانبے کا بت رکھا تھا اس کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت دینا شروع کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اسے گرا دو میں نے اسے گرا دیا تو وہ کانچ کی طرح ریزہ ریزہ ہوگیا اور ہم دونوں تیز قدم چلتے ہوئے مکان کے پیچھے چلے گئے تاکہ کوئی قریش ہمیں دیکھ نہ لے۔

یہ حدیث امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں، امام بخاری نے التاریخ میں،

ابن ماجہ، الحاکم، نسائی نے الخصائص میں بیان کی اور واضح کیا کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر رسالت ﷺ پر

کفار کی سختیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو حضور ﷺ نے بحکم ایزدی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو روک لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بھی ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا کر ہدایت کی کہ صبح کفار کی تمام امانتیں انہیں واپس کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔

۷۔ ہجرت مدینہ

صبح کو کفار جو حضور ﷺ کے مکان کا گھیرا ڈالے کھڑے تھے اور حضور ﷺ کو شہید کر دینے کا عزم کئے ہوئے تھے جب اس صورت حال سے آگاہ ہوئے تو بپھر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تشدد کیا جب ان سے نجات ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کی تمام امانتیں واپس کیں اور مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ حضور ﷺ ابھی تک قبا ہی کے مقام پر قیام پذیر تھے کہ آپ ان سے جا ملے اور مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔

۸۔ مواخات

ابن اسحاق نے سنن ترمذی شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء اور تنویر العینین میں تحریر کیا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مواخات اپنی ذات بابرکت کے ساتھ قائم فرمائی۔ البتہ ابن سعد کی کتاب الطبقات الکبریٰ میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی مواخات سہیل بن حنیف کے ساتھ قائم کی ابن کثیر نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

۹۔ حضرت سیدۃ النساء سے عقد ۳ھ

جنگ بدر کے بعد حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی اور فرمایا "پیاری بیٹی! میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تمہاری شادی کی ہے۔" شادی کے لئے ضروری سامان کی خرید کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ فروخت کی جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۴۰۰ درہم میں خریدا اور پھر زرہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شادی کے تحفہ کے طور پر لوٹا دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ اور درہم لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے کلمات خیر فرمائے۔ خاتون جنت کے جہیز میں چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔ بان کی ایک چارپائی، دو چکیاں، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے شامل تھے۔ دعوت ولیمہ کھجوروں، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کے شوربہ پر مشتمل تھی۔

ایک انصاری صحابی حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان نے اپنے مکانوں میں سے ایک مکان نئے شادی شدہ جوڑے کی رہائش کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا یہ مکان حجرہ نبوی کے قریب تھا۔

۱۰۔ غزوات اور اسلام کی اشاعت و استحکام میں کردار

مدینہ منورہ آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فعال اور سرگرم زندگی کا آغاز کیا جس نے آپ کو اسد اللہ الغالب بنایا۔ اسلام کی تشہیر و ترویج کے لئے سرور کائنات ﷺ نے جو اقدامات فرمائے اور جس قدر غزوات لڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں بھرپور حصہ لیا جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف) تعمیر مسجد نبوی

آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح مسجد نبوی کی تعمیر میں

بھرپور حصہ لیا اور اینٹ گارا ڈھونے میں نہایت مستعدی سے شامل رہے۔

(ب) علی رضی اللہ عنہ معرکہ بدر میں

غزوۂ بدر میں قریش کے مانے ہوئے بہادروں عتبہ اور شیبہ کو مبارزت طلبی میں قتل کیا اور ایک زخمی حضرت عبیدہ بن حارث کو اپنے کیمپ میں اٹھا لائے اس جنگ میں کل ستر مشرک مارے گئے جن میں اٹھارہ کو واصل جہنم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

(ج) غزوہ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارنامے

غزوۂ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کفار کے علم بردار کو ابتدا ہی میں تہ تیغ کیا پھر جب مسلمانوں کے علم بردار مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے۔

(د) غزوہ خندق اور عبدود کا قتل

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریش کے بہادر ترین شخص عمرو بن عبدود کو قتل کیا جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اس کے قتل سے دشمنوں پر دہشت چھا گئی۔

(ر) صلح حدیبیہ اور عقیدت مرتضیٰ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ قریش نے حضور ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ مٹانے پر اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی قسم مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔"

(س) جنگ خیبر اور شجاعت علی رضی اللہ عنہ

فتح خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ نے شاندار فتح پائی اور اللہ کی خاص کرم نوازی سے ان کے مرکزی قلعہ کو فتح کیا۔

(ش) غزوۂ حنین میں حضرت علی ؓ کی پامردی

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی تو مسلمان میدان احد کی سی کیفیت سے دوچار ہوگئے اس موقع پر حضرت علی ؓ انتہائی دلیری اور پامردی سے لڑے اور حضور ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کردیا۔

(ص) اعلان برأت

۹ ہجری کو تین سو مسلمانوں کا قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ امیر الحج تھے۔ قافلہ کی روانگی کے بعد سورۂ توبہ کی ابتدائی چالیس آیات مقدسہ نازل ہوئیں۔ ان میں شامل احکامات کے پیش نظر حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو روانہ کیا تاکہ حج کے موقع پر یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور اعلان فرمادیں کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کرسکے گا اور جن مشرک قبائل کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے ہیں وہ چار ماہ کے بعد ختم ہوجائیں گے۔ حضرت علی ؓ نے اپنا یہ فرض بطریق احسن انجام دیا۔

(ض) یمن کا سفر

فتح مکہ کے بعد آپ ؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے یمن کے ایک بہت بڑے قبیلہ ہمدان کے پاس بھیجا گیا آپ ؓ کی کوششوں سے سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

(ل) بت توڑ دیا

۹ ہجری میں حضرت علی ؓ کو قبیلہ طے کا بت المفلس توڑنے کے لئے بھیجا گیا انہوں نے جا کر بت کو توڑا۔ بہت سا مال غنیمت اور قیدی ہاتھ لگے ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔

۱۱۔ یمن کا قاضی

جب یمن میں حضرت علی ؓ کو قاضی بنا کر بھیجا گیا تو آپ ؓ نے

عرض کیا کہ اس قوم میں مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔ حضور ﷺ نے جناب مرتضیٰ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی ''اے اللہ! علی ؓ کی زبان کو درست بنادے اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرما۔'' اس کے بعد آپ کے سر پر حضور ﷺ نے عمامہ باندھا اور روانہ کیا۔

۱۲۔ حیدر کرار کا اعزاز

حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ پاک کے راستے میں بعض افراد نے حضرت علی ؓ کے بارے میں چہ میگوئیاں کیں جو حضور ﷺ کے کانوں تک بھی پہنچیں۔ آپ ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر پڑاؤ کیا اور ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی ؓ کی تعریف فرمائی اور فرمایا:

ترجمہ: ''میں جس کا مولا ہوں علی ؓ بھی اس کا مولا ہے۔'' ''جو علی ؓ کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے۔''

پھر فرمایا:

ترجمہ: ''اے اللہ جو علی ؓ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت رکھ اس پر حضرت عمر ؓ اٹھ کر علی ؓ سے بغل گیر ہوئے انہیں مبارک باد کہی اور کہا آج سے آپ میرے بھی مولا ہیں۔''

۱۳۔ حضور ﷺ کا وصال: ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ

حضور سرور کونین ﷺ نے وصال فرمایا۔ حضور ﷺ کے اعزہ واقارب نے تجہیز وتکفین کی خدمات انجام دیں۔ حضرت عباس ؓ، حضرت فضل بن عباس ؓ اور حضرت اسامہ بن زید ؓ کی مدد سے حضرت علی ؓ نے غسل دیا اور قبر میں اتارا۔ یہ آخری سعادت بھی حضرت علی ؓ کے حصہ میں آئی۔

۱۴۔ خلافت صدیقی میں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے خلیفہ بننے پر آپ ؓ نے ان کی بیعت کر لی تھی اور جب مانعین زکوٰۃ اور مرتدین نے عظیم فتنہ وفساد برپا کیا تو حضرت علی ؓ نے دوسرے صحابہ کرام ؓ سے مل کر اس فتنہ کو کچلنے کی پوری کوشش کی اور مدینہ پر حملہ آور ہونے والوں کو مار بھگایا۔ بعد میں بھی ان کے مشیر و معاون و مددگار رہے۔

۱۵۔ خلافت فاروقی میں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بعد عمر فاروق ؓ کی بیعت بھی جناب علی المرتضیٰ ؓ نے بلا حیل و حجت کی اور ہر معاملہ میں بھرپور تعاون کیا ان کے مشیر رہے مفید اور صحیح مشورے دیئے۔ ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے فرمایا ''اگر علی (ؓ) نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔''

۱۶۔ خلافت عثمان میں

حضرت عثمان ؓ خلیفہ منتخب ہو گئے تو دوسروں کی طرح حضرت علی ؓ نے بھی ان کی بیعت کر لی پھر انہیں ہمیشہ انہیں مخلصانہ تعمیری مشورے دیتے رہے آپ اس وقت تک حضرت عثمان غنی ؓ کی مدد کرتے رہے جب تک کہ بلوائیوں کے ہاتھوں بالکل بے بس نہ ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت پر آپ کو بے حد دکھ اور قلق ہوا۔ آپ ؓ کے صاحبزادے حضرت حسن ؓ حضرت عثمان ؓ کی محافظت میں زخمی ہوئے۔ آپ ؓ نے جب حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کا المیہ سنا تو آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا ''خدایا! میں عثمان کے خون سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔''

۱۷۔ حضرت علی ؓ کی والدہ کا انتقال

آپ ؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔ آپ اس عظمت سے ہمکنار تھیں

کہ حضور ﷺ آپ ؓ کو ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت ابوطالب کی کفالت کے دوران اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت اور منصفانہ سرپرستی کے باعث آپ کو یہ اعزاز عطا ہوا۔ ۴ ہجری میں جب آپ ؓ اللہ کو پیاری ہوئی تو حضور ﷺ نے انہیں اپنے کرتہ سے نوازا اور فرمایا کہ اس کے بدلے میں انہیں جنتی لباس سے نوازا جائے گا۔ حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے آپ ؓ کی قبر میں لیٹے پھر انہیں اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر میں اتار کر دفن کیا۔

۱۸۔ بلوائیوں کی دھمکی

حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد جب صحابہ کرام ؓ میں سے کوئی بھی خلافت سنبھالنے کو تیار نہ ہوا تو بلوائیوں نے اہل مدینہ کو جمع کر کے دو دن کی مہلت دی اور دھمکی دی کہ اگر اس مدت میں آپ خلیفہ کا انتخاب عمل میں نہ لا سکے تو ہم فلاں فلاں شخص کو قتل کر کے واپس چلے جائیں گے۔ اہل مدینہ اس دھمکی پر سخت پریشان ہوئے اور سب مل کر حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اصرار کیا کہ آپ منصب خلافت سنبھالیں۔ شروع شروع میں حضرت علی ؓ رضا مند نہ ہوئے لیکن جب اہل مدینہ کے اصرار نے زور پکڑا تو آپ نے ایک دو روز سوچنے کی مہلت لی دوسرے دن صحابہ کرام ؓ کے ساتھ بلوائی اور کوفہ کے لوگ بھی حضرت علی ؓ کے پاس آئے اور دباؤ بڑھا تو آپ ؓ نے خلافت قبول کر لی۔

۱۹۔ خلافت حیدر کرار ۳۵ھ تا ۴۰ھ بمطابق ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء

ہر سہ فریقین کے اصرار اور تکرار پر آپ ؓ خلافت کے لئے تیار ہوئے تو مسجد میں تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام ؓ کی اکثریت اور تمام خوارج نے حضرت علی ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ؓ نے بھی بیعت کی لیکن ان کے اقوال کے مطابق ان سے جبراً بیعت لی گئی تھی۔ بیعت کے فوراً بعد یہ دونوں حضرات مکہ سے چلے گئے۔ سعد بن ابی وقاص ؓ، ابن عمر ؓ، حسان بن مالک

رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جیسے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت سے انکار کر دیا۔

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

شہادت عثمانی کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ خلافت ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! تم میں سے کسی کا مجھ پر کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ تم نے مجھے امامت کے لئے منتخب کیا۔ میں امارت سے گریز کر رہا تھا تمہاری پریشانی اور مسلسل اصرار کے باعث میں نے یہ ذمہ داری قبول کی ہے۔“ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا ہم لوگ اب تک اپنے اس بیان پر قائم ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ”اے اللہ گواہ رہنا“ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے ان سب نے بیعت کر لی جو اس سے قبل بیعت کرنے سے گریزاں تھے۔ بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أنا مدينة العلم وعلي بابها

فمن أراد العلم فليأت الباب

ابن عباس

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے تو جسے علم چاہیے اسے دروازے پر آنا چاہیئے۔ (مستدرک: جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بابرکت ولادت

جمال عبدالناصر

مستند تاریخی حوالوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولادت با سعادت کی تاریخ ۱۳ رجب ۶۰۰ء ملتی ہے۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں کئی حوالے ملتے ہیں جس سے کہ آپ کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر بتائی جاتی ہے۔ انہی حوالوں میں سے چند ایک ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آپ کی پیدائش اندرون کعبہ بتائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ”فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اندرون کعبہ جنم دیا۔“[1] اسی سلسلہ فکر سے تعلق رکھنے والے سبط الجوزی نے بھی آپ کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر بتائی ہے۔[2]

عہد حاضر کے تاریخ دانوں میں سے ڈاکٹر حمید اختر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابرکت ولادت کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش کے معجزانہ واقعات اِس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کیا مقام و مرتبہ ہے۔ آپ ۱۳ رجب ۶۰۰ء کو خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ فاطمہ بنت اسد دردِ زہ سے کراہتی ہوئیں خانہ کعبہ کی طرف بڑھتی جا رہی تھیں خانہ کعبہ کے پاس پہنچیں تو کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور آپ اس کے اندر داخل ہو گئیں۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی جگہ پھر سے بند ہو گئی۔ دیکھنے والے ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے انہوں نے اندر داخل ہونے کی انتہا کوشش کی مگر نہ تو دیوار سے راستہ ملا نہ دروازہ ہی کھل سکا۔ فاطمہ بنت اسد تین دن کے بعد ایک خوبصورت بچہ گود میں لیے ہوئے باہر آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نومولود کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اس بچہ نے جس ہستی کو دنیا میں پہلی بار دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تھی۔ یہ کعبہ کی

تاریخ میں پہلا واقعہ تھا کہ کسی کی ولادت اس کے اندر ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ حضور ﷺ کی ولادت کے تیس سال کے بعد دُنیا میں تشریف لائے۔

نامور صوفی بزرگوں نے حضرت علی ؓ کی پیدائش کے حوالے سے بہت خوبصورت انداز میں ارشادات بیان کیے ہیں۔ اِن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ نمایاں ہیں فرماتے ہیں کہ "جب حضرت علی شیر خُدا خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے تو زمین و آسمان نُور سے بھر گئے اور جبریل امین ؑ نے یہ منادی کی کہ خانہ کعبہ کے اندر بابرکت ولادت ہوئی ہے۔"

نبی ﷺ کا جناب مرتضیٰ ؓ کو اپنی کفالت میں لینا

ایک دفعہ مکہ میں شدید قحط سالی ہوئی تو اس سے جہاں دیگر لوگ متاثر ہوئے وہاں جناب ابو طالب بھی معاشی لحاظ سے بُری طرح متاثر ہوئے۔ اس صورتحال کا سید المرسلین آقائے دو جہاں محمد ﷺ کو اچھی طرح اندازہ تھا۔ اسی کے پیش نظر آپ ﷺ نے جناب حضرت عباس ؓ سے گذارش کی کہ ابو طالب کی معاشی حالت کچھ بہتر نہیں ہے۔ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔ اس لیے ان کے بچوں میں سے ایک کی کفالت میں اپنے ذمہ لے لیتا ہوں اور ایک کی آپ لے لیں۔ لہٰذا آپ اپنے چچا ابو طالب کے پاس گئے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی کفالت کی ذمہ داری اُٹھائی۔ اِسی طرح حضرت عباس ؓ نے جناب حضرت جعفر ؓ کو اپنی کفالت میں لیا۔[3] جناب مرتضیٰ نے ایام طفلی سے بلوغت تک آپ کے سایۂ رحمت تلے پرورش پائی۔ حضرت محمد ﷺ کو حضرت علی ؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ حضرت علی ؓ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے کھانے پینے کا خاص خیال رکھتے اور اپنے ساتھ ہی سُلاتے۔

اِس کی وجہ تھی کہ جناب مرتضیٰ ؓ بے شمار خوبیوں، فضائل و کرامت کے حامل تھے۔ جناب امیر ؓ میں فصاحت و بلاغت کے جو جوہر پائے جاتے تھے۔ وہ نبی ﷺ کے آغوش میں پرورش پانے ہی کا نتیجہ تھے۔ فصاحت و بلاغت میں نبی ﷺ کے بعد اگر کوئی تھے تو وہ جناب علی المرتضیٰ شیر خدا ؓ ہی تھے۔ تمام عرب آپ کی

ذہانت و علم و عظمت کا قائل تھا۔

حضرت علی ؓ کا اسلام لانا

کئی نامور اسلامی سکالرز خصوصاً المسعودی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے کبھی اپنی تمام زندگی میں کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ ہی کسی غیر اللہ کی پرستش کی اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ دین ابراہیمی پر عمل پیرا تھے۔ اس لیے یہ کہنا کہ آپ کب اسلام لائے درست نہیں ہے کیونکہ آپ نے تو کبھی غیر اللہ کی پرستش ہی نہیں کی۔ اسی وجہ سے تو آپ کو کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کہا جاتا ہے کہ کبھی آپ نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی۔

جب نبی ﷺ مسندِ نبوت پر متمکن ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ ؓ کو اسلام کی دعوت دی جو بی بی خدیجہ ؓ نے قبول کی اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دی اور آپ ﷺ کے نبی ﷺ اللہ ہونے کا اقرار کیا۔ تاریخ کی کُتب میں حضرت علی سے متعلق اسلام کا بالقلب و باللسان اقرار کرنے کے جو واقعات ملتے ہیں۔ اُن میں یہ بات تقریباً سب میں مشترک ہے کہ آپ کو نبی ﷺ نے دعوت اسلام دی جو آپ نے فوراً قبول کی اور کلمہ حق اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھداً ان محمد الرسول اللہ بلند کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ١٠ سال تھی یہ وہ وقت تھا جب فقط دو ہی افراد نے آپ ﷺ کے کلمہ حق کی تصدیق اور گواہی دی تھی۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ حضرت علی ؓ کے ساتھ اپنے چچاؤں اور دیگر افراد سے چُھپ کر مکہ کی گھاٹیوں میں جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے اور شام کو پلٹ آتے تھے۔[2] ایک عرصہ تک یہی دستور رہا ایک دن اتفاقیہ حضرت ابو طالب نے آپ کو اِن پہاڑوں میں عبادت کرتے دیکھ لیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے حیرت کے ساتھ پوچھا۔ اے بھتیجے! یہ تم کس دین پر عمل پیرا ہو تو آقائے دو جہاں محمد ﷺ نے جواب دیا چچا یہ آپ کے اور میرے جدامجد حضرت ابراہیم ؑ کا دین ہے اور اللہ نے مجھے رسول بنا کر دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آپ دین اسلام کی تبلیغ میں میرا

ساتھ دیجئے یہ حق آپ کا زیادہ ہے۔ جناب ابو طالب نے کہا کہ بھتیجے! جب تک میں زندہ ہوں تمھیں کوئی ذرا بھی گزند نہ پہنچا سکے گا۔[5] تم اپنا مشن جاری رکھو پھر ابو طالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا بیٹے تم کس دین پر عمل پیرا ہو۔ آپ نے کہا ابا جان میں اللہ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے خدا کے نبی ہونے پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے محمد ﷺ کے نبی اللہ ہونے کی تصدیق کی ہے اور شہادت دی ہے۔[6]

اوّلین اسلام لانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ پھر حضرت عمر بن عبسہ سلمی و حضرت خالد بن سعید مسلمان ہوئے۔ بعد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی ایک مختصر ٹولی تیار ہوگئی جو کہ ابھی تک ڈھکے چھپے ہی نماز کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک دن محمد ﷺ اور ابو جہل کا صفا کے قریب آمنا سامنا ہوا تو وہ آپ ﷺ کے بارے نازیبا، درشت و ناگوار الفاظ کا استعمال کرنے لگ گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ابوجہل نے دست درازی کی بھی جسارت کی اسی دوران حضرت حمزہ بن عبد المطلب بھی وہاں آ گئے انہوں نے ابوجہل کے پیٹھ پر اپنی کمان سے اس زور کی ضرب لگائی کہ درد کے مارے ابوجہل کی چیخ نکل گئی اور زخم سہلاتا ہوا رخصت ہوا۔ اسکے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

تبلیغ دین کے لیے حکم الٰہی

امام ابن اسحاق، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمھم اللہ نے دلائل میں مختلف سندوں کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ○ "اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔" آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مجھے اِس آیت کے بارے میں بتایا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ان[8] سے ایسا طرزِ عمل دیکھوں گا کہ جو ناپسندیدہ ہوگا۔ حضرت علی شیر خدا

رضی اللہ عنہ اس پر خاموش رہے کہ جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زور دے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل درآمد کریں۔ اس پر محمد ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قریبی رشتہ داروں کی دعوت کا اہتمام کرنے کو کہا۔ جناب سیّدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے گوشت اور دودھ کا انتظام کیا اور بنو عبد المطلب کو اکٹھا کیا۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز ان کی تعداد چالیس تھی۔ اس دعوت میں آپ کے چچا ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب بھی تھے۔ جب سب آ چکے تو آپ ﷺ نے کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کھانا لا چکے تو نبی ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا چکھا اِسی طرح دودھ کا گھونٹ پیا تو کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے کھانا کھایا اور سیراب ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ کہنے کے لیے اُٹھے ہی تھے کہ ابولہب نے جلدی کی اور فضول گوئی کی اِس طرح سب چلے گئے۔ پھر اگلے دن دعوت کا اہتمام کیا تو ابولہب نے ایسا ہی کیا اس بار کھانے کے بعد حضور ﷺ نے گفتگو فرمائی فرمایا اے بنو عبد المطلب! اللہ کی قسم! میں عربوں میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس ایسی چیز لایا ہو۔ جو اِس سے افضل ہو جو تمہارے پاس لایا ہوں۔ میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں تم میں سے کون میری اِس معاملے میں مدد کرے گا۔ اس موقع پر تمام حاضرین محفل خاموش رہے فقط ایک صدائے حق بلند ہوئی۔ یہ آواز ایک دس سال کے نو عمر نوجوان کی تھی۔ یہ جناب خیر البرۃ شیر یزداں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے جنہوں نے اتنی کم عمر میں مصطفیٰ ﷺ کے کلمۂ حق کی گواہی دی اور اِس راہِ حق میں آپ کا ساتھ دینے کا ایفائے عہد کیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے اس جواب پر تمام لوگ ہنس پڑے کہ محمد ﷺ کے مشن کی کامیابی کے لیے یہ فقط دس سال کا نوجوان کیا ساتھ دے گا۔[9] مگر بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کہے کو پوری طرح سچ کر دکھایا۔ غزوہ بدر، غزوہ اُحد یا غزوہ خندق ہو۔ ان سب میں جناب امیر علیہ السلام کی حیثیت کلیدی رہی۔

جناب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا ایک شعر اِس بات کی بہترین عکاسی کرتا ہے کہ:

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیز ہے — اک سجدہ شبیری! اک ضرب ید اللہی

بے شک ضرب ید اللہی (ضرب علی) تو تھی جس نے اسلام کو حیاتِ جاودانی بخشی۔ اس میں جناب سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بڑا حصہ ہے۔ جنہوں نے کربلا میں یزیدیت کے خلاف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہوئے اپنے رفقا کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

ہجرت مدینہ سے قبل

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کے تمام تر مظالم اور اذیتوں کے باوجود اسلام تیزی سے پھیلنے لگا ہے اور لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ تدبیر کی کہ بنو ہاشم کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے جس کا مطلب ہے کہ خاندانِ بنو ہاشم سے کسی بھی طرح کا لین دین، تعلق واسطہ، معاشی تعلق قائم نہ رکھا جائے۔ اس غرض سے تمام قبائل قریش مکہ نے ایک معاہدہ[١٠] تحریر کیا اور اِسے خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

ابو طالب تمام خاندان کو لے کر شعب ابو طالب میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندانِ بنو ہاشم کا موروثی تھا۔ خاندان ہاشم نے تین سال[١١] یہاں بسر کیے اور ایسی ایسی صورتحال کا سامنا کیا کہ کوئی اور ہوتا تو اس دباؤ کے نتیجہ میں گھٹنے ٹیک دیتا۔ مگر اِس خاندان کے کسی ایک فرد کا ارادہ ذرا بھر بھی متزلزل نہ ہوا۔ تاریخی کتب میں ذکر ملتا ہے کہ ان افراد نے پتے کھا کر گذارا کیا۔ اس سلسلے میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے ہاتھ میں سوکھا ہوا چمڑا آ گیا تو میں نے اِسے پانی سے دھویا آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھا گیا۔

غرضیکہ کچھ لوگ جو کہ قریش قبائل سے تھے اِن کے دل میں کوئی ہمدردی کا جذبہ جاگا اِن میں سے مطعم بن عدی نے ابوجہل سے خاصی تکرار کے بعد معاہدہ چاک کر دیا اور یہ افراد مطعم بن عدی، اعدی بن قیس، ابوالبختری سب بنو ہاشم کے پاس گئے اور انہیں درہ سے نکال لائے۔[١٢]

سن ١٠ نبوی میں بنو ہاشم شعب ابی طالب سے باہر آئے ہیں۔ اسی سنِ نبوی میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال اور کچھ عرصہ بعد اسی سن میں جناب ابو طالب بھی راہ عدم کو سدھار گئے۔ آپ کو ان شخصیات کے چلے جانے کا شدید دُکھ ہوا۔ آپ نے اِس سال کو عام الحزن[١٣] قرار دیا۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے بعد مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت میں ہمت و حوصلہ پیدا ہوا اور وہ اپنی عبادت اور تبلیغ اسلام کھلے عام کرنے لگ گئے۔ مگر قریش اس صورتحال میں خاموش بیٹھنے والے نہ تھے۔ انہوں نے جبر و تشدد میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اس میں جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام) کو خاص تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اُن کے عزیز و رشتہ داروں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں کہ وہ اس نئے دین (اسلام) کو چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کے دین پر واپس آ جائیں۔ مگر جو کلمہ حق ان کے دلوں میں رچ بس گیا تھا وہ ذرا بھی کم نہ ہو سکا۔ ان کے حوصلے کسی طرح بھی پست نہ کیے جا سکے۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی کفار قریش نے طرح طرح سے اذیتیں و پریشانیاں دیں جب اِن سب سے کام نہ بن سکا تو حضور ﷺ کو دُنیاوی مال و دولت کا لالچ دیا گیا۔ جب قریش اپنے تمام حربے آزما چکے اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو نبی ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی گئی۔

حوالہ جات

(١) ازالۃ الخفاء...... (٢) تذکرۃ الخواص الاعمال...... (٣) المرتضیٰ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی...... (٤) تاریخ الامم والملوک از ابن جریر طبری...... (٥) جناب ابوطالب کو اس بات کا پوری طرح اندازہ تھا کہ محمد ﷺ نے جس نئے دین کی بنیاد ڈالی ہے اس کے جواب میں تمام قریش قبائل اس کی شدید مخالفت کریں گے اور کسی بھی طرح کی جرأت کرنے سے گریز نہیں کریں گے لہٰذا آپ نے یہ کہہ کر کہ تم اپنا مشن جاری رکھو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا محمد ﷺ کو ایک قوت عطا کی...... (٦) تاریخ الامم والملوک از ابن جریر طبری...... (٧) البدایہ والنہایہ...... (٨) بنو عبدالمطلب...... (٩) تفسیر در منثور از امام جلال الدین سیوطی جلد نمبر ٥ صفحات ٢٧٩، بحوالہ تفسیر طبری زیر آیت ہذا جلد ا، صفحہ ١٣٠...... (١٠) معاہدہ تحریر کرنے والے کا نام "منصور بن عکرمہ" سیرت النبی از شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ١٣٨...... (١١) علامہ شبلی نعمانی نے شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہونے کا سن ٧ نبوی لکھا ہے...... (١٢) سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری...... (١٣) غم کا سال......

سیدنا علی المرتضیٰ ؓ......

شخصیت کا اجمالی خاکہ

قاری عبدالرحیم چشتی ☆

نام: علی...... والد کا نام: ابوطالب...... والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد ؓ......
کنیت: ابوتراب، ابوالحسن...... لقب: المرتضیٰ، حیدر کرار...... تاریخ پیدائش: اعلان نبوت سے ۱۰ سال قبل یعنی ۶۰۰ھ...... مقام پیدائش: مکہ مکرمہ...... تاریخ شہادت: ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ...... مقام شہادت: کوفہ، عراق...... مدفن: نجف اشرف...... عراق...... عمر: ۶۳ سال...... مدت خلافت: تقریباً پانچ سال۔

کارنامے

آپ نے غزوات و جہاد میں بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ غزوۂ خندق میں عرب کے شہرۂ آفاق جنگجو عمرو بن عبدود کو قتل کیا اور غزوۂ خیبر میں قلعۂ خیبر کو آپ ہی نے فتح کیا۔ آپ کو نبی اکرم ﷺ نے یمن کا قاضی مقرر کیا۔ جہاں آپ نے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق فیصلے صادر فرمائے آپ نے علم النحو کو ایجاد کیا۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں فتنۂ خارجیت کا قلع قمع کیا۔

خصوصیات

آپ خاص کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے آپ کی تربیت خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ آپ نبی اکرم ﷺ کی سب سے چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کے شوہر نامدار ہیں کہ جن کے بطن سے نبی اکرم ﷺ کا سلسلہ نسب چلا ہے۔ آپ کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اہل والا فرمایا ہے۔

☆ مدرس: شعبہ تجوید (جامعہ انوارالقرآن، گلشن اقبال، کراچی)

مواخات مدینہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

فضیلت

حضرت امام ترمذی ؒ حضرت سیدنا علی ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اُم المؤمنین حضرت سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں جنبی آدمی کا رہنا جائز نہیں ہے سوائے میرے اور علی کے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

کلماتِ تحسین

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ؓ ہیں۔ حضرت فاروق اعظم ؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر علی ؓ نہ ہوتے تو عمر ؓ ہلاک ہو جاتا اور میں ایسے مشکل مسئلے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کا حل علی ؓ کے پاس نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے علی ؓ کے بعد زندہ نہ رکھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ موجودہ افراد میں علی سنت کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر ایک مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ؓ سے پوچھو کہ وہ زیادہ عالم ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے تو آپ نے کہا کہ تو نے بہت بُری بات کہی ہے تو نے ایک ایسے بزرگ کے جواب کو مکروہ جانا کہ جنہیں حضور ﷺ بہت گہرے علوم سکھاتے تھے۔

بیعت وشہادت

آپ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بالاتفاق خلیفہ مقرر کیا گیا۔ آپ نے تقریباً پانچ سال تک خلافت کے امور سرانجام دیے۔ آپ کے دورِ خلافت میں ہی کچھ لوگ آپ کے مخالف ہو گئے اور معاذ اللہ آپ کو واجب القتل قرار دینے لگے۔ انہیں لوگوں میں سے آپ کو ایک خارجی ابن ملجم نے صبح فجر کی جماعت کے وقت تلوار سے زخمی کر دیا اور اس وعید کا مصداق ٹھہرا کہ جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ پچھلے دور میں سب سے زیادہ بدبخت وہ تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا تھا اور اس دور میں سب سے بدبخت وہ ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو خون سے رنگین کرے گا۔ آپ تین دن تک زخمی حالت میں رہنے کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار اور چار نصیحتیں کرتا ہوں، انہیں یاد کرلو۔

(۱) سب سے بڑی مالداری عقل ہے۔ ...... (۲) سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔...... (۳) سب سے بڑی وحشت خود بینی ہے۔ ...... (۴) سب سے بڑا کرمِ حسن خلق ہے۔

انہوں نے عرض کیا اور چار کون سی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ(۱) خبردار احمق کی دوستی سے دور رہنا کہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان دے گا۔...... (۲) جھوٹے کی دوستی سے بچنا کہ وہ تجھے دور کی چیز نزدیک اور نزدیک کی چیز دور دکھائے گا۔...... (۳) بخیل کی دوستی سے دور رہنا کہ جب تمہیں ضرورت پیش آئے گی وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گا۔...... (۴) فاجر کی دوستی سے بچنا کہ وہ تمہیں کوڑی کی قیمت پر فروخت کر دے گا۔ (خصوصی مجلہ ''فانوس'' ۲۰۰۵ء...... خلافت راشدہ نمبر)۔

امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

محمد دین کلیم قادری

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب ید اللّٰہی، اک سجدہ شبیریؓ

(علامہ اقبال)

کنیت ابوتراب اور ابوالحسن ہے۔ لقب مرتضیٰ، خطاب اسد اللہ الغالب، اور اسم گرامی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہے۔ پدری سلسلہ علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم اور مادری سلسلہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم پر منتہی ہوتا ہے۔ ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ بچوں میں سب سے قبل اسلام قبول فرمایا۔ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۵ھ مطابق ۶۵۵ء میں مسند خلافت کو زینت بخشی۔ چار پانچ سال خلیفہ المؤمنین کے منصب عالی پر فائز رہے۔

آپ کے فضائل و مناقب کو بیان کرنے کے لئے ایک عمر درکار ہے۔ خدائے ایزد متعال نے آپ کے لئے دوبار مغرب سے سورج کا رُخ پھیرا۔ ہادیٔ کونین نے فرمایا کہ جس سے میری دوستی ہے علی بھی اس کے دوست ہیں۔ تمام سلاسل آپ پر ختم ہوتے ہیں۔ آنجناب امام اول ہیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! تو میرے واسطے ایسا ہے جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر شرط یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آپ خلیفہ چہارم اصحاب رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔ ۱۲۴، احادیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہیں۔ سرکار مدینہ کے اصحاب شوریٰ میں داخل تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف

لے گئے تو چند دنوں کے لئے آپ کو مکہ معظمہ رہنے کا حکم ملا ہوا تھا تاکہ لوگوں کی امانتیں اور وصایا جو سرکار عالی تبار کے ذمہ تھے ان کو واپس کر دیئے جائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کو مردوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی فرمایا علی سے (رضی اللہ عنہ) جب اخوت کا عالمگیر رشتہ قائم ہوا تو حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بنے تھے۔ غزوۂ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، فتح خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف ان تمام جنگوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خود شریک تھے۔ جنگِ اُحد میں آپ کو سولہ زخم آئے تھے۔ پانچ سال کی مدت خلافت میں آپ نے امور مملکت اور مہمات ملکی کو سلجھانے کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی تفصیل سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کی خدمت اقدس میں فالودہ پیش کیا جب وہ سامنے رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو خوشبودار خوش رنگ اور خوش مزہ تو ہے لیکن مجھے پسند نہیں کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر بناؤں جس کی پہلے عادت نہیں۔ آپ اپنے کرتہ میں خود پیوند لگایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانے سے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ زہد و ریاضت میں آپ کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ مسند امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں بھوک سے ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ شکم پر پتھر باندھتا ہوں لیکن میرے صدقات کی مقدار چار ہزار اشرفی تک ہو چکی ہے۔ دوسری روایات میں چالیس ہزار اشرفی ہے۔

آپ دین اسلام کے رموز و اسرار کے عالم تھے۔ لیکن عمل کی زندگی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ صرف خواص کو آپ نے تصوف کے حقائق و معارف سے نوازا۔ بے شک تقریر فرماتے تھے اور خطابت تو آپ کے گھر کی لونڈی تھی۔ بڑے بڑے مجمعوں میں فی البدیہہ تقریر فرماتے جو مدلل اور موثر ہوتی تھی۔ صحیح احادیث میں آپ کے اشعار بھی موجود ہیں۔ خطبات کا مجموعہ باسم "نہج البلاغت" اور "دیوان علی" شاعری کا

مجموعہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ نے عربی زبان کی گرائمر مدوّن کرنے میں ابوالاسود ملکی کی مدد کی تھی۔

شہادت ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء میں بعمر ۶۳ سال بمقام کوفہ ہوئی۔ نجف اشرف میں پرانوار مقبرہ ہے۔ غسل جنازہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرکار مدینہ کی تجہیز و تکفین سے کچھ عطر عقیدت مندی سے اپنے لئے بچا رکھے تھے۔ اسی سے جسم اطہر معطر کیا گیا۔ کفن تین کپڑوں پر مشتمل تھا۔ دستار اور پیراہن نہ تھا۔ نماز جنازہ امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی۔ آپ کے روضۂ مبارک کا گنبد سنہری ہے اور دروازے سونے کے بنے ہیں۔

اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے
آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علیؓ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ:

یَا عَلِیُّ مُحِبُّکَ مُحِبِّیْ وَ مُبْغِضُکَ مُبْغِضِیْ

اے علی صرف مومن ہی تجھ سے محبت رکھے گا
اور منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔

مولودِ کعبہ مولائے کائنات امیر المؤمنین

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پروفیسر محمد اکرم رضا☆

جس طرح آفتاب نصف النہار پر ہو تو ذرات ریگزار کو اپنی روشنی کا پرتو بخش دیتا ہے اور ذرات بے مایہ بھی جگمگا اٹھتے ہیں اسی طرح جب حضور محمد مصطفےٰ ﷺ مہر عالمتاب نبوت بن کر کوہِ فاران پر جلوہ گر ہوئے تو آپ کے کردار کی لازوال کرنوں نے ذراتِ ریگزار کی صورت بے مایہ صحرانشینوں کے قلب و جان کو منور کر کے انہیں اقوام عالم میں ممتاز کر دیا، جو بھی آپ کے دامانِ فیوض سے وابستہ ہوا بزم ہستی کی نگاہوں کا ستارا بن گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لقب پایا، حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فاروقِ اعظم کا خطاب ملا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کامل الحیاء والایمان کی سند ملی اور جب سیدنا علی ابن ابی طالب آپ کے دربار گہر بار سے فیض یاب ہوئے تو اسد اللہ الغالب کا اعزاز ان کا مقدر بن چکا تھا۔

کس کس محبِ سرورِ کونین ﷺ کا تذکرہ کیا جائے، حق تو یہ ہے کہ:

جس طرف چشمِ محمد کے اشارے ہو گئے　　جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

ولادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک عام الفیل کے تیس سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی عبدالعزیٰ کے چند لوگوں کے ساتھ مسجد بیت الحرام میں تشریف فرما تھے کہ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کی والدہ فاطمہ بنت اسد وہاں تشریف لائیں۔ جب وہ معروفِ طواف ہوئیں تو چوتھے چکر میں چلنے کی قوت نہ رہی، دردِ زہ نے شدت اختیار کر لی تو آپ بے اختیار ہو کر پکاریں:

☆ سوانح نگار، مصنف، شاعر و ادیب، قیام گوجرانوالہ 0554-244459

"اے ربِ کعبہ بحرمت کعبہ اس ولادت کو مجھ پر آسان کر"

یکلخت دیوارِ کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد کعبے کے اندر تشریف لے گئیں اور وہاں موجود افراد کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اندرونِ کعبہ تلاش کیا مگر آپ نہ ملیں۔ چوتھے روز آپ اسی کعبہ سے باہر تشریف لائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے تھیں۔

جب حضور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر ملی تو آپ نے اپنے چچا اور چچی سے فرمایا کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت ابوطالب نے کہا کہ میں نے اس کا نام زید اور اس کی والدہ نے اسد رکھا ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کا نام علی رکھو جو عالی ہمتی کی خبر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے غیب سے یہ آوازیں آتی تھیں کہ فاطمہ اس کا نام "علی" رکھ مگر میں نے اس کو چھپایا تھا۔

قبولِ اسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اوّلیت حاصل ہے کہ آپ نے نوعمر لڑکوں میں سب سے پہلے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اور حضور محمد مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی دس سال ہی کی تھی کہ جناب رسولِ خدا ﷺ کو رب کی طرف سے اعلانِ نبوت کا حکم عطا ہوا اور اس کے ساتھ ہی نماز بھی فرض ہو گئی۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیرت سے اس نئے منظر کو دیکھا اور اپنے بزرگ بھائی سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یہ سب کیا تھا؟ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید، اپنے منصب نبوت اور نماز وغیرہ کے بارے میں بتایا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ایک دن کے غور و فکر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ دامانِ نبوت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وابستہ ہو چکے

تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ تیسرے فرد تھے۔

اشاعتِ اسلام میں معاونت رسول ﷺ

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلانِ نبوت فرما چکے تو آپ تین سال تک خفیہ طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ عام اجتماعات سے خطاب کرنے کے بجائے آپ مخصوص افراد سے ملاقاتیں کرتے اور انہیں قبولِ اسلام کی دعوت دیتے۔ اعلانِ نبوت کے چوتھے سال حضور ﷺ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ اَب آپ خفیہ طور پر نہیں بلکہ اعلانیہ طور پر تبلیغ کیجئے اور اس کی ابتداء اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیجئے۔

حکم ربانی کی تعمیل میں حضور ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کو ارشاد فرمایا لیکن ابولہب نے حضور ﷺ کی شان میں بدتمیزی کی، جس سے مجمع منتشر ہوگیا۔ آپ نے ایک مرتبہ پھر اپنے عزیزوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے بنو عبدالمطلب میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمتیں پیش کرتا ہوں۔ بتاؤ اس معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا؟ آپ کی یہ بات سن کر جملہ عزیز خاموش رہے۔ فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز اُبھری، انہوں نے پرعزم لہجے میں کہا:

"اگرچہ میری عمر سب سے چھوٹی ہے، میری آنکھیں دُکھتی ہیں اور میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن میں اسلام کی راہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

چھوٹی سی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبولیت اسلام کا اظہار اور حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئے معاونت کا اعلان آنے والے ادوار میں آپ کی انتہائی سعد بختی کا سبب ثابت ہوا۔

ہجرت رسول ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانثاری

جب کفار نے حضور ﷺ کی شہادت کا منصوبہ بنا لیا تو حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا۔ رات کا وقت تھا آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ

سے مدینہ کی جانب روانہ ہونا چاہتے تھے مگر آپ کے پاس اہل مکہ کی امانتیں تھیں، جنہیں لوٹانا ضروری تھا۔ کفار نے چاروں طرف سے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس موقع پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اہل مکہ کی بہت سی امانتیں ہیں، جنہیں واپس لوٹانا ضروری ہے، تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ، صبح جب تم یہ امانتیں حق داروں کے سپرد کر چکو تو مدینہ چلے آنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم مصطفوی کی اطاعت میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کیا اور بے خوف و خطر حضور ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے۔ صبح جب کفار تلواریں سونت کر حضور ﷺ کے مکان میں آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے بجائے حضور ﷺ کا جانثار آپ کے بستر پر سو رہا ہے۔ دل و جان مطمئن، لبوں پر کفار کے لئے خندہ استہزاء، کفار کی دھمکیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش پیدا نہ کرسکیں اور آپ کی جملہ امانتیں حق داروں میں تقسیم کر کے تین چار یوم بعد حضور ﷺ کے حکم کے مطابق مدینہ کو ہجرت کر گئے۔

دلیری و شجاعت

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہایت شجاع، بہادر، جواں مرد اور دلیر تھے۔ آپ کی شجاعت و دلیری ضرب المثل میں ڈھل چکی ہے، جس دشمن کے مقابلے میں میدان میں اُترے، اس سے کبھی شکست نہ کھائی، ہر معرکے میں آپ کو اپنے حریف پر فتح کامل عطا ہوئی۔ آپ تلوار کے دھنی، جنگ آزما اور حرب و ضرب کے ماہر تھے۔ علامہ محمد اقبال نے آپ کی شجاعت کو عالم اسلام کا افتخار قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

آپ کی تیغ بے نیام جب کفار کے خلاف نیام سے باہر آتی تھی تو غلبۂ اسلام کا احساس دلائے بغیر نہیں رُکتی تھی۔ آپ میدانِ جہاد میں دشمنوں پر ہمیشہ بڑھ چڑھ کر وار کرتے تھے۔ غزوۂ بدر میں آپ نے بہادری و دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن

دنگ رہ گئے۔ اس دور میں دستور تھا کہ پہلے متحارب فوجوں کے بہادر افراد باری باری مقابلے کے لئے نکلتے تھے اور پھر عام جنگ شروع ہوتی تھی۔ کفار کی طرف سے عتبہ، ولید اور شیبہ مقابلے کو نکلے جبکہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم مقابلہ میں آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو مار گرایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو تہ تیغ کر دیا، ان کے برعکس شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر آگے بڑھے اور ایک ہی ضرب کاری سے شیبہ کو فنا فی النار کر دیا۔ اس معرکہ کے علاوہ آپ نے غزوۂ احد، غزوۂ خندق، بنونضیر اور بنو قریظہ سے جنگ، بنو سعد کی سرکوبی اور معرکہ خیبر میں بھی ایمانی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

خیبر کا معرکہ بالخصوص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خداداد شجاعت کا مظہر ہے جب کئی روز تک لڑائی کے باوجود قلعۂ خیبر فتح نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اُس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔

اگلے روز اصحاب رسول منتظر تھے کہ یہ جھنڈا کس خوش بخت کو عطا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ صحابہ کی طرف دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ صحابہ نے کہا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، وہ بیمار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعاب دہن لگنے کی دیر تھی کہ درد جاتا رہا اور پھر کبھی آنکھوں کو تکلیف لاحق نہ ہوئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم خاص عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینا پھر ان سے جنگ کرنا۔

اس جنگ میں خیبر کا سردار مرحب آپ کے مقابلے پر اُترا، اُسے اپنی طاقت اور شہ زوری پر بہت گھمنڈ تھا اور اس نے اپنی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے اور اس کے معنی شیر کے ہیں۔ یہ کہا اور ایک ہی وار میں مرحب کا خاتمہ کر دیا۔ جنگ کے دوران میں قلعہ خیبر کا دروازہ کہ جسے چالیس آدمی بھی مل کر نہ اُٹھا سکتے تھے۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب سے اسے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ امام رازی کے مطابق اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ قوتِ یزدانی کے مظہر بنے ہوئے تھے۔ اسی قوتِ یزدانی کے سامنے قلعہ خیبر کا دروازہ ایک تنکے کی حیثیت رکھتا تھا۔ سچ ہے کہ

شیر مرداں، شاہ یزداں، قوتِ پروردگار
لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

باب مدینۃ العلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طویل صحبت میسر آئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارے شب و روز احکام مصطفوی کو بجا لانا اپنا شعار زندگی بنا لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ پر غیر معمولی شفقت و عنایت فرمایا کرتے تھے۔ اسی عنایت خاص کا کرشمہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاں دلیری و شجاعت میں بے مثال تھے، وہاں حکمت و دانائی میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

اب ظاہر ہے کہ شہر جس قدر وسیع، عظیم اور بے مثال ہوگا، اس کے دروازے کی قدر و منزلت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

علامہ محمد اقبال کہتے ہیں:

ذاتِ اُو دروازۂ شہر علوم
زیر فرمانش حجاز و چین و روم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دانائی و حکمت کا کمال یہ تھا کہ آپ بڑے بڑے مسائل چشم زدن میں حل کر دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے محبت فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے مقابلے پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر صحابہ سے

مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمام مسلمان مجھے اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ نے پھر فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہر مومن مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں، پھر حضور ﷺ نے فرمایا جس کا میں محبوب ہوں، اس کے علی محبوب ہیں۔ اے اللہ! اس سے محبت کر جو علی سے محبت رکھے۔ اے اللہ! اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔

حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو ہمیشہ بڑے سے بڑے اعزاز کا مستحق سمجھا، جب آپ ہجرت کی غرض سے مکہ کو روانہ ہوئے تو تمام امانتیں آپ کے سپرد کر گئے۔ دوسری بار آپ غزوۂ تبوک کی خاطر تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علی ؓ کو چھوڑ گئے۔ جب حضرت علی ؓ جہاد میں شرکت سے محرومی پر رنجیدہ ہوئے تو سلطانِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے علی! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو، جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

حضور ﷺ کو حضرت علی ؓ کس قدر عزیز تھے، اس کا اندازہ ردِّ شمس کے واقعہ سے ہو جاتا ہے۔ ایک بار حضور ﷺ عصر کی نماز ادا فرمانے کے بعد حضرت علی ؓ کی گود میں سر مبارک رکھ کر استراحت فرمانے لگے کہ معاً نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت علی ؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ حضرت علی ؓ سورج کو غروب ہوتے دیکھتے رہے لیکن احترامِ نبوت کے پیشِ نظر ذرا بھی جنبش نہ کی، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو آقائے دوجہاں ﷺ حضرت علی ؓ کی خاطر رب کریم سے عرض گزار ہوئے کہ

"اے اللہ! بے شک یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، پس تو سورج کو اس کے لئے لوٹا دے۔ چنانچہ ڈوبا ہوا سورج دوبارہ طلوع ہوگیا۔"

بقول امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم — تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

جملہ اصحابِ رسول اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت علی ؓ جنابِ رسول اللہ ﷺ کو کس قدر عزیز ہیں اسی لئے وہ حضرت علی ؓ کی تکریم و تعظیم کرتے تھے۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ اہم مسائل میں آپ کے مشورے اور رائے سے فیصلہ کرتے تھے۔
حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے علی! تمہارے ساتھ محبت رکھنا ایمان ہے اور تمہارے ساتھ بغض رکھنا منافقت ہے سب سے پہلے تمہارے محب جنت میں داخل ہوں گے اور تمہارے ساتھ بغض رکھنے والے سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوں گے۔"

سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کا نکاح

حضرت علی ؓ جناب رسول کریم ﷺ کو اس قدر عزیز تھے کہ آپ نے انہیں دامادی کا شرف بھی عطا کر دیا۔ غزوۂ بدر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ وہ حضور ﷺ کی محبوب صاحبزادی سے نکاح کے لئے درخواست کریں، جب حضرت علی ؓ مدعا کہہ چکے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے۔ حضرت علی ؓ نے عرض کیا ایک گھوڑے اور ایک زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے کو جہاد کے لئے رکھو اور زرہ کو فروخت کر دو۔ حضرت علی ؓ نے یہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کی اور قیمت لا کر حضور ﷺ کو پیش کر دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو لائیں۔ اس کے بعد خود نکاح پڑھایا اور خیر و برکت کی دُعا دی۔ نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ رُخصتی کے وقت خاتونِ جنت کو جو جہیز ملا وہ یہ تھا ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ۔ خاتونِ جنت کو دیا جانے والا یہ جہیز رہتی دنیا تک اُمت اسلام کے لئے نمونہ

عمل بنا رہے گا۔

دورِ خلافت

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا دورِ خلافت ہنگاموں اور شورشوں کی زد میں رہا۔ ان ہنگاموں کا سلسلہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ دارالخلافت اور پھر اسلامی سلطنت کے مختلف صوبوں میں شورشوں اور بغاوتوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ امر تھا کہ انہیں مجبوراً اپنوں کے خلاف صف آراء ہونا پڑا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت نے مفسدوں کو قوت بخش دی تھی اور اب وہ اسلامی سلطنت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے تھے۔ لیکن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ٹھان رکھی تھی کہ جب تک سینے میں سانسوں کی روانی ہے وہ اپنے موقف اور اسلامی سلطنت کی مرکزیت کو قائم رکھنے کے تصور سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ جیسے جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ یہ جنگیں تھیں کہ مشیت ایزدی، دونوں طرف اصحابِ رسول اور تابعین کا خون بہہ رہا تھا۔ آج ہم میں سے کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان جنگوں میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔ کس کی جرأت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کے حق میں حقوق باطل کا فیصلہ سنا سکے۔ یہ تو تاریخ اسلام کا وہ المناک باب ہے کہ جس پر ایک نظر ڈالتے ہی قاری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ البتہ یہ بات برحق ہے کہ حضرت علی خلیفہ راشد تھے اور اپنے معاصر صحابہ اور تابعین میں سب سے افضل تھے، علم وحکمت، عدل وانصاف، سخاوت وعبادت میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ اگر اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم ہو جاتی، شورشیں اور بغاوتیں دب جاتیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکون اور دلجمعی کے ساتھ حکومت کرنے کا موقع میسر آجاتا تو اُمت اسلام آنے والے اَدوار کے تنزل و ادبار سے کافی حد تک محفوظ ہو جاتی۔

القاب

آپ کے القاب میں اسد اللہ الغالب، مرتضیٰ، حیدر کرار، امام الاولیاء، سید العرب، مطلوب کل طالب، خلیفۃ الرسول، امیر المسلمین، مولیٰ المومنین وغیرہ خاص شہرت کے حامل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوتراب ہے۔ یہ کنیت آپ کو بہت پسند تھی کیونکہ یہ آپ کی بارگاہ مصطفوی سے عطا ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر شریف لے گئے تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں، جس پر وہ ناراض ہو کر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو علی کہاں ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا کہ علی مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر اُن کے پہلو سے ہٹی ہوئی تھی اور ان کے بدن پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ مٹی صاف کر رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے۔

قم أبا التراب۔ قم أبا التراب

اے ابوتراب اٹھو...... اے ابوتراب اٹھو

اسی طرح آپ کو کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ محمد بن علی الصبان ابن سعد کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ حضرت حسن بن زید بن حسن رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بُتوں کی پوجا نہیں کی اور اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو عزت دے۔

شہادت

خارجیوں کا گروہ علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر رہا تھا۔ یہ لوگ خود کو دین کا محافظ کہتے تھے۔ حالانکہ یہ دین کے بدترین دشمن تھے۔ خارجیوں کی سوچ یہ

تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خاتمہ کر دیا جائے تو اسلامی دنیا آئے دن کی شورشوں اور فسادات سے محفوظ ہو جائے گی۔
اس مقصد کی خاطر تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر تمیمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور طے پایا کہ ابن ملجم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، برک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ابن بکیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا۔ برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا، وار ناکام ہوا اور وہ بچ گئے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس روز مسجد ہی نہ آئے، ان کے دھوکے کوئی اور شہید کر دیا گیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کے حملے سے نہ بچ سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لئے کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے۔
آپ راستے میں بلند آواز سے لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے آرہے تھے۔ مسجد میں داخل ہو کر نماز کی نیت باندھی اور نماز ادا کرنے لگے۔ ابن ملجم نے آپ کے سر پر زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے ضرب لگائی جو آپ کے دماغ تک پہنچ گئی۔ آپ نے اکیس رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ جامِ شہادت نوش کیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی تھی۔ حضرت امام حسن، امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے دنیائے اسلام میں انتشار و افتراق کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ عشاق رسول ﷺ کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ناقابل برداشت صدمے کے مترادف تھی۔

جناب حسن بن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس روز سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس روز آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نمازِ فجر کے لئے باہر نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ کے آگے بطخوں نے چلانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہٹایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ان کو چھوڑ دو یہ تو نوحہ پڑھ رہی ہیں" اور اس

کے فوراً بعد ہی آپ رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم نے شہید کر دیا۔ (نور الابصار)

ازواج واولاد

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی کل نو ازواج تھیں۔ جناب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا (سلام اللہ علیہا)، جناب ام البنین بنت خرام بن خالد، جناب لیلیٰ بنت مسعود، جناب اسماء بنت عمیس، جناب امام بنت ابوالعاص، جناب خولہ بنت جعفر، جناب اُم سعید بنت عروہ، جناب اُم حبیبہ بنت ربیعہ، جناب مسماۃ بنت امراء القیس۔

آپ کے اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔

صاحبزادان کے نام

سیّدنا امیر المؤمنین امام حسن، سیّدنا امام حسین شہید کربلا، سیّدنا عمر، سیّدنا عباس، سیّدنا جعفر، سیّدنا عبید اللہ، سیّدنا عثمان، سیّدنا عبداللہ، سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عون، سیّدنا یحییٰ، سیّدنا محمد، سیّدنا اوسط، سیّدنا محمد حنفیہ، سیّدنا محمد اکبر، سیّدنا عمر اطراف، سیّدنا محسن، سیّدنا عمران (رضی اللہ عنہم)۔

عظیم شخصیت

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلاشبہ تاریخ اسلام کے عظیم محسن ہیں۔ آپ کی پوری زندگی عشق محمد مصطفےٰ ﷺ کا نمونہ ہے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاروں طرف سے خطرات کی زد میں تھے۔ آپ نے ہر موقع پر حضور ﷺ پر جان نثار کرنے کی کوشش کی اور حضور ﷺ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے کبھی بھی کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ہجرت کی رات حضور ﷺ کے بستر پر سونے سے لے کر غزوات میں شمولیت تک آپنے ہر موقع پر بے جگری اور غیر معمولی شجاعت اور فدا کاری کا مظاہرہ کیا۔ اسی بناء پر تاریخ کے صفحات میں شیر خدا کے نام سے جگہ پائی۔

ایک طرف آپ کی شجاعت ضرب المثل تھی تو دوسری طرف آپ کا فقر انتہاء کو

پہنچا ہوا تھا۔ آپ کو سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا سے شادی پر جو جہیز ملا تھا، عمر بھر اس میں اضافہ نہ کیا۔ امیر المؤمنین ہو کر بھی سادگی، فقر و غنا اور توکل کو اس حد تک اپنا شعار حیات بنائے رکھا کہ کوئی بھی انہیں دیکھ کر ان کے لباس سے تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ یہ خلیفۃ المسلمین ہیں۔

مسلم اوّل شہ مرداں علیؓ　　عشق را سرمایۂ ایماں علیؓ

اس قدر دلیری و شجاعت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے جذبات اور غصے پر قابو کی طاقت بھی عطا کی تھی کیونکہ صحیح معنوں میں طاقتور وہی ہوتا ہے جو اپنے نفس کو بچھاڑ کر رکھے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک کافر سے جنگ ہوئی۔ دیر تک مقابلہ آرائی کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس کافر کو زیر کر لیا اور تلوار کھینچ کر چاہا کہ اس کی گردن اُڑا دوں۔ اس لمحے کافر نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھوک دیا۔ ایک لمحہ کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ شدت غیظ سے متغیر ہوا مگر پھر فوراً کافر کے سینے سے اُتر آئے اور مقابلے سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس بے موقع معافی پر وہ کافر سخت حیران ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے مجھ پر قابو پالیا اور پھر معاف بھی کر دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ پہلے میں اللہ تعالیٰ کے لئے جنگ کر رہا تھا اور تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا مگر تمہارے تھوکنے کے بعد اگر میں تمہیں قتل کر دیتا تو میری یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ ذاتی انا اور انتقام کی لڑائی سمجھی جاتی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس کے لئے تلوار چلاتا ہوں، میں اپنے نفس کا غلام نہیں ہوں۔

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم　　بندۂ حقم نہ مامورِ تنم

بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ شیر خدا تھے اور شیر خدا وہی ہوتا ہے، جس کی زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، بلاشبہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبولیت اسلام سے شہادت تک ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کے عظیم فدائی کی حیثیت سے زندگی گزار کر ثابت کر دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ اور محبوب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کئے گئے تمام اعزازات کے مستحق تھے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت　　بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

علامہ محمد علی چراغ☆

نام ونسب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ابوالحسن بھی ہے اور یہی کنیت بھی، ابوتراب بھی کنیت شمار کی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ابوطالب ہے، اور والدہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد ہے، ان کا سلسلہ نسب علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ چونکہ جناب ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی، اس لیے نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب بن عبدالمطلب مکہ کے ذی اثر اور متمول افراد میں سے تھے۔ جناب ابوطالب حضور ﷺ کے چچا تھے۔ اس طرح حضور پاک ﷺ کے دادا کی وفات کے بعد جناب ابوطالب ہی نے آپ ﷺ کی پرورش اور کفالت کی تھی۔

جناب ابوطالب اس دور میں مکہ کے معززین اور ذی اثر لوگوں میں سب سے اہم تھے۔ ان کے گھر میں رجب کے مہینے میں سن ۳۰ عام الفیل یعنی ۶۰۰ء میں حضرت علی پیدا ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر قریباً تیس سال تھی اور ان کی وابستگی جناب ابوطالب ہی کے ساتھ تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

کاشانہ نبوی میں

اپنی شادی سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ ہر طرح کے کاروبار میں جناب

☆ مصنف کتب کثیرہ، سنجیدہ و متین عالم دین

ابوطالب ہی کے ساتھ تھے، اور آپ ﷺ اپنے چچا کی اس سرپرستی پر مطمئن اور خوش تھے کیونکہ جناب ابوطالب نے اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کو تجارت اور اصولِ تجارت میں خاصا ماہر کر دیا تھا، اور ان میں اس قدر اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ اب آپ ﷺ خود تن تنہا بھی کسی طرح کا سفر اور تجارت کر سکتے تھے۔

اسی اثناء میں جناب ابوطالب ہی کی وساطت سے اللہ کے رسول ﷺ کی شادی محترمہ خدیجۃ الکبریٰ سے ہو گئی تھی۔ خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کے باوجود حضرت رسول اکرم ﷺ اپنے چچا جناب ابوطالب ہی کے سب سے زیادہ قریب اور جلیس رہتے تھے اس لیے حضرت علی ؓ کی پرورش میں حضور نبی کریم ﷺ بھی بدستور شامل رہے۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ اپنے بچپن ہی سے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور الفت رکھنے لگے تھے اور ان کا اکثر وقت حضور نبی کریم ﷺ کی موانست ہی میں گزرتا تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول کا اسوۂ حسنہ اور مکارم اخلاق کا پرتو شروع دن ہی سے پڑنے لگا تھا۔

قبولِ اسلام

بتایا جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ ابھی نو دس سال ہی کے تھے کہ انہوں نے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ مکہ کے عام لوگوں کی روایتی ڈگر سے ہٹ کر زندگی گزارتے ہیں۔ اسی اثناء میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان بھی کر دیا تھا، اور اس طرح وہ گھر میں بھی اپنے ایک سچے خالق اللہ کی عبادت کرنے لگے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ کی عمر ابھی صرف دس سال تھی کہ ”ایک روز آنحضرت ﷺ اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کو کسی طرح کی عبادت میں مصروف دیکھا اس موثر نظارے نے آپ پر بہت اثر کیا۔ اس پر حضرت علی ؓ نے اپنے طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ حضرت سرور کائنات ﷺ نے اس پر نبوت کے منصب گرامی کی خبر دی اور کفر و شرک کی مذمت کر

کے توحید کی دعوت دی۔ ”فطرت سنور چکی تھی۔ توفیق الٰہی شامل ہوئی۔ اس لیے غور وفکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور اعلان اسلام فرما دیا۔“ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ اپنے اسلام قبول کرنے کے اس عمل خیر میں نوخیز حضرت علی ؓ نے اپنے والد محترم جناب ابوطالب کی رائے اور اجازت کا انتظام بھی نہ کیا۔

حضرت علی ؓ کے اسلام قبول کرنے سے کچھ عرصہ پہلے کا ایک واقعہ اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دادا کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنی تحویل اور سرپرستی میں لے لیا تھا لیکن پھر جب کئی دیگر اسباب اور کثیر العیال ہونے کے حوالے سے جناب ابوطالب کے مالی حالات مخدوش ہوئے اور ان کے مالی حالات بھی زوال پذیر ہونے لگے تو اس وقت اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کی مدد کرنے کی خاطر حضرت عباس سے مشورہ کر کے یہ پیش کش کر دی تھی کہ آپ ﷺ حضرت علی ؓ کی ہر طرح کی پرورش اور کفالت کا ذمہ لینے کے لیے تیار ہیں۔ گویا یوں حضور اکرم ﷺ نے بچپن ہی سے جناب علی بن ابی طالب کو اپنی نگرانی اور کفالت میں لے لیا تھا، اور اسی طرح حضرت عباس نے جناب جعفر کی ذمے داری اٹھالی تھی۔ گویا اس طرح حضرت علی ؓ اب بدلے ہوئے حالات کے تحت کاشانہ نبوی میں آچکے تھے۔ اس کے بعد سے تو حضرت علی نے براہ راست نبوت کی تجلیات اور برکات کو دیکھنا اور محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔

حضرت علی ؓ کے نوجوانی ہی میں قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں، ان کی نو عمری کی سطح پر دعوت اسلام دی تو وہ آغاز میں تو سوچ بچار میں پڑ گئے۔ کیونکہ یہ ایک سراسر تازہ اور نئی دعوت اور ایک انوکھی آواز تھی۔ اس کا تو ابھی چرچا بھی نہیں ہوا تھا، اور تو اور ابھی جناب ابوطالب کہ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بہت بڑا سہارا تھے، انہوں نے بھی اس دعوت کو قبول نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس پس و پیش کی کیفیت میں سے حضرت علی ؓ کو نکالنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں یہ مشورہ دے دیا تھا کہ اس امر پر اپنے

دل و دماغ سے غور و فکر کر لو اور اگر میری دعوت تمہیں سچ اور بہتر محسوس ہو تو اسے ضرور مان لو۔ بتایا جاتا ہے کہ اس وضاحت کے بعد تو حضرت علی ؓ نے کوئی تامل نہ کیا اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔

جناب ابوطالب کا کردار

حضور نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنی بیماری کے دنوں ہی میں رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی تحویل اور سرپرستی میں دے دیا تھا۔ آغاز میں تو جناب ابوطالب کی تجارت اور کاروبار خاصا اچھا تھا، لیکن چند ایک قحط سالیوں اور زیادہ اولاد کے باعث انہیں مشکل وقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مجموعی طور پر جناب ابوطالب کا ایک سادہ سا گھر تھا کیونکہ ان تک ان کا موروثی ورثہ نہیں پہنچ سکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بھتیجے کے لیے سب کچھ تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو جلد ہی اپنی تجارت میں اپنا ساتھی بنا لیا تھا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کو تجارت کے شائستہ اور اعلیٰ اصولوں سے بھی متعارف کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم ﷺ کو عربوں کی ثقافتی اور سماجی زندگی سے بھی بہرہ ور کراتے رہتے تھے۔ جناب ابوطالب نے اللہ کے رسول ﷺ کو ابتدائی عہد میں عکاظ کے میلوں اور ثقافتی اجتماعات سے بھی متعارف کرا رکھا تھا۔ جناب ابوطالب کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تعداد سات آٹھ تھی، اس کے باوجود وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی پرورش میں خصوصی توجہ دیتے رہے تھے۔ جناب ابو طالب کی کچھ بارانی اور نیم پہاڑی اراضی بھی تھی، لیکن اس سے پیداوار قابل ذکر نہیں تھی۔ اس سارے پس منظر کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شادی مکہ کی قریباً سب سے متمول اور مالدار خاتون حضرت خدیجہ ؓ سے کر دی تھی۔ گویا حضرت علی ؓ کی پیدائش سے پانچ سال پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ سے ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے نکاح کی بات چیت میں جناب ابوطالب نے اہم کردار ادا کیا اور آپ ﷺ کے نکاح کا خطبہ بھی ابوطالب نے ہی پڑھا تھا۔ پھر اس کے بعد بعثت نبوی

تک جناب ابوطالب نے بالواسطہ طور پر حضور نبی اکرم ﷺ سے اپنا مسلسل اور مستقل رابطہ رکھا۔ بلکہ اس دور میں جناب ابوطالب سے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی ؓ کی کفالت اور سرپرستی کی ذمہ داری لے لی تھی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو اعلان نبوت کے بعد جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان میں جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اگرچہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد مالی حالت خاصی بہتر ہو گئی تھی، لیکن اس کے باوجود بھی اخلاقی اور خاندانی سرپرستی کے اعتبار سے جناب ابوطالب کا مقام و مرتبہ آپ ﷺ کے لیے بڑا محترم تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ جناب ابوطالب اپنی وقتی مالی مجبوریوں کے باوجود بھی اہل مکہ کی مالی امداد کرتے رہتے تھے۔ اسی اثناء میں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اپنی تحویل اور سرپرستی میں لے لیا تھا۔ اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ حضرت علی ؓ کی موجودگی میں اپنی اولاد نرینہ کی مفارقت کے غم کو بھی ہلکا ہوتا ہوا محسوس کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب حضرت علی ؓ نے عین جوانی ہی میں دعوت اسلام قبول کر لیا تھا تو پھر کچھ عرصہ تک تو صرف اللہ کا رسول اور آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ خدیجہ اور چچا زاد بھائی حضرت علی ؓ ہی عبادت الٰہی میں معروف رہتے تھے۔

ایک تاریخی مکالمہ

ایک واقعہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن یہ تینوں اللہ کی عبادت میں مصروف تھے کہ انہیں جناب ابوطالب نے دیکھ لیا۔ یہ وہ وقت ہے کہ شاید ابھی جناب ابوطالب اسلام اور اسلام کی تعلیمات سے واقف نہیں ہوئے تھے۔ اس صورت حال میں جناب ابوطالب نے دریافت کیا کہ ”بھتیجے، تم یہ کس مذہب کی تقلید کر رہے ہو؟“

اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے جواب دیا: ”یہ وہ مذہب ہے جو اللہ کا دین ہے۔ فرشتوں کا دین ہے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا بھی یہی دین ہے اور ہمارے جد

امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی اسی دین پر قیام تھا اور ہاں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اسی دین کی تبلیغ وترویج کے لیے بھیجا ہے۔" اس کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر اپنے چچا ابوطالب کو بھی دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس امر کا اظہار بھی فرما دیا کہ آپ اس دین کی ترویج میں میرا ساتھ دیں اور میرے ساتھ تعاون بھی کریں لیکن بتایا جاتا ہے کہ اس دعوت پر جناب ابوطالب نے بڑے ہی دوٹوک الفاظ میں اور قدیم سامی وقار وعظمت کے ساتھ جواب دیا کہ "بھتیجے! میں اپنے باپ دادا کے مذہب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میرے لیے اس قدیم مذہب کو چھوڑنا مشکل ہے۔ لیکن میں تمہیں اتنا یقین ضرور دلاتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں، کوئی شخص تمہیں کسی طرح کی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس کے ساتھ ہی جناب ابوطالب نے اسی وقت اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس دین کے بارے میں پوچھا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "ابوجان! میں اللہ اور اس کے نبی ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں اور انہی کی پیروی کرتا ہوں۔" اس واضح اور غیر مبہم جواب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب نے اپنے بیٹے کو کھلے دل سے اسلام پر کاربند اور قائم رہنے کی اجازت دے دی۔

اسلام کو قبول کر لینے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اب تو مستقل طور پر حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی رہنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ابھی نوعمر ہی تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی محفلوں، اور خفیہ یا اعلانیہ دینی مجلسوں اور عبادتوں میں بھی شامل اور شریک رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اور دین محمدی کے ازلی دشمنوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔

رسول ﷺ کا ساتھی

بعثت کے چوتھے سال میں جب ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چودہ یا پندرہ سال ہو گی۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کو اس امر کا حکم ہوا کہ اپنے عزیزوں، لواحقین اور دیگر رشتے داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے اور انہیں اللہ کے دین

متین کی جانب دعوت دی جائے۔ اللہ کے اس حکم پر حضور نبی اکرم ﷺ نے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور پھر ان سے فرمایا "اے بنی مطلب! میں تمہارے لیے، تمہارے سامنے دنیا کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اور تم میں سے کون میرا معاون اور مددگار بنتا ہے۔ تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی کہ گو میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں، تاہم میں آپ کا معاون اور مددگار اور قوت بازو بنوں گا۔" یہ آواز حضرت علی بن ابی طالب کی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اس سوال کو تین دفعہ دہرایا اس کے جواب میں ہر مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی آواز ابھری۔ اس صلہ میں آپ ﷺ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ "تم میرے وارث اور بھائی ہو" یہ صرف دعویٰ ہی نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا عمل اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

دین اسلام کی خاطر نوجوانی ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس قدر وارفتگی اور جاں نثاری کے جذبے کو دیکھتے ہوئے اب تو دشمنوں نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ٹھٹھہ اور تمسخر اُڑانا شروع کر دیا تھا لیکن اس صورت حال میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمہ وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ وہ آپ کے وعظ ونصیحت کو بڑی چاہت اور محویت کے ساتھ سنتے تھے۔

ابوطالب کا مقام

اسی اثناء میں حضور نبی اکرم ﷺ نے بدستور اپنی تبلیغ اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے شانہ بشانہ ساتھ رہے۔ قریش نے چونکہ جذبہ مخاصمت میں اپنی آنکھوں پر ڈھٹائی کی پٹی باندھ رکھی تھی، اس لیے وہ آپ ﷺ کی باتوں پر کان ہی نہ دھرتے بلکہ تمسخر اور تضحیک کرنے میں ہی لگے رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اہل مکہ نے مٹھی بھر مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا ان لوگوں کی مخاصمانہ کارروائیوں کی انتہا ہو گئی تھی۔ اس موقع پر بھی چونکہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی پشت پناہی میں لوگوں کو جناب ابوطالب دکھائی دیتے تھے اور پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد بھی تھے اس لیے وہ دشمن جناب ابوطالب کے پاس آ کر گلہ شکوہ کرتے کہ محمد ﷺ ان کے بتوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے بھتیجے کو اس عمل سے روکیں اور ان کے بتوں کے تقدس کا بھرم رکھیں لیکن جناب ابوطالب ان لوگوں کو بڑی دانش مندی اور حلیمی کے ساتھ ٹال دیا کرتے تھے۔

اس زمانہ ادبار و آلام میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ اپنی تبلیغ و تقریر میں لگے رہے۔ اب تو آپ ﷺ کے کلام میں شعلہ نوائی اور جذبائیت بھی پیدا ہو چکی تھی اس موقع پر مخالفین نے ایک بار آپ ﷺ کو اللہ کے گھر کعبہ سے بھی نکال دیا تھا اور پھر وہی لوگ ایک اجتماع کی صورت میں آپ کے چچا جناب ابوطالب کے پاس آئے اور برملا ان سے کہا کہ ”اے ابوطالب! ہمیں آپ کی بزرگی اور قریش میں آپ کے مقام کا لحاظ ہے لیکن آپ کا بھتیجا ہمارے آباؤ اجداد اور ان کے بتوں کی شان میں گستاخیاں کرتا رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اسے ان نازیبا حرکات سے روکا جائے بصورت دیگر تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔“

اس بیان کے بعد قریش کے سردار وہاں سے چلے گئے لیکن جناب ابوطالب کے لیے یہ ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا۔ کیونکہ نہ تو وہ اپنے بھتیجے کی سرپرستی کو چھوڑ کر انہیں تنہا چھوڑنا چاہتے تھے اور نہ ہی وہ اپنے خاندان قریش سے کٹ کر رہ سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ سارا واقعہ حضور نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار کر دیا تھا۔

ایک تاریخ ساز خطاب

تاریخ میں بتایا جاتا ہے کہ اسی موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑی ہی جرأت، بے باکی اور دوٹوک انداز میں وہ تاریخ ساز اور پروقار الفاظ کہے کہ جو برملا پیغمبرانہ خاصا تھے۔ آپ نے اس موقع پر اپنے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے میرے چچا جان! اگر یہ لوگ میری ایک ہتھیلی پر سورج اور دوسری پر

چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں پھر بھی اپنے ارادے سے باز نہیں آؤں گا۔ میں اس وقت تک اس کام میں لگا رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں۔“

آپ ﷺ کے ان بلند ارادوں کو جان کر اور سچی لگن کو محسوس کر کے جناب ابوطالب نے کہا ”اے میرے بھتیجے! میں نے تمہارے ارادوں کو جان لیا ہے اس لیے تم جو چاہو کرتے رہو، کبھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔“

اہل مکہ اس ساری صورت حال کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کو طرح طرح کی کوششوں سے روکتے رہے، اب ان لوگوں نے ابوطالب سے درخواست کی کہ وہ ایک شخص جس کا تعلق خاندان مخزوم سے ہے، اس کے بدلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کو ان کے سپرد کر دیں۔ لیکن جناب ابوطالب نے ان بدخواہ لوگوں کی پیش کش کو بھی ٹھکرا دیا تھا۔ اس طرح اب تو قریش ابوطالب کے اس طرح کے رویے سے بہت مایوس ہونے لگے تھے۔ لہٰذا اب انہوں نے اپنی نئی حکمت عملی کے تحت مسلمانوں پر ظلم و ستم اور دھمکیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جناب ابوطالب خود بھی قبیلہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ایک باعزت اور محترم رئیس تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے سب سے نزدیکی قرابت دار اور سرپرست بھی تھے، اس لیے قریش کے لوگوں نے انہیں اس حیثیت سے بھی یہ باور کرانا شروع کر دیا تھا کہ وہ اپنے بھتیجے کو دشمنوں کی عداوت اور مخالفتوں سے بچائیں۔

لیکن جناب ابوطالب نے دشمنانِ اسلام کی ان تمام تر کارروائیوں اور دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ بدستور اپنے بھتیجے حضور نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دیتے رہے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جناب ابوطالب کی محبت اور پشت پناہی نے اب تو جناب علی رضی اللہ عنہ کے کردار و عمل میں بھی بڑا جوش اور جذبہ پیدا کر دیا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ ان کے والد ابوطالب محض اپنی خاندانی ضد اور وقار کی خاطر دین اسلام کو قبول کرنے سے نالاں ہیں، حالانکہ ان کا وجود اور سرپرستی سراسر حضور پاک ﷺ اور اسلام کے حق میں بہتر ہی ہے۔

تربیت علی کاشانہ نبوی میں

بہر صورت اس سارے پس منظر میں یہ عیاں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب ہر حال اور ہر پہلو سے اللہ کے رسول کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی تحویل اور سرپرستی میں دے دیا تھا۔

متعدد تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کعبہ میں ولادت کی خبر اور بشارت حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو سنائی تھی۔ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ پرنور ہی نے اپنی گود میں لیا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھٹی بھی اللہ کے رسول ﷺ ہی نے دی تھی۔ بعض روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلا غسل ولادت بھی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہی نے دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ اور والد جناب ابوطالب نبی رحمت سے اس قدر متاثر اور آپ ﷺ پر تکیہ کرتے تھے کہ انہوں نے اس نومولود بچے کا نام علی بھی آپ ﷺ کے کہنے پر رکھا تھا۔ ان امور سے یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے پہلے ہی دن سے حضور نبی اکرم ﷺ کا عمل دخل شروع ہو چکا تھا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رواج کے مطابق ابتدائی تعلیم و تربیت ہو رہی تھی تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اپنی تعلق داری کا اظہار فرماتے رہتے تھے پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو اس وقت سے تو حضور نبی کریم ﷺ نے جناب ابوطالب کی رضا مندی کے ساتھ، انہیں اپنی کفالت اور سرپرستی میں لے لیا تھا۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب حضور پرنور ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تھی تو اس وقت آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں لیا تھا، اور اب جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چھ سال ہوتی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اپنی کفالت اور سرپرستی میں لے لیا" گویا یہ ایک طرح سے صلہ تھا جو حضور نبی اکرم ﷺ نے جناب ابوطالب کو دیا۔"

گویا اس طرح سے چھ سال کی عمر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ براہ راست حضرت محمد ﷺ کی نگرانی اور سرپرستی میں آگئے تھے۔ اس کے بعد سے تو انہوں نے بلاواسطہ طور پر رسالت مآب ﷺ سے اکتساب فیض کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعض حوالوں میں دس گیارہ سال کی عمر لیکن وقیع حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تیرہ سال کی عمر میں اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ اس دور اور اس نوعمری میں اسلام قبول کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سب میں چھوٹی عمر کے نوجوان تھے اور یقیناً یہ ایک بہت بڑا شرف تھا۔

اول المومنین

اول اول ایمان لانے والوں اور مشرف بہ اسلام ہونے والوں میں اس نوجوان علی مرتضیٰ کا رتبہ بڑا امتیازی دکھائی دیتا ہے۔ کم سنی کی عمر "لیکن پختہ فہمی، فراست اور بصیرت اسی میں بہتوں سے آگے ہے۔ جسمانی طور پر مرحلہ بلوغ نہ طے کیا ہو لیکن عقل بالغ کی پختگی رکھتا ہے اگر بچوں کی طرح اسے پھسلا لینا ممکن ہوتا تو باپ ابوطالب زیادہ آسانی سے پھسلا کر اپنی ملت میں رہنے پر آمادہ یا مجبور کر سکتا تھا، لیکن یہ اپنے بچپنے میں بھی اسی طرح سمجھ بوجھ کر اپنے عم زاد بھائی کی صداقت پر ایمان لاتا ہے جس طرح کوئی سن رسیدہ پختہ کار ایمان لا سکتا ہے۔ یہ تو اپنی کم سنی میں اسلام قبول کرنے پر یوں فخر کرتا ہے کہ میں نے تو اسلام قبول کرنے میں تم سب پر اس وقت شرف اولیت حاصل کیا ہے کہ جب میں کم سن تھا اور بالغ بھی نہ ہوا تھا۔"

یہ علی مرتضیٰ ہیں جو گویا حضور نبی اکرم ﷺ کی گود میں پلے ہیں۔ عم زاد بھائی ہیں۔ اندر باہر ہر وقت ساتھ ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ اگر حضور ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور اعلیٰ کرداری کا کوئی گوشہ بھی شک و شبہ کی گنجائش پیدا کر سکتا تو انہیں کیا پڑی تھی جو ایک شفیق باپ کی ملت کو چھوڑ بیٹھتے اور ساری کائنات کو اپنا دشمن بنا لیتے اگر طفلی کی ناپختہ کاری کی وجہ سے رسمی طور پر ایمان لائے ہوتے تو عقلی پختگی آچکنے کے بعد انہیں اپنی راہ بدل لینے سے کون

سی چیز روک سکتی تھی؟

"حقیقت یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کا ایمان اس وقت بھی بڑے سے بڑے فرزانے کے ایمان کے برابر تھا اور یقیناً ان کا شمار بھی حضرت خدیجہ اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح اول المؤمنین ہی میں ہے، اور ان کا اسلام بھی حضور ﷺ کی صداقت و بلند کرداری کی سب سے بڑی شہادت ہے۔"

ابوطالب سے سوال جواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد محترم مکہ کے سرداروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے، اس لیے جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں زیادہ شدت اور تسلسل پیدا کر لیا، تو اس وقت قریش کے بااثر لوگوں کا ایک وفد جناب ابوطالب کے پاس پہنچا۔ اس وفد میں عتبہ بن ربیعہ، شعبہ، ابوسفیان، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، ابوجہل، ولید بن مغیرہ وغیرہ شامل تھے اس وفد نے ابوطالب سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے برادر زادے کو اس "نئے فتنے" کی اشاعت و تبلیغ سے روک دیں۔

وفد کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بزرگانہ انداز و وقار اور مشفقانہ محبت سے کہا "جان عم! مجھ پر اتنا بوجھ تو نہ ڈالو جو میری برداشت سے باہر ہو۔ دیکھو بتوں اور معبودوں کی اہانت سے ساری کی ساری قوم ناراض ہو گئی ہے، کیوں نہ تم اپنی موجودہ تبلیغ روک دو۔"

ابوطالب کے اس عندیہ پر حضور ﷺ نے جو مختصر سا جواب دیا وہ ہمیشہ مقام نبوت کو ظاہر کرتا رہے گا حضور پاک ﷺ نے جواب دیا۔" میں اس فرض کی ادائیگی سے باز نہیں رہ سکتا جس کے لیے میں خدا کی طرف سے مامور ہوں۔" اس دور میں کہ جب جناب ابوطالب حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے آخری دنیوی سہارے کی حیثیت رکھتے تھے، اس وضع کا دوٹوک جواب دینا بہت بڑی ہمت اور اللہ پر

بھروسے کا کام تھا لیکن اس چھوٹے سے جملے نے ابوطالب کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے کہہ دیا کہ "اچھا تو تم جو کچھ کر رہے ہو کیے جاؤ، جب تک میں ہوں تمہاری طرف کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا۔"

شعب ابی طالب

اعلان نبوت کے ساتویں سال میں کفار مکہ نے بنی ہاشم کا سماجی مقاطعہ کرنے کی ایک نئی تحریک شروع کی۔ لیکن اس موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر لیا تھا اور پھر بہت سا سامان خورد و نوش لے کر وہ انہیں لے کر مکہ کے قریب ایک تنگ سی درہ نما گھاٹی میں چلے گئے تھے۔ اس گھاٹی کا نام شعب ہاشم یا شعب ابوطالب تھا، موروثی طور پر یہ ہاشمیوں ہی کی ملکیت تھی یہ جناب ابوطالب کا بہت بڑا اقدام تھا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کفار مکہ کے سپرد کرنے کے بجائے خود کٹھن حالات میں رہنا قبول کر لیا تھا اور اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ چھوڑنا قبول نہ کیا۔

شعب ابی طالب میں ہاشمیوں اور مسلمانوں نے تقریباً تین سال کا عرصہ بڑی ہی کٹھن صورت حال میں گزارا۔ یہاں پر حضور نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر ایثار و قربانی کا ساتھ دیا۔ اس موقع پر حضور پاک ﷺ کے نوجوان ساتھیوں بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار عمل بڑا مثالی رہا۔

قبول اسلام سے لے کر واقعہ ہجرت مدینہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک طرح سے بیک وقت اہل قریش کا مخاصمانہ اور عداوتوں بھرا نہایت مکروہ کردار دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے دین کی تبلیغ و ترویج کی خاطر اللہ کے رسول ﷺ کی استقامت اور بے پناہ لگن دیکھی تھی۔ لیکن ان دونوں انتہا درجے کی کیفیتوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنے والد محترم جناب ابوطالب کے کردار و عمل کو بھی بغور دیکھ اور محسوس کر

رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس ساری صورت حال کو بھانپ لیا تھا کہ ان کے والد چونکہ بنی ہاشم کے مقتدر اور بااثر سرداروں میں سے ہیں، ان میں عربوں کی روایتی شجاعت اور بردباری بھی ہے، اور بنی ہاشم میں انہیں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کے بھی کئی سماجی اور روایتی تقاضے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ ساری عربوں کی روایات کے بھی علمبردار ہیں۔ لیکن اس سارے تناظر اور تاریخی و موروثی قبائلی تقاضوں کے برخلاف جناب ابوطالب بدستور اپنے بھتیجے کی باضابطہ سرپرستی اور پشت پناہی کرتے رہے یہی نہیں بلکہ حضرت علی ؓ نے تو یہ بھی دیکھ لیا اور محسوس کر لیا تھا کہ ان کے والد محترم، حضور نبی اکرم ﷺ کی ہر طرح کی حفاظت اور پاسداری بھی کرتے رہتے ہیں، اور اہل قریش کی منطق، دباؤ اور سماجی مقاطعے کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ جناب ابوطالب کی بزرگی نے ان کے اندر تحمل، بردباری اور جرأت و حوصلہ اور معاملہ فہمی کی بے پناہ صلاحیتیں پیدا کر رکھی تھیں۔ اس لیے انہوں نے ہر سرد گرم میں حضور نبی اکرم ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا، یہی نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر طرح کی صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلتے رہے۔

بہرصورت جناب ابوطالب، رسول اللہ ﷺ کے بہت بڑے محسن تھے، شریف النفس اور جاں نثار بزرگ تھے انہوں نے اعلان نبوت کے دسویں سال اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طرح حضرت علی اپنے محترم والد اور رسول اللہ ﷺ ایک فدا کار و جاں سپار اور بے پناہ الفت رکھنے والے چچا اور سرپرست سے محروم ہو گئے لیکن چونکہ اسی اثناء میں ابن ابی طالب جناب حضرت علی ؓ تو رسول اکرم ﷺ کی سرپرستی اور فرزندی میں آچکے تھے۔

علی سے بغض بھی ہے اور حج کی خواہش بھی	عبادتوں کا بھی کوئی اصول ہوتا ہے
علی کی جائے ولادت سے انحراف تو کر	میں دیکھوں حج تیرا کیسے قبول ہوتا ہے

انتخاب: پیر سیّد علی عابد الحسینی

شیرِ یزداں ضیغمِ سرور علی المرتضیٰ ؓ

علی ؓ کو دیکھنا عبادت ہے

کرنل محمد انور مدنی

ابویعلی اور بزار ؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے علی ؓ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔“

طبرانی نے ام سلمہ ؓ کے اسناد سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے علی ؓ سے محبت کی، اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی اس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت کی جس نے علی ؓ کے ساتھ بغض و عناد کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا اور جس نے میرے ساتھ بغض کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض کیا۔

امام احمد اور حاکم ؓ نے اُم سلمہ ؓ سے روایت کی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس نے علی ؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

طبرانی نے ضعیف سند سے روایت کی کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ نے فرمایا اے علی تم اور تمہاری جماعت اللہ تعالیٰ کے پاس خوشی خوشی آؤ گے اور تمہارے دشمن بُری حالت میں غضبناک حاضر ہوں گے! پھر حضرت علی ؓ نے اپنا ہاتھ گردن کی طرف بڑھایا انہیں غضب کی حالت دکھا رہے تھے۔

خلاصہ حالات

ولادت

جمعہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل (تقریباً ۶۰۰ء)

جائے ولادت

خانہ کعبہ (مکہ معظمہ)

رسالت مآب ﷺ سے رشتہ

چچیرے بھائی اور داماد

قبول اسلام

بعمر ۱۰ سال (رسول اللہ ﷺ کو اعلانِ نبوت کے ایک دن بعد) ویسے تو آپ پہلے ہی مسلمان تھے۔ ہاں!

شادی

۲ھ بعمر ۲۵ سال۔

نام زوجہ

حضرت فاطمۃ الزہرا بنت محمد ﷺ

آغازِ خلافت

دوشنبہ ۲۱ ذی الحج ۳۵ھ (۲۰ نومبر ۶۳۱ء)

مدت خلافت

۴ برس ۹ ماہ

شہادت

یک شنبہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ بوقت شب (۲۷ جون ۶۶۱ء)

مدفن

نجف اشرف

عمر

۶۳ سال

اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین، حضرت محسن، حضرت زینب، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہم۔

ولادت باسعادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل مطابق تقریباً ۶۰۰ء مطابق ۹۲۰ سکندری کو تولد ہوئے۔ اس وقت ہرمز کا بیٹا پرویز فارس کا شہنشاہ تھا۔ آنحضرت ﷺ اور خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی شادی کو تین سال گزر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک اُس وقت اٹھائیس سال کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کربلائے معلی کی زیارت کر رہے تھے اور بہت سی عورتیں وہاں موجود تھیں۔ ان میں سے ایک عورت ہمارے پاس آئی۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگی میں قبیلہ ساعدہ سے تعلق رکھتی ہوں، زیدہ بنت العجامان میرا نام ہے۔ ہم نے اس سے کہا کوئی واقعہ یاد ہو تو سناؤ۔ کہنے لگی مجھ سے عمارہ بنت قللہ بن مالک بن عجامان الساعدی کہتی تھی کہ میں ایک روز عرب کی بعض عورتوں میں موجود تھی کہ حضرت ابوطالب تشریف لائے ان کے چہرے سے غم وفکر کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا بنت اسد کو درد لاحق ہے پھر فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کہا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس جگہ بیٹھ جا۔ ابھی وہ اچھی طرح بیٹھنے نہ پائی تھیں کہ ایک اور پاکیزہ خوش رو لڑکا پیدا ہوا۔ ایسا خوبصورت اور حسین لڑکا ہم نے کبھی نہ دیکھا تو ابوطالب نے اس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھا۔

آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لائے اور فاطمہ بنت اسد کے ہاتھ سے اٹھا

کر گھر لے گئے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس سے بہتر کبھی کوئی بات نہیں سنی۔

آغوش رسول ﷺ میں تربیت

حضرت ابوطالب نہایت ہی نیک بزرگ تھے آنحضرت ﷺ نے انہی کے آغوشِ شفقت میں تربیت پائی تھی۔ عطائے نبوت کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کی وادیوں میں اعلان حق فرمایا تو حضرت ابوطالب ہر موقع پر آپ ﷺ کی حمایت کرتے رہے اور ہر وقت آپ کی مدد میں سینہ سپر رہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو بھی اپنے شفیق چچا کا بہت خیال رہتا تھا اور ان کی ہر تکلیف میں شریک رہتے تھے۔ اتفاق سے مکہ مکرمہ میں قحط پڑا۔ حضرت ابوطالب چونکہ کثیر العیال تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس وقت ہمیں حضرت ابوطالب کا بوجھ آپس میں بانٹ لینا چاہئے یعنی ان کا ایک لڑکا میں لے لیتا ہوں اور ایک آپ لے لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے پاس رہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت ﷺ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا اتباع کیا، آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔

قبولِ اسلام

آپ کا سن مبارک دس گیارہ سال کا تھا کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مصروف عبادت دیکھا۔ اس نظارہ نے آپ پر اتنا اثر کیا چونکہ ابھی بچہ ہی تھے طفلانہ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا آپ ﷺ کیا کر رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے اپنی نبوت کے منصب اعلیٰ کی خبر دیتے ہوئے کفر و شرک کی مذمت فرمائی اور توحید کا پیغام سنایا۔ چونکہ قدرت نے ابتدا ہی سے آپ کی فطرت سنواری تھی

اس لئے توفیق الٰہی عزوجل شامل حال تھی۔ غور و فکر کی ضرورت ہی محسوس نہ کی اور اسلام قبول کر لیا۔

اسلام میں سبقت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ اس بارے میں کئی روایتیں ہیں بعض روایات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن حارثہ سب سے پہلے اسلام لائے لیکن محققین نے اس کا فیصلہ یوں کر دیا ہے کہ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سبقت اسلام کے بارے میں سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ اس امت کا حوض کوثر پر سب سے پہلے وارد ہونے والا، اس امت کا سب سے پہلے ایمان لانے والا علی بن ابی طالب ہے۔ (الاستیعاب)

حضرت سلیمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور یہ اس امت کے حق و باطل کو جدا کرنے والا ہے اور یہ صدیق اکبر ہے۔

(اخرجه الطبری والدیلمی)

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے کہ تو مجھ پر سب سے پہلے اسلام لایا اور تو نے میری تصدیق کی۔ (اخرجه الحاکم)

نماز میں سبقت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو یہ شرف

حاصل ہوا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔

(اخرجہ البغوی فی معجم)

ذیل کی روایات بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس شرف وفضیلت کی شاہد ہیں۔

ابورافع سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پیر کی صبح کو مجھے اعلان نبوت کا حکم ملا، اسی روز ان کے پیچھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی۔ علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے روز نماز پڑھی۔ انہوں نے سات سال کئی ماہ تک پوشیدہ نماز پڑھی قبل اس کے کہ کوئی اور ہمارے ساتھ نماز پڑھتا۔ (اخرجہ الطبری)

غفیف کندی کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں میں مکہ مکرمہ گیا اور عباس بن عبدالمطلب کے ہاں ٹھہرا جب سورج نے بلند ہو کر گھیرا ڈالا تو میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ایک جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور آگے بڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوگیا کچھ دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا اس جوان کے دائیں طرف کھڑا ہوگیا پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک عورت آ کر ان کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔

جب اس جوان نے رکوع کیا تو اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا اور اس جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا۔ اس جوان نے سجدہ کیا تو ان دونوں نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے عباس سے کہا یہ عجیب بات ہے وہ کہنے لگے تو جانتا ہے یہ جوان کون ہے؟ میں نے کہا نہیں جانتا اس نے کہا یہ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ یہ لڑکا کون ہے؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب میرے بھائی کا بیٹا اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم کہنے لگے یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں میرے بھتیجے کی بی بی۔ اس جوان نے مجھ سے کہا میرا خدا آسمانوں اور زمین کا خدا ہے۔ صرف اسی بات پر ان کے دین کا مدار ہے تمام روئے زمین پر ان تین اشخاص کے سوا کوئی اور اس دین پر نہیں۔

علامہ جریر طبری نے ان الفاظ کے اضافے سے روایت کیا ہے کہ جب

عفیف اسلام لائے اور اسلام ان کے دل میں خوب پختہ ہوگیا تو وہ کہتے تھے کاش میں ان تین اشخاص کے ساتھ چوتھا ہوتا۔

اکثر روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوطالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے میرے بیٹے! یہ کون سا طریقہ ہے جس پر تم عمل کر رہے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور جو کچھ وہ لائے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے اور سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور ان کی پیروی کی ہے۔ تب حضرت ابوطالب نے ان سے کہا کہ تم ان آنحضرت ﷺ کی بات ضرور مانو کیونکہ وہ تمہیں نیک بات کے سوا اور کچھ نہ بتائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا بھائی اور وارث

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً پندرہ سال کی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی قریباً چالیس اقرباء موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر یوں خطاب فرمایا اے بنی عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ بتاؤ تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دے گا کہ میرا مددگار اور معاون ہو۔ سب افراد خاموش رہے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صدا بلند ہوئی۔ فرمایا کہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور میری آنکھیں بھی دکھتی ہیں۔ میری ٹانگیں پتلی ہیں مگر اس کے باوجود میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اچھا تم بیٹھ جاؤ، پھر دوبارہ ان افراد سے یہی سوال فرمایا لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ اٹھے مگر اس مرتبہ پھر رسول کریم ﷺ نے دوبارہ بیٹھا دیا۔ یہاں تک کہ جب تیسری مرتبہ بھی کسی نے رسول کریم ﷺ کو جواب نہ دیا اور اس بارگراں کو اٹھانے کی حامی نہ بھری تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر اٹھے اور جانبازی کے انداز میں پھر وہی الفاظ کہے جو پہلے کہے تھے تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا علی تو میرا بھائی اور وارث ہے۔

کون شہنشاہ ولایت

سب سے پہلے فرمان رسول کریم سن لیں جب سورہ الرعد کی آیت "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مولا علی کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "انا منذر و انت الھادی یا علی بک یھتدی المھتدون من بعدی" میں ڈر سنانے والا ہوں اور تو ہادی ہے اے علی میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔" (تفسیر کبیر)

نتیجہ یہ ہے ولایت کی شہنشاہی یعنی کہ مولائے کائنات جن کے متعلق فرمان رسول کریم ﷺ ہے کہ جس کا میں مولا اس کا یہ علی مولا ہے چونکہ آپ ﷺ شہنشاہ رسالت ہیں اور سیدنا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ شہنشاہ ولایت ہیں۔

شہنشاہ ولایت اور فرمان رسول کریم ﷺ

۱۔ یا علی تم مسلمانوں کے سردار، مومنوں کے بادشاہ، متقیوں کے امام اور نورانی چہرے والوں کے پیش رو ہو۔ (دیلمی)

۲۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے حاضر ہونے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا شاباش اے مسلمانوں کے سردار اور متقیوں کے امام۔ (فردوس الاخبار)

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات مجھے تین امور کے بارے میں وحی ہوئی کہ وہ (حضرت علی) مومنین کے سردار، متقیوں کے امام اور سفید ہاتھ پاؤں اور منہ والوں کے پیش رو ہیں۔ (ابونعیم)

جس کا میں مولا اس کا علی مولا ہے

مقام عرفات کا میدان حجۃ الوداع میں فرمان رسول کریم ﷺ "من کنت مولا فھذا علی مولا" یہ فرمان مبارک سن کر صحابہ کرام نے سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم کو مبارک بادیں دیں۔

ذکرِ خیر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کاروانِ عشق کے رہبر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پیشکش: محمد ادریس خان قادری سواتی ☆

آؤ حسنِ یار کی باتیں کریں اور سب باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

کنیت

ابوالحسن، ابوتراب، اسم گرامی علی جو کہ علو سے مشتق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نام نامی اسم گرامی "علی" رکھا ہے۔

والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا یہ بنو ہاشم کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت جعفر رضی اللہ عنہ و حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کرتہ عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو رحمۃ للعالمین ﷺ بھی ان کے ساتھ لحد میں لیٹ گئے اور فرمایا "میں نے قمیص اس لئے دی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو حلۂ جنت پہنائے اور ساتھ اس لئے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔"

نبی کریم ﷺ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

ابوطالب کا نام عمران مگر کنیت ابوطالب سے مشہور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کو بھی بت پرستی سے روکے رکھا جب کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے جب وہ بت کے سامنے جانے کا ارادہ کرتیں حضرت علی

☆ متعلم سال چہارم: جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور 0334-9346044

رضی اللہ عنہ بت کے سامنے جھکنے نہ دیتے۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم مترجم: مصنف علامہ صفوری)

ولادت طیبہ

عرب کے قبائل طوائفِ کعبہ میں لگے تھے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی تھیں آثارِ ولادت پیدا ہوگئے دردِ زہ شروع ہوا۔ کعبۃ اللہ کی دیوار پھٹ گئی آواز آئی "اے فاطمہ کعبہ کے اندر آجا" اندر چلی گئیں۔ وہیں پیدائش ہوئی۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولودِ کعبہ کہا جاتا ہے۔ (مدارج النبوۃ شریف)

خلیق قریشی فیصل آبادی لکھتے ہیں:

تائید حق میں پہلی شہادت علیؓ کی ہے — پیغمبری نبی ﷺ کی ولایت علیؓ کی ہے
مولا بھی محترم ہے ولد بھی محترم — کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؓ کی ہے
مولودِ کعبہ کے لئے مشہد بھی خوب بنا — مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؓ کی ہے
کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا — مرحوم ذوحرم میں شہادت علیؓ کی ہے

بمطابق ایک روایت پیدائش جمعہ کے دن شعبان المعظم میں ہوئی۔

خیر الانبیاء ﷺ کو اطلاع دی گئی مونسِ غریباں ﷺ تشریف لائے گود میں اٹھایا اور غسل بھی دیا اور فرمایا "آج علی رضی اللہ عنہ کو پہلا غسل میں دے رہا ہوں اور کل مجھے آخری غسل علی رضی اللہ عنہ دے گا۔"

(مقاماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مصنف مولانا افتخار الحسن زیدی رحمۃ اللہ علیہ)

حضور سید المرسلین رضی اللہ عنہ نے زبان مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور لعاب مبارک بھی تو حضرت رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں۔

اِدھر آغوش کی حسرت اُدھر دیدار کا ارمان
علیؓ نے کھول دیں آنکھیں نبی ﷺ نے گود پھیلائی

پرورش

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی پرورش و تربیت ہی میں لے لیا ابتدائی زندگی نہایت پاکیزہ گزاری۔ (ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ)

قبول اسلام

قبولِ اسلام کا شرف بچپن ہی میں حاصل ہوا بقول ابن اسحٰق آپ ﷺ کی عمر اس وقت تیرہ برس تھی۔

(تاریخ الخلفاء بمطابق کتاب "عشرہ مبشرہ" مصنف قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَاَسْلَمْتُ یَوْمَ الثَّلَاثِ

"آپ ﷺ دوشنبہ (سوموار "پیر" کے دن) مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ (منگل) کو اسلام لایا۔"

فقیہ المثال جانثاری شبِ ہجرت کے دوران

شب ہجرت حضور رؤف ورحیم ﷺ کے بستر مبارک پر لیٹنا بہت بڑا بے مثل ایثار ہے جب کہ کفار کے بدمعاشوں نے دولت کدہ کا محاصرہ آپ ﷺ کے قتل کے لئے کر رکھا ہو۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ فرماتے ہیں "جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بستر پر سو گئے تو کفار اپنی تجویز کے مطابق آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آئے، اُس وقت خداوند کریم نے جبرائیل و میکائیل علیہما السلام سے فرمایا "اے فرشتو! علی رضی اللہ عنہ کا رتبہ اور شرف دیکھو میں نے علی رضی اللہ عنہ اور اپنے حبیب ﷺ کے درمیان برادری قائم کی ہے تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنا قتل ہونا پسند کیا اور میرے پیغمبر برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بستر پر بلا خوف سو گیا اور اپنی زندگی آپ ﷺ پر قربان کی اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور میرے بندے علی رضی اللہ عنہ کو دشمنوں

سے نگاہ رکھو۔"

چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام اُسی وقت زمین پر تشریف لائے اور ایک فرشتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرہانے کی طرف بیٹھا اور دوسرا پاؤں کی طرف۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے ابوطالب کے بیٹے! آج کون تیری مثل ہے اللہ تعالیٰ تیری ذات والا صفات پر فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور تو بلا خوف و اطمینان کی نیند سویا ہوا ہے...... یہ واقعہ آپ رضی اللہ عنہ کے بے مثل ایثار کا واضح ثبوت ہے۔

(بحوالہ: کشف المحجوب مترجم)

آیت کریمہ یہ ہے:

ومن الناس من یشری نفسا ابتغا مرضاۃ اللہ ط واللہ رؤف بالعباد○

"لوگوں میں وہ شخص کون ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان فروخت کر دیتا ہے اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ منورہ

صبح کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو بسترِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پایا تو حرم مکہ میں جا کر قید کر دیا اور دو چار دن بعد آپ رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور ہجرت مدینہ شریف کے لئے پورا سفر پیدل فرمایا پاؤں مبارک متورم ہو گئے تھے حضور سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک پاؤں پر لگا دیا ساری تکلیف رفع ہو گئی۔

(بحوالہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از شیخ محمد رضا صاحب قاہرہ مصر)

دینی خدمات:

سوائے غزوۂ تبوک کے سوا باقی تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ

رہے اور کارہائے نمایاں دکھائے۔ صرف جنگ اُحد میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے تھے کئی فوجی دستے آپ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بھیجے گئے جن میں خاطر خواہ کامیابی رہی فتح خیبر کے سلسلہ میں قموص کا قلعہ جسے ناقابل تسخیر بیان کیا جاتا تھا آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ غزوۂ تبوک میں اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ شامل نہ ہو سکے لیکن اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ شریف میں رہ کر نہایت جانشینی کے فرائض انجام دینے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر گئے تھے ایسا ہی میں تمہیں اپنا نائب بنا کر غزوۂ تبوک میں جا رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ بارہ آئمہ طریقت میں سے پہلے امام ہیں اور سرچشمۂ ولایت ہیں چونکہ ابتداء ہی سے پرورش و تربیت کے لئے آغوش نبوت ملی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بنے رہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم:

اِنَّمَا مَثَلُ عَلِیٍّ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ
مَثَلُ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِی الْقُرْاٰنِ

(نعمان بن بشیر)

علی کی مثال! اس امت میں ایسے ہے
جیسے قرآن مجید میں "قل ھو اللہ احد"

چند علماء و مشائخ اہل سنت کے

فتاویٰ جات و تاثرات

☆☆☆

علامہ مفتی محمد کریم خان عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ جلد ۲ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ تمام سنیوں کا یہی مسلک ہے۔ ھذا ماعندي والله أعلم بالصواب۔

☆☆☆

جامعہ رضویہ ضیاء الاسلام رضویہ کا فتویٰ

علامہ مفتی حافظ علی گولڑوی

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

سیّدنا و مولانا مولائے کائنات، وارث علوم النبی، باب مدینۃ العلم، شہنشاہ ولایت، مرکز پرکار عشق، مظہر عجائب، تاجدارِ علٰی اتی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کا جوف کعبہ میں پیدا ہونا محققین اہلسنت کے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھا

ہے ''از مناقب او (ای حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) کہ درحین ولادت او ظاہر شد یکے آن است کہ در جوف کعبہ معظمہ تولد یافت''

کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مناقب میں سے جو ان کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوئے ایک یہ کہ وہ جوف کعبہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور مستدرک حاکم کے الفاظ یہ ہیں:

''قال الحاکم فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم فی جوف الکعبة'' (المستدرک علی الصحیحین، ذکر مناقب حکیم بن حزام القرشی، ۳/۹۰ مصدر جامع الحدیث)

دُنیائے اسلام میں مسلمہ شخصیت امام المحدثین محقق احناف حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا اور اس کی تصدیق فرمائی اور رد نہیں کیا کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

''وفی مستدرک الحاکم ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ولد ایضا فی داخل الکعبة'' (شرح شفاء للقاضی عیاض الجز الاوّل)۔

حضرت شیخ عبد العزیز محدث دہلوی ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۶۵) اور امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار مکہ'' میں بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا بنی ہاشم میں سے جوف کعبہ میں پیدا ہونا لکھا ہے اور امام حاکم کے قول سے بھی استدلال کیا ہے۔

''ذکر الفاکہی بان علیا اوّل من ولد من بنی ہاشم فی جوف الکعبة واما الحاکم ان الاخبار تواترت بان علیا ولد فی جوف الکعبة'' (اسمی المطالب فی سیرة امیر المومنین علی بن ابی طالب ص ۳۹ للعلامة علی محمد الصلابی)

علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ ''مطالب السول'' میں رقم فرماتے ہیں:

''ولد بالکعبة البیت الحرام وکان مولدہ بعد ان تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدیجة بثلث سنین۔'' (مطالب السول، ص: ۳۷)

یعنی مولائے کائنات خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے آپ کی ولادت نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے تین سال بعد ہوئی۔ اس طرح امام کبیر مورخ جلیل ابو الحسن علی بن الحسین بن علی مسعودی اپنی کتاب ''مروج الذہب'' میں فرماتے ہیں ''وکان مولدہ فی الکعبة''

(مروج الذہب باب ذکر خلافة امیر المومنین علی بن ابی طالب ۲/ ۳۴۹)

یعنی آپ کا مولد کعبۃ المعظمہ ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ کہنا بالکل جائز و درست ہے اور علماء سلف میں کسی نے اس بات کا انکار نہیں کیا۔ ان دلائل کے علاوہ بھی بہت سے دلائل ہیں مگر اظہار حق کیلئے اتنا ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ حق کو جاننے کے بعد اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مولودِ کعبہ کے حوالے سے

ایک علمی استفتاء کا علمی و تحقیقی جواب

محقق اہلسنت مفتی محمد عمر چشتی (مفتی دربار) عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد

..........○..........

کہست مولائے علی مولائے کل ھکذا قد قال لہ خیر الرسل

(از کلام: حضرت مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت پیر صاحب نے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ''

مولا علی کرم اللہ تعالی وجھه الکریم کو مولود کعبہ کہنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں اور قرآن و حدیث کی مخالفت نہیں ان کی مدح کرتے ہوئے انہیں مولود کعبہ کہنا ثواب ہے۔

نمبر۱

نزھته المجالس جلد۲ ص ۲۰۵، نمبر۲: شواھد النبوۃ نمبر۳: ازالته الخفاء عن خلافته الخلفاء نمبر۴: مستدرك الحاكم کتب معتبرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا مذکور ہے ویسے "عدم النقل لایدل علی عدم الوقوع ثم لو سلم لا یلزم منه عدم الجواز" کلام از محقق ابن ہمام مسلم الطرفین ہونا چاہیے۔ کتنے واقعات ہیں جن کا ذکر کتابوں میں کم ہے مگر کافی خواص وعوام کے نزدیک وہ واقعات مسلم ہیں حضرت محبوب سبحانی کی کرامت دیکھئے کہ آپ نے بارہ سال کا ڈوبا ہوا بیڑہ ظاہر کیا اور بارات صحیح وسالم زندہ نکل آئی۔ اُوپر چار کتابوں کا ذکر کیا گیا نمبر۱ کے مصنف عبد الرحمٰن صفوری ہیں جو مولوی منکر (اقتدار خان) کے نزدیک بھی ولی اللہ صوفی بزرگ درویش ہیں اور فی سبیل اللہ قریہ قریہ وعظ کرنے والے تھے۔ مولوی صاحب منکر کا "اسلامی شرعی فتوئی مدلل ومحقق" ملاحظہ ہو۔

یونہی حضرت جامی عاشق رسول عبد الرحمٰن صاحب کو بھی صوفی بزرگ لکھا ہے۔ ایسے لوگ حماقت و جہالت سے کام نہیں کرتے جھوٹا واقعہ نہیں لکھتے، صادقین کو من گھڑت واقعہ سے نفرت ہوتی ہے۔ مولوی صاحب منکر اپنے رسالہ میں اکابر اہلسنّت میں سے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "یہ شخصیت اہلسنّت میں مشکوک ہے کبھی ان پر سنیت کا، کبھی وہابیت کا اور کبھی شیعیت کا غلبہ رہا ہے اس لئے کسی بھی مسئلہ میں ان کا کوئی قول علمائے اہلسنّت کو قبول نہیں۔ (اسلامی شرعی فتوئی صفحہ ۵) سند المحققین حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولینا اور حکیم الامت لکھا ہے اور ان کے کافی اقوال احتجاجاً (دلیل کے طور پر) ذکر فرمائے ہیں۔

ولی را ولی می شناسد: سند المحققین، حکیم الامت کو سند المحققین مصلح الامت مانتے ہیں۔ بے ادب گستاخ اور اذا سمعت الرجل یقول ھلك الناس فھو اھلکھم الحدیث کا مصداق مولوی صاحب حکیم الامت کی شان و فضیلت کیا جانے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شرح ایں حدیث "اذا سمعت الرجل الخ ...... نوشته عندی له معنی آخر وھو یخالف جمھور المسلمین و عامة حملة العلم و یخترع قولا غیر قولھم ثم یقدح علی الانکار و الطعن فیھم" (اعلاء کلمۃ اللہ ص: ۱۰۱) اس مولوی صاحب میں دوسروں پر طعن وتشنیع کرنا بہت ہے اور یقیناً منکر ہے تو حدیث مذکور کا مصداق ہے جب تم اسے درج ذیل باتیں کہتا ہوا سنو تو جان لو کہ یہ خود ایسا ہے۔ "المرء یقیس علی نفسه" یہ ہے معنی "یقول ھلك الناس فھو أھلکھم" حدیث کا۔

مولوی منکر کی وہ باتیں جن کا یہ خود مصداق ہے، بمصداق حدیث "یقول ھلك الناس فھو أھلکھم"۔

(۱) میں کہتا ہوں کہ کیسا احمقانہ جھوٹ ہے۔ (صفحہ ۸)

(۲) یہ سب دروغ گوئی ہے۔ (صفحہ ۴)

(۳) کعبے کے اندر ولادت کا واقعہ من گھڑت ہے۔ (صفحہ ۹)

(۴) نادان واعظین ہیں کہ بس لکیر کے فقیر ہیں۔ (صفحہ ۹)

(۵) دلیل قرآنی سے ثابت ہوا ہے کہ یہ بات بالکل جھوٹ و کذب بیانی ہے۔ (صفحہ ۱۱)

مولوی صاحب نے اپنے رسالے میں اپنے اور اپنے والد کے متعلق لکھا کہ میں یہی سمجھتا تھا کہ مولا علی کرم اللہ تعالی وجھه الکریم کعبہ کے اندر پیدا ہوئے بلکہ والد حکیم الامت (مفتی احمد یار نعیمی) بھی یہی سمجھتے تھے۔ (صفحہ ۹) واضح ہو کہ مفتی صاحب اور ان کے والد حکیم الامت دلیل قرآنی کے خلاف بالکل جھوٹ، کذب بیانی، احمقانہ جھوٹ اور من گھڑت واقعہ کے قائل تھے اور نادان سُنی لکیر کے فقیر تھے۔ مفتی صاحب اس واقعہ کے قائلین کو جہلاء وحمقاء لکھتے ہیں اور یوں بھی لکھتے ہیں کہ اہل علم

اس کو کبھی نہیں مان سکتے، صفحہ ۱۷ ملاحظہ ہو۔

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب اپنے اسلامی شرعی فتوی مدلل و محقق کی زد میں آ گئے ہیں کہ مولوی صاحب بمع حکیم الامت جہلا و حمقاء سے تھے اور اہل علم نہیں تھے تو جاہل احمق کو پیری مریدی اور امامت نہیں کرنی چاہیے یہ بات تو اس کی اپنی تحریر سے ثابت ہوئی اس اعتبار سے بھی یہ مولوی صاحب پیرو امام ہونے کے لائق نہیں کہ یہ شخص گستاخ ہے اور بزرگوں کے گستاخ سے نفرت ہونی چاہیے بڑے بڑے بزرگوں پر اس نے حملے کیے ہیں۔

ناظرین! امام حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری کے بارے میں یہ مولوی صاحب لکھتا ہے کہ حاکم نیشاپوری کو فقہاء محدثین زمانہ نے شیعہ کہا ہے۔ (صفحہ ۷) صفحہ ۶ پر لکھتا ہے ان تمام اقوال سے ثابت ہے کہ مستدرک حاکم ظاہراً سُنی باطناً شیعہ رافضی تھا۔ حاکم کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارات مولوی کو نظر نہیں آئیں۔

(۱) "امام اهل الحدیث فی عصره" یعنی اپنے دور میں محدثین کا امام۔
(حاشیہ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر ص: ۵)

(۲) "فان التصانیف قد کثرت للائمة فمن اوّل من صنف فیه القاضی ابو محمد و الحاکم ابو عبد الله" یعنی اصول حدیث میں آئمہ حدیث کی تصنیفات بہت ہیں اوائل مصنفین میں سے قاضی ابو محمد اور امام حاکم ابو عبداللہ ہیں ملخصاً حسب ضرورت ملاحظہ ہو نخبۃ الفکر مع الشرح ص ۴ حاکم کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) "ولقد صنف الاخرون من الائمة صحاحاً مثل صحیح ابن خزیمة و مثل صحیح الحاکم ابی عبد الله النیسابوری الحافظ الثقة المسمی بالمستدرك"
المقدمۃ للشیخ عبدالحق الدہلوی صفحہ ۷ ملخصاً یعنی بخاری و مسلم کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث جنہوں نے صحاح لکھی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ کی صحیح اور ثقہ حافظ حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی صحیح جس کا نام مستدرک ہے۔ نوٹ ثقہ حافظ الحدیث حاکم کی مستدرک وہ صحیح ہے جس میں جو احادیث صحیح بخاری و مسلم میں نہیں لکھی گئیں درج ہیں ثابت ہوا کہ حاکم

کے بارے میں شیعہ رافضی کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ مولوی صاحب کو وہ اقوال پسند ہیں جن میں بزرگوں کی گستاخی ہو کوئی پرندہ پھول کو پسند کرتا ہے اور کوئی گندگی۔ پسند اپنی اپنی۔

............خلاصہ............

نمبر ا

خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ (۳) حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۳) ثقہ امام المحدثین حاکم صاحب المستدرک رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ، سچے لوگ ہیں سچ پسند کرتے ہیں تم اس واقعہ کو سچا مان لو مولوی صاحب کے استحالے ان کے حواریوں کے حوالے کرو "عقل قربان کن بہ پیش اولیاء"۔ استحالوں کو تسلیم کرنے سے کافی واقعات سے انکار کرنا پڑے گا۔ مثلاً بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۶۶ پر ہے کہ حضرت سعد کی شہ رگ جنگ خندق میں کٹ گئی۔ حضور ﷺ نے ان کی عیادت کیلئے مسجد میں خیمہ نصب کروایا۔ مسجد نبوی میں کئی خیمے تھے اہل مسجد کی طرف ایک خیمے سے بہتا ہوا خون نکلا تو وہ گھبرا گئے کہ حضرت سعد سے خون بہہ رہا تھا۔ اُن کا مسجد میں ہی انتقال ہوا۔ مولوی صاحب اگر استحالے پیش کریں کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے، یہ ہسپتال نہیں ہے مسجد خون سے ملوث کیوں ہوئی، مسجد میں خیمے کیوں لگائے گئے؟ تو ہم مولوی صاحب کے استحالوں کو مسترد کر دیں گے۔ اس واقعہ میں خون کی بہتات کا ذکر ہے جبکہ ممکن ہے کہ جننے کے بعد معمولی خون آئے کتب فقہ میں مذکور ہے بہار شریعت دیکھ لو کہ اس میں ایک آن کیلئے خون نفاس مذکور ہے بناء بریں خون نفاس کی کم مدت کا ذکر نہیں۔ مولود کعبہ ہونا تو اب بھی ممکن ہے حطیم کعبہ، کعبہ ہے کما فی الحدیث اور اس حطیم میں اکثر اوقات مردوزن ہوتے ہیں تو حاملہ عورت کا حمل ساقط ہونا ممکن ہے پس بچہ جنم دینا بھی ممکن ہے۔ مولوی صاحب نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم کی ولادت کیلئے کوئی اور جگہ تلاش فرمائی مگر ثبوت کیلئے ضابطہ بھول گئے کہ اپنے فتوئی میں صفحہ ۹۔۱۰ پر لکھا ہے کہ واقعات کے ثبوتی دلائل قرآن، احادیث مبارکہ، تاریخی بیانات اور اسماء الرجال ہی سے ہونے چاہئیں۔

اس قسم کے واقعات میں تطبیق کی ضرورت ہوتی ہے یا ترجیح کی زیادہ بحث کی فرصت نہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ کے کلام پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہوں کہ

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت بہ کعبہ ولادت، بہ مسجد شہادت

☆☆☆

علامہ مفتی غلام رسول جماعتی

علی پور سیداں شریف، ضلع سیالکوٹ

ولادت حیدر کرار در کعبۃ اللہ

حضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی پیدائش کعبہ کے اندر ہوئی ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہی تھی کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مجھے دیکھا اور فرمایا اللہ تجھے مولودِ مسعود عطا فرمانے والا ہے۔ لہٰذا تم کعبہ کے اندر چلی جاؤ میں کعبہ کے اندر چلی گئی اللہ تعالیٰ نے مجھے علی عطا فرمائے۔ (شمس التواریخ ج ۵)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی بعد واقعہ عام الفیل تیرہویں رجب یوم جمعہ کو کعبہ میں پیدا ہوئے۔

ولدتہ فی الحرم المعظم امہ طابت و طاب ولید ھاو المولد

علی کو آپ کی والدہ نے حرم معظم میں جنا، آپ کی والدہ، ان کا لڑکا علی اور ان کی جائے ولادت پاک ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی معتمد علیہ قول ہے کہ حضرت علی کعبے میں پیدا ہوئے۔ (فتاوٰی جماعتیہ صفحہ ۳۸۲)

مفتی اعظم آزاد کشمیر فخر اہلسنّت

علامہ مفتی محمد حسین چشتی

مہتمم: سنی حنفی دار العلوم، باڑی عباس پور صدر جماعت اہلسنّت، آزاد کشمیر

اہلسنّت و جماعت کے نزدیک یہ امر ثابت و محقق ہے کہ حضرت مولا مشکل کشا سیدنا علی المرتضیٰ خانہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کعبہ میں پیدا ہوئے۔

(۱) مغل شہنشاہ شاہ جہاں کا بیٹا غازی سلطان اورنگزیب عالمگیر کا حقیقی بھائی سلطان الاولیاء حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرید صادق شہزادہ دارا شکوہ مرحوم و مغفور اپنی تالیف "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں "خانہ کعبہ میں آپ (علی علیہ السلام) متولد ہوئے۔ (سفینۃ الاولیاء ص: ۳۶، مترجم مولانا محمد وارث)

(۲) صاحب نور الابصار لکھتے ہیں "ولد علی بمکۃ داخل البیت الحرام ...... ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور آپ کے بغیر آپ سے پہلے کوئی بھی خانہ کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔ (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صفحہ ۸۵)

(۳) مولانا محمد عبد السلام رضوی مؤلف شہادت نواسۂ سیّد الابرار نے حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خانۂ کعبہ میں پیدائش کا پورا واقعہ لکھا ہے۔

(شہادت نواسۂ سیّد الابرار صفحہ ۳۲۲)

(۴) نزھۃ المجالس صفحہ ۲۰۹ جلد ۲ نیز مولینا الحاج محمد جعفر ضیاء القادری نے نعتوں اور منقبتوں پر مشتمل چند کتابچے طبع کروائے جن میں مختلف اکابر شعرائے اہلسنّت کا منظوم کلام ہے۔ مثلاً صحابہ کی شان اور شان اہل بیت وغیرہ چند شعراء اہلسنّت کا وہ کلام پیش ہے جس میں سیدنا علی المرتضیٰ کی خانہ کعبہ میں پیدائش کا ذکر ہے۔ حضرت پیر نصیر

الدین گولڑوی سپاس عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جس گھڑی اللہ کے گھر میں ہوئے پیدا علیؓ — ذرہ ذرہ با ادب ہو کر پکارا یا علی

حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

بنا اس واسطے اللہ کا گھر جائے پیدائش — کہ وہ اسلام کا کعبہ ہے یہ ایمان کا کعبہ

پروفیسر فیض رسول فیض عرض کرتے ہیں:

کعبہ میں ہے ولادت مسجد میں ہے شہادت — کیا دل نشین علی ہے کیا دلربا علی ہے

پس ثابت ہوا کہ اہلِ سنت بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

مجاہد اہلسنت علامہ مفتی صدیق نقشبندی ہزاروی

مہتمم: دارالعلوم غوثیہ رضویہ، خالو غازی، تربیلہ ڈیم، ضلع ہری پور

جو مسئلہ بھی تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر گمراہ بد دین ہوتا ہے۔ آپ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہوئی اور شہادت کا سبب جامع مسجد کوفہ بنی۔ اپنے دور کے عظیم محدث و محقق بلکہ بعض اقوال میں مجدد تمام مکاتب فکر کے مسلم رہنما حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد ۲ صفحہ ۳۵۱ پر یہی فرمایا ہے۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے مناقب خلفائے راشدین صفحہ ۹۹ پر قاضی سلمان منصور پوری نے رحمۃ للعلمین جلد ۲ صفحہ ۷۷ پر اور صاحب فضیلت شیخ محمد رضا مصری نے "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ ۱۲۴ پر اور سیف المقلدین علی اعناق المنکرین میں یہی قول نقل فرمایا۔ اس طرح کے پمفلٹ نکالنا تقسیم کرنا مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ میں خلل ڈالنا

توہین صحابہ و اہلبیت کا مرتکب ہوتا ہے جن کی تعریف و توصیف سے خداوند تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم اور احادیث نبویہ بھری پڑی ہیں پھر مزید یہ کہ مذکورہ شخص جاہل بے علم ہے اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دینی مسئلہ میں جسارت کرے اگر اس ملک میں قانون شریعت نافذ ہوتا تو یہ شخص تعزیر کا حقدار تھا۔ صحابہ کرام، اہلبیت عظام کی بے ادبی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے "جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں۔"

(بخاری، مشکوٰۃ شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ولی ہی نہیں بلکہ امام الاولیاء بھی ہیں آپ کی توہین کرنے والا خدا کے عذاب سے کب بچ سکتا ہے کس کی طاقت ہے کہ خدا سے لڑائی کر سکے۔

ہر صحابی ولی کامل ہے خصوصاً خلفائے راشدین تو بدرجہ تمام اولیاء رحمٰن ہیں ان کی شان میں بے ادبی، گستاخی کوئی مسلمان مذاہب اربعہ اہلسنت میں سے نہیں کر سکتا۔ سوائے خارجی، رافضی اور ناصبی کے۔ ان کی شان میں آیات واحادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔

(۱) "محمد رسول الله والذين معه اشد آء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا"۔ (پارہ ۲۶ سورۃ فتح) تفسیر خازن میں علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ والذین معہ سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اشداء علی الکفار سے مراد عمر بن خطاب رحماء بینھم سے مراد عثمان بن عفان، تراھم رکعا سجداً سے مراد علی ابن طالب اور یبتغون فضلاً من اللہ سے مراد بقیہ صحابہ ہیں۔ (چہارم صفحہ ۱۹۳)

(۲) "ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما" تفسیر مدارک میں ہے سورۃ دہر کی یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تسبوا صحابی" میرے صحابہ کرام کو گالی مت دو۔ (بخاری و مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو پس کہو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے اس شر پر۔ (ترمذی) حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (مشکوٰۃ) جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مومن" منافق، علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرتا اور مومن بغض نہیں رکھتا۔

امام احمد اور امام ترمذی سے روایت ہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

من سب علیاً فقد سبنی رواہ أحمد — جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

کتاب محمد رسول اللہ میں صاحب فضیلت شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ صفحہ ۱۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں حضرت علی پر رمضان ۴۰ ہجری جنوری ۶۶۱ء میں حملہ ہوا تھا، تین دن کے بعد آپ نے شہادت پائی۔

حضرت قاضی سلیمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ للعلمین جلد ۲ صفحہ ۷۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو اشقی الناس کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے اس طرح مناقب علی میں ہے حضرت کی ولادت ۳۰ سنہ عام الفیل تیرھویں رجب یوم جمعہ ہے اور آپ بیت اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔

گوہر چو پاک بود صدف نیز پاک بود — آمد میانہ ء حرم کعبہ در وجود

کعبہ زفیضِ کعبہ صفاء داشت لا جرم — بردوش سیّد دوجہاں جلوہ می نمود

دو فضائل بے نظیر آمد علی — مقتدا و پیشوائے ہر ولی

آں علی کو مادرش در کعبہ زاد — آنکہ بردوش پیمبر پا نہاد

اہل نظر کی آنکھ کا تارا علیؑ علیؑ — اہل وفا کے دل کا سہارا علیؑ علیؑ

رحمت نے لے لیا مجھے آغوش نور میں — میں نے کبھی جو رو کے پکارا علیؑ علیؑ

اک کیف اک سرور سا رہتا ہے رات دن — جب سے ہوا ہے ورد ہمارا علیؑ علیؑ

کعبے کے بت گرائے نہیں اپنے ہاتھ سے — حضرت نے مسکرا کر پکارا علیؑ علیؑ

دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو — اس واسطے ہے نام تمہارا علیؑ علیؑ

اعظم یہ مغفرت کی سند ہے ہمارے پاس — ہم ہیں علیؑ کے اور ہمارا علیؑ علیؑ

(محمد اعظم چشتی)

مولودِ کعبہ

منظوم کلام

بحضور مولا مشکل کشا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

☆☆☆

اعلان حق میں جس کی ضرورت تھی وہ علیؑ — آب و ہوا پہ جس کی حکومت تھی وہ علیؑ
جس کو حیات و موت پہ قدرت تھی وہ علیؑ — جس کی قلوب کفر پہ ہیبت تھی وہ علیؑ
وہشت سے جس کی کفر کا جینا حرام تھا — بندہ قمر تھا جس کا، ستارہ غلام تھا

☆

پیدا ہوا جو کعبہ کے اندر وہی علیؑ — جس کا لقب تھا ساقیِ کوثر وہی علیؑ
اسم گرامی جس کا تھا حیدر وہی علیؑ — چیرا تھا جس نے کلہ اژدر وہی علیؑ
لاکھوں سلام شاہ غضنفر کے نام پر — لاکھوں سلام حیدر و صفدر کے نام پر

(ظہیر زیدی)

☆☆☆

زباں وقفِ مدحت ہے مولیٰ علیؑ کی — یہ چشمِ عنایت ہے مولیٰ علیؑ کی
نبیؐ جس کے مولیٰ، علیؑ اُس کے مولیٰ — یہ شانِ فضیلت ہے مولیٰ علیؑ کی
نبیؐ شہر علم و علیؑ باب اُس کے — یہ عظمت بھی عظمت ہے مولیٰ علیؑ کی
ہیں مولودِ کعبہ بفضلِ الٰہی! — بڑی یعنی قسمت ہے مولیٰ علیؑ کی
وہ خیبر کے فاتح وہ شیرِ خدا ہیں — بڑی شان و شوکت ہے مولیٰ علیؑ کی
ہے وصفِ علیؑ رکعاً سُجّدًا ہیں — عبادت، عبادت ہے مولیٰ علیؑ کی
ہر اک اہل دل اُن کا تابع ہے دل سے — دلوں پر حکومت ہے مولیٰ علیؑ کی
معاف اپنے قاتل کو کرتے ہیں خود ہی — عجب یہ مروت ہے مولیٰ علیؑ کی
میں آلِ نبیؐ فضلِ رب سے ہوں انورؔ — یہ نسبت بھی نسبت ہے مولیٰ علیؑ کی

(سیّد انور علی انورؔ (کراچی))

سلام اے ابن بوطالب علی   سلام اے حق کے عنوان جلی

سلام اے ناصرِ دینِ مبین   انیسِ رحمۃ للعالمین

سلام اے خواجہ گردوں رکاب   سلام اے سیّدِ والا جناب

امام اولیاء و اصفیاء   سلام اے مرتضیٰ مشکل کشا

سلام اے دستِ حق دستِ رسول   سلام اے ابوالحسن روحِ بتول

علیؑ! راس آئی جس پہ برملا   شبِ ہجرت ردائے مصطفےٰؐ

سلام اے شہرِ علمِ حق کے باب   سلام اے مرتضیٰؑ اے بوترابؑ

علیؑ! مرد جری والا تبار   سر عنتر پہ ضربِ ذوالفقارؑ

علیؑ! شبیرؑ کے بابا سلام   علیؑ! کونین کے آقا سلام

سلام اے رازدارِ رازِ حق   سلام اے اولین آوازِ حق

سلام اے مولدِ بیت الکرام   شہید مسجدِ کوفہ سلام

(خلیق قریشی (مرحوم))

☆☆☆

یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

میرے مشکل کشا میرے مولیٰ علیؑ

تاجدارِ ولایت ہیں مولیٰ علیؑ   نبعِ فیضِ رحمت ہیں مولیٰ علیؑ

نازشِ بزمِ نصرت ہیں مولیٰ علیؑ   مرکزِ شانِ رفعت ہیں مولیٰ علیؑ

سارے ولیوں کے سردار مولیٰ علیؑ   محرمِ رازِ سرکار مولیٰ علیؑ

عشقِ آقا کے کردار مولیٰ علیؑ   ہم غریبوں کے غمخوار مولیٰ علیؑ

رونقِ شانِ عرفان مولیٰ علیؑ   کل شجاعت کے سلطان مولیٰ علیؑ

علم و حکمت کی پہچان مولیٰ علیؑ   بالیقیں جانِ فیضان مولیٰ علیؑ

بحرِ جود و سخا باب مولیٰ علیؑ   جانِ فیض و عطا باب مولیٰ علیؑ

مژدۂ جانفزا باب مولیٰ علیؑ   مرحبا مرحبا باب مولیٰ علیؑ

غوثِ اعظم کے مختار مولیٰ علیؑ   اور خواجہ کے دلدار مولیٰ علیؑ

شاہ اشرف کے سرکار مولیٰ علیؑ   ہو کرم تیرا اظہار مولیٰ علیؑ

یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ

میرے مشکل کشا میرے مولیٰ علیؑ

(مولانا سیّد محمد اظہار اشرفی جیلانی)

☆☆☆

ازل کی مستی رقصاں ابد کا کیف و سرور   ظہور سر ولایت، نمود عشق غیور

جلال چہرۂ یزداں، جمال روئے رسول   فروغ صبح تجلی، سکون قلب ملول

قسیم کوثر و تسنیم کی ادائے جمیل   حریم قدس کا محترم نبی کے گھر کا کفیل

بدوش خواجہ ولایت کا منتہائے کمال   زمانہ لا نہ سکے گا کبھی علیؑ کی مثال

علیؑ کا ہے معنی ام الکتاب و نفس رسول   علیؑ لطیف، علیؑ حسن علت و معلول

علیؑ علیم و علیؑ عالم و علیؑ معلوم   علیؑ قسیم و علیؑ قاسم و علیؑ مقسوم

علیؑ خبیر و علیؑ مخبر و علیؑ ہے خبر   علیؑ نظیر و علیؑ ناظر و علیؑ ہے نظر

علیؑ حسین و علیؑ احسن و علیؑ ہے حسن   علیؑ خزینہ، علیؑ خازن و علیؑ مخزن

ہر اک ادا میں ہیں سو جلوے ماہتابی کے   نثار، دیدہ و دل شان بوترابی کے

(حافظ مظہرالدین)

☆☆☆

کعبۂ دل قبلۂ جاں طاق ابروئے علیؑ | ہو بہو قرآن ناطق مصحف روئے علیؑ

خاک کے ذروں میں عطر بوترابی کی مہک | باغ کے ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علیؑ

اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے | آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علیؑ

دامنِ فردوس ہے ہر گوشۂ شہرِ نجف | ہے مقیمِ خلد گویا ساکنِ کوئے علیؑ

کیوں نہ ہوں کونین کی آزادیاں اس پر نثار | ہے دلِ بیدم اسیرِ دامِ گیسوئے علیؑ

(بیدم شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

علیؑ مولائے رندانِ جہاں ہے | علیؑ نورِ ہدیٰ کا رازداں ہے

علیؑ کے ہاتھ کو کہیے یداللہ | علیؑ "من کنت مولا" کا بیاں ہے

علیؑ کی یاد سے ہستی بہاراں | علیؑ سے بغض، عرفاں کی خزاں ہے

علیؑ مشکل کشا، ظلِ نبوت | علیؑ بابِ حقیقت بے گماں ہے

علیؑ خیبر شکن شیرِ الٰہی | علیؑ مفتاحِ قلبِ آسماں ہے

علیؑ ہے واقفِ رازِ حقیقت | علیؑ شرع و طریقت کا بیاں ہے

علیؑ ہے رہنمائے جن و آدم | علیؑ لاریب میرِ کارواں ہے

علیؑ کی عین کے گوہر نرالے | علیؑ خود معدنِ علمِ نہاں ہے

علیؑ قاری علیؑ قرآنِ ناطق | علیؑ کا نور بر نوکِ سناں ہے

علیؑ کا فقر ہے فخرِ محمد | علیؑ لحمك لحمي جسم وجاں ہے

علیؑ ہے کاشفِ رازِ حقیقت | علیؑ وحدت میں اک کثرت نہاں ہے

علیؑ ہے شارحِ شانِ نبوت | علیؑ کا نام ہی حسنِ بیاں ہے

علیؑ ہے مرکزِ پرکارِ ہستی | علیؑ جب بھی جہاں ہے درمیاں ہے

علیؑ سے اولیاء کی زندگی ہے | علیؑ کی ذات ہی روحِ رواں ہے

علیؑ کی یاد ہے واصفؔ علیؑ کو | علیؑ خود اس زمیں کا آسماں ہے

(واصف علی واصفؔ)

☆☆☆

اللہ اللہ کتنا بالا ہے بیانِ اہلِ بیت | مصطفیٰ کا مدح خواں ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

ان کی مدحت ہے کلام اللہ کی آیات میں | ہے حدیثوں میں بھی ذکرِ قدر و شانِ اہلِ بیت

جس نے الفت ان سے کی اس کو بشارت خلد کی | اے زہے قسمت تمہاری والہانِ اہلِ بیت

ان کی حُب مولیٰ کی حُب، ان کی رضا رب کی رضا | ایسا قرب ایسی فضیلت ہے نشانِ اہلِ بیت

شہ نے فرمایا میری اولاد کے اعداء ہیں شر | خیر ہیں وہ لوگ جو ہیں عاشقانِ اہلِ بیت

کامل الایمان وہ ہیں جن کو جان و اولاد سے | ہوں پیارے مصطفیٰ اور خاندانِ اہلِ بیت

عاشقانِ کبریا ہیں عاشقانِ مصطفیٰ | عاشقانِ مصطفیٰ ہیں عاشقانِ اہلِ بیت

سب نسب تو قطع ہو جائیں گے محشر میں مگر | منقطع ہرگز نہ ہو گا دودمانِ اہلِ بیت

جس نے دی ایذاء نبیؐ کو اس نے حق کو دی ایذا | اور موذی ہیں نبیؐ کے موذیانِ اہلِ بیت

دشمنانِ کبریا ہیں دشمنانِ مصطفیٰ | دشمنانِ مصطفیٰ ہیں دشمنانِ اہلِ بیت

ان کی درگاہ معلّٰی قبلۂ حاجات ہے | بوسہ گاہِ اولیاء ہے آستانِ اہلِ بیت

یہ دُعا ہے اجمل عاصی کی اے رب جہاں | پھولتا پھلتا رہے بس بوستانِ اہلِ بیت

(مولانا محمد اجمل شاہ سنبھلی)

☆☆☆

ہے بوتراب و حیدر مشکل کشا علیؑ | خیبر شکن ہے اور ہے شیرِ خدا علیؑ

کیا مجھ سے ہو بیاں تری مدح و ثنا علیؑ | جب خود رسول ہے ترا مدحت سرا علیؑ

بچپن کا عہد تو نے نبھایا تمام عمر | قدسی پکار اٹھیں نہ کیوں مرحبا علیؑ

آخر نویدِ فتح میں حق سے مل گئی | جس معرکے میں ہو گیا جنگ آزما علیؑ
سر اس کا خم نہ ہو سکا باطل کے سامنے | جب دشمنانِ دیں کے مقابل ہوا علیؑ
صدیق ہوں عمر ہوں کہ عثمان پاک زاد | سب کی خلافتوں کا سہارا رہا علیؑ
چھوٹی نماز اس کی نہ قاتل کے وار پر | اور زیرِ تیغ بھی رہا قرآں سرا علیؑ
انجام یہ کہ گھر میں خدا کے ہوا شہید | آغاز یہ کہ کعبہ میں پیدا ہوا علیؑ
سب مشکلات اس کی ہوئیں ختم یک قلم | جس کی زبان سے کبھی نکلا ہے یا علیؑ
ذاتِ رسولؐ پاک اگر شہرِ علم ہے | تو کون شہرِ علم کا دروازہ تھا، علیؑ
کیا اس سے بڑھ کے اور فضیلت ہو آپکی | خوش آپ سے رہے ہیں رسولِ خداؐ علیؑ
تو کیا کرے گا مدحتِ شیرِ خدا رضیؔ | بس کہہ کر حق نما ہے شہ لافتیٰ، علیؑ

(صاحبزادہ سید رضی شیرازی)

آنکھیں کھول کے دیکھو

ایک غیر مسلم بحضور حیدر کرار حاضر ہے

تھی شبھ گھڑی جو گھر میں خدا کے جنم لیا | کیسے عظیم تر ہیں وہ کتنے مہان ہیں
مجھ کو بھی ان سے پیار ہے بھگوان کی قسم | میرے لیے علیؑ تو بڑے بھاگوان ہیں

☆

علیؑ والے کسی مشکل سے گھبرایا نہیں کرتے | کوئی خوف و خطر خاطر میں وہ لایا نہیں کرتے
وہ جن کے دل میں ہوں ان کو وہ بسرایا نہیں کرتے | مہک جن میں ہو ان کی پھر وہ کمہلایا نہیں کرتے
علیؑ کو جب سے میں نے من کے مندر میں بٹھلایا ہے | ستانے والے اب میرے قریب آیا نہیں کرتے
میرا گھر ہو گیا جنت، لکھا در پر علیؑ جب سے | وہ کیا جانیں جو ان کا نام دہرایا نہیں کرتے
انہیں اچھے برے کی آپ ہی پہچان ہوتی ہے | کبھی حیدرؑ کے دیوانوں کو سمجھایا نہیں کرتے
علیؑ کے ذکر کی ٹھنڈی ہوا جس گھر میں چلتی ہے | مصیبت کے وہاں بادل کبھی چھایا نہیں کرتے
انہیں جو بھی پکارے وہ مدد کو اس کی آتے ہیں | جو ان کا ہے اسے ہرگز وہ ٹھکرایا نہیں کرتے
"بھون" میں بھی علی کا ایک ادنیٰ سا پجاری ہوں | محبت کرنے والے کو وہ ترسایا نہیں کرتے
میں ہندو ہوں بھون لیکن علیؑ میرا عقیدہ ہیں | یہ دل کی بات ہے جو سب کو سمجھایا نہیں کرتے

(بھون امروہی)

کے نفاذ کی تحریک کو کامیاب بنانا مسلمان کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کیونکہ

نظام مصطفیٰ ﷺ

- ہر انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا سچا محافظ ہے۔
- مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور عوام کے حقوق کا ضامن ہے۔
- میں حکومت رعایا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔
- معاشرے میں اخوت، محبت، عدل و مساوات کا قابل اعتماد سرچشمہ ہے۔
- جملہ معاشرتی برائیوں کے یقینی خاتمے کا ضامن ہے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ

- میں طاقت کا سرچشمہ اللہ جل شانہ کی ذات ہے۔
- میں ہمارے عشق کا محور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔

جمعیت علماء پاکستان چاہتی ہے کہ :- غنڈہ گردی، رشوت خوری، چور بازاری، شراب نوشی، سود خوری، عریانی، ریس، جوا، سمگلنگ، نائٹ کلب، ذخیرہ اندوزی، دفعہ 144 اور امتناعی نظر بندی کے قوانین کا ناجائز استعمال، تعصب، منافرت، علیحدگی پسندی، استحصال، لادینیت اور مہنگائی کا مکمل خاتمہ ہو۔ عدل و انصاف قائم ہو، وافر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ خواتین کو عطا کیے گئے شرعی حقوق کا تحفظ ہو۔ عدلیہ و صحافت آزاد ہو اور عوام کو بنیادی شہری حقوق حاصل ہوں۔

اگر آپ بھی یہی چاہتے ہیں تو آئیے!

جمعیت میں شامل ہو کر خوف خدا اور عشق رسول ﷺ رکھنے والے قائدین کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کیجئے۔

جمعیت علماء پاکستان

منجانب

حاجی عطا اللہ خان روکھڑی
0300-6093897
خانقاہِ عالیہ حضرت مجاہد ملتؒ میانوالی
مجاہد ملت کمپلیکس روکھڑی روڈ میانوالی

جس نے دہشت گردی کے خلاف حالیہ جنگ میں
متاثرہ علاقوں کے مکینوں کے لئے مینگورہ میں عظیم الشان کا سنگ بنیاد رکھ دیا ہے

سوات گائنی ہسپتال

جو جدید ترین سہولیات اور ٹیکنالوجی سے آراستہ ہوگا

جس میں 100 بستروں کی گنجائش اور مریضوں کی خدمت کے لیے جملہ لوازمات موجود ہوں گے

سوات گائنی ہسپتال

میں اہل خیر اور اربابِ ثروت دل کھول کر عطیات جمع کرائیں

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری (ڈائریکٹر جنرل)

اسلامک ہیلپ 14 کلو میٹر ملتان روڈ لاہور پاکستان

Tel: 042-6167955-7512416, 0300-4001802

نادِ علی اور اس کا نقش

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اسلام مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کے مجرب اوراد و وظائف میں سے ایک مجرب وظیفہ.........نادِ علی.......... بھی ہے اس کو پڑھنے کے مختلف فائدے اور ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے ''نقشِ نادِ علی'' اپنے خلیفہ مجاز حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہٗ کو عطا فرمایا اور اس کی اجازت عطا فرمائی۔ سید صاحب قبلہ سے بعدازاں آپ کے پوتے حضرت علامہ صاحبزادہ سید مصطفےٰ اشرفی رضوی مدظلہ العالی کو یہ عظیم نعمت عطا ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ حامل ہذا کو خداوند کریم اپنے حبیب اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور پنجتن پاک علیہم السلام کی برکت سے کالا جادو، نظرِ بد، جنات، بھوت، پری، دہشت، خوف و ہراس، سوتے میں ڈرنا، حادثات سفر اور گھریلو ناانفاقیوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس کے استعمال سے دشمنوں کی ہلاکت اور مظلوم کو قید سے رہائی ہوگی، مریض شفاء پائے گا بیروزگاری دور ہو گی، ملازمت میں ترقی، ادائیگی قرض کے مواقع، تجارت و زراعت میں برکت، مقدمات اور امتحانات میں کامیابی ہوگی، ہر جائز دلی مراد پوری ہوگی۔

نادِ علی رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بخشش کرنیوالا مہربان ہے

نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ

پکار! علی رضی اللہ عنہ کو جو آثارِ قدرتِ حق ہے۔

تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِی النَّوَائِبِ

تو انھیں مصائب میں اپنا مددگار پائے گا۔

كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِی

عنقریب ہر رنج و غم دُور ہو جائیں گے۔

بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

آپکی نبوت کے طفیل اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول!

بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ

اور آپ کی ولایت کے طفیل اے علی رضی اللہ عنہ

نقش نادِ علی علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نادِ	علیًا	مظهر	العجائب	تجده	عونا	لک	فی النوائب	کل	هم
علیًا	مظهر	العجائب	تجده	عونا	لک	فی النوائب	کل	هم	وغم
مظهر	العجائب	تجده	عونا	لک	فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی
العجائب	تجده	عونا	لک	فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک
تجده	عونا	لک	فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ
عونا	لک	فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک
لک	فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک	یا محمد
فی النوائب	کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک	یا محمد	بولایتک
کل	هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی
هم	وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	یا علی
وغم	سینجلی	بعظمتک	یا اللہ	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	یا علی	یا علی

یا علی مدد

یا علی مدد

اسے استعمال کرنے والی خواتین بھی استفادہ کرسکتی ہیں اور کسی حالت میں اتارنے یا پرہیز کی حاجت نہیں۔

حضرت صاحبزادہ سیّد مصطفےٰ اشرف رضوی نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ''انوارِ رضا'' کے ''مولودِ کعبہ نمبر'' کے خوش نصیب قارئین کے لیے اس نعمت کو عام کردیا اور اس کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمائی ان کا ارشاد ہے کہ اس کو استعمال کرنے والے اس کا اجر و ثواب خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اور بالعموم ساری اُمت کو ایصال فرمائیں۔ مزید معلومات اور نادِ علی کی اجازت کے لئے صاحبزادہ سیّد مصطفےٰ اشرف رضوی مہتمم جامعہ حزب الاحناف گنج بخش روڈ، لاہور یا موبائل فون نمبر 0300-9492310 پر رابطہ کیا جاسکتا ہے جبکہ نادِ علی کے نقش کے براہ راست حصول کے لیے رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور پر صاحبزادہ سیّد محمد رضوی سے رابطہ کیا جاسکتا ہے ان کا فون نمبر 0300-8038838 ہے۔

مولودِ کعبہ نمبر
سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد

Jauhar Abad
Anwar-e-Reza
Vol. 5 No. 3, 2011